# خانقاہ عارفیہ پر اعتراضات

## ایک علمی جائزہ

از

مفتی ناظم اشرف مصباحی

ناشر

انجمن فلاح المسلمین، گانگی، بہادر گنج، کشن گنج بہار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# خانقاہ عارفیہ پر اعتراضات

## ایک علمی جائزہ

از

مفتی ناظم اشرف مصباحی

انجمن فلاح المسلمین، گانگی، بہادر گنج، کشن گنج بہار

سلسلہ اشاعت:۲

**کتاب:** **خانقاہ عارفیہ پر اعتراضات**:ایک علمی جائزہ

**مولف:** مفتی ناظم اشرف مصباحی

**نظر ثانی:** حضرت انعام صفی عرف غلام مصطفی ازہری زید مجدہ

**ڈیزائننگ:** مولانا ظفر عقیل سعیدی

**سنِ اشاعت:** ۱۴۴۳ھ/۲۰۲۲ء

**قیمت:** ۱۶۰/روپے

**ناشر:** انجمن فلاح المسلمین، گانگی، بہادر گنج، کشن گنج بہار، ۸۵۵۱۰۷

*Khanqah-e-Arifia par etraazat eK Ilmi Jaizah*

By: **Mufti Nazim Ashraf Misbahi**

Published by: **Anjuman Falahul Muslimeen**, Gangi, Bahadurganj, Kishanganj Bihar (India) 855107

E-mail: nazimashraf92@gmail.com


قد أفلح من تزكى

# فہرست

*********

# پیشِ لفظ

## حضرت انعام صفی عرف علامہ غلام مصطفی ازہری زید مجدہ

خلیفہ و مجاز حضور داعی اسلام شیخ ابو سعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی ادام اللہ تعالیٰ ظلہ علینا
استاذ و صدر شعبۂ حدیث جامعہ عارفیہ سید سراواں، کوشامبی الہ آباد

ماضی میں در حقیقت خانقاہیں فتح مکہ سے پہلے مدنی زندگی کے ابتدائی ادوار کی ایک کھلی تصویر ہوا کرتی تھیں ۔ جہاں انفرادی و اجتماعی شکل میں درس و تدریس اور تربیت و تزکیہ کا کام ہوتا تھا، ضروریاتِ دین سے ناواقف عام مسلمان کو عقیدہ و اعمال کی بنیادی تعلیم دی جاتی تھی، طالبِ صادق اور کامل ارادت رکھنے والے کو راہِ حق کا مسافر بنایا جاتا تھا، فقیہ ظاہر کو طریقت کی تعلیم دی جاتی اور اسے مزکی و مصفی کر کے معرفتِ ربانی کے لائق بنا دیا جاتا تھا۔ مجذوب و متحیر کو سالم و کامل بنایا جاتا تھا۔ فقیہ خشک اور سالکِ محض کو جذبۂ حق عطا کیا جاتا تھا، لیکن زمانہ جوں جوں گزرتا رہا، حق آشنا لوگوں نے اپنی خلوت سے باہر آنا بند کر دیا، خانقاہوں پر علمائے سو کی اجارہ داری یا خاندانوں کے تسلط نے تزکیہ و تطہیر کی جگہ تولیت و شکم پروری، علم و عمل کی جگہ صرف چادر و مزار اور حسینت کی جگہ یزیدیت نے لے لی۔

مدارس میں بھی علم و تحقیق کی جگہ نقل در نقل کی روایت قائم ہو گئی اور شخصیت پرستی نے اہل مدارس میں جمود کی فضا قائم کر دی۔ تحقیقی ذوق کے ناپید ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کی تفسیق و تضلیل بلکہ تکفیریت کا جن ان پر سوار ہو گیا۔ لیکن اس دور میں بھی مدارس کسی قدر علم کی پرورش کرتے رہے، وہاں سے خشک فقہا ہی سہی پیدا ہوتے رہے، قولاً ہی سہی شریعت باقی رہی، دو رکعت کے امام ہی سہی پیدا ہوتے رہے جس کی وجہ سے ہندوستان کے مساجد و مکاتب آباد رہے۔

اس دورِ انحطاط میں مرشد گرامی شیخ ابو سعید شاہ احسان اللہ محمدی نے خانقاہی نظام کو جنیدی طرز پر بغیر کسی دعوی کے حسی و معنوی دلائل کے ساتھ از سر نو زندہ کیا اور عارفیہ کو خانقاہ و جامعہ، فقہ و تصوف اور تعلیم و تربیت کا سنگم بنادیا۔ گذشتہ چند صدیوں میں شاید ہی کوئی ایسا روحانی مرکز رہا ہو جہاں علم و عمل، فکر و اعتقاد اور عشق و عرفان کی شمع روشن کرنے کے لیے باضابطہ علما و طالبین کی پرورش کی گئی ہو، لیکن آپ نے صالح و عارف علما کی ایک ایسی ٹیم تیار کردی کہ زمانہ سالہا سال تک اس بحر کی غواصی کرتا رہے گا۔ آپ نے جہاں ظاہری علوم میں جمود کی فضا توڑنے کے لیے علمائے محققین کی ایک جماعت تیار کی جو بفضلہ تعالیٰ سلوک و جذب کی راہ نوردی کرنے والے ہیں۔ وہیں سالکین و عارفین کی ایک ایسی جماعت بھی تشکیل دی جن کو دیکھ کر متقدمین مشائخ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ جذب و سلوک کے ایسے قواعد تازہ کیے کہ صدیوں میں اس کی مثالیں انگلیوں پر شمار کی جا سکتی ہیں۔ آپ کے ان کارناموں کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ کی ایک صحیح حدیث یاد آجاتی ہے جس میں آپ نے اہل فارس بلفظ دیگر عجم کے لوگوں کے لیے فرمایا تھا: علم و ایمان اگر ثریا ستارے پر بھی پہنچ جائے تو بھی اہل فارس کے کچھ لوگ اس کو حاصل کرلیں گے۔ (بخاری و مسلم)

صدیوں کی خاموشی کے بعد جب بھی ایسی تحریکیں اٹھتی ہیں، یا ایسی شخصیتیں جنم لیتی ہیں جن کی خوبیوں اور اچھائیوں کا ادراک زمانے نے صدیوں سے نہ کیا ہو، غیر تو غیر اپنوں کو بھی اسے قبول کرنا آسان نہیں ہوتا۔

ایک عالم و فقیہ کے لیے جدید مسائل میں بھی اپنے معاصر سے اختلاف جوے شیر لانے کی طرح ہو گیا تھا، قدیم مسائل میں نامور فقہاے مذاہب سے اختلاف تو دور کی بات ان میں سے ہر ایک کو حق جان کر ان کے درمیان تطبیق و تائید کی باتیں کرنا بھی شجرِ ممنوعہ قرار دے دیا گیا تھا، ایسے حالات میں فقہا کی ایک ایسی ٹیم تیار کرنا جو عشق و عرفان کے ساتھ قدیم و جدید مسائل میں دادِ تحقیق دے رہی ہو، ان محققین فقہا سے ان علما کا اختلاف کرنا کوئی تعجب بھی نہیں جو جمود کے شکار اور مطالعہ و تحقیق سے بیزار ہوں۔ خاص طور سے وہ علما جو آداب اختلاف اور احترام مسلم کو جانتے ہی نہیں ہوں، بلکہ جنھوں نے شریعت طاہرہ کے فرائض و واجبات پر بھی عمل کرنے کو ابھی تک اپنے حق میں لازم نہ رکھا ہو۔

اسی طرح خانقاہوں کے پروردہ اور مشائخ کے مسندوں پر براجمان پیرانِ عظام جو مقاماتِ سلوک وعرفان توکجا عقائدِ اہل سنت سے بھی ناواقف تھے، ظاہری شریعت ان کے نزدیک بازیچہ اطفال ہوگیا تھا، بعض رسوماتِ تصوف کو ہی جنھوں نے پورا دین سمجھ لیا تھا، انھیں تو اپنے مشائخ کے اوراد و اشغال بھی ازبر نہ تھے، انھیں کہاں سے یہ بات سمجھ میں آجاتی کہ فرائض و واجبات کے ساتھ ایک مردِ دانا کی صحبت ان مقامات تک پہنچادیتی ہے جہاں برسہابرس کی ریاضتیں بھی نہیں پہنچا سکتی تھیں، دست بکار دل بیار کے تحت اگر عام مریدِ صادق تکملۂ سلوک کا آرزو مند ہوکر واصل بحق ہوجائے اور اسے اپنے اس خوبی کا علم بھی نہ ہو۔ تو اگر ایسی خانقاہیں اور ان سے منسلک لوگ علمائے سو کی پشت پناہی میں اس محمدی مشن سے اختلاف کریں اور اس کی راہ میں کانٹے بچھائیں تو کچھ بھی تعجب نہیں۔

پیشِ نظر کتاب اہل سنت کے بعض کرم فرماؤں کی طرف سے خانقاہِ عارفیہ پر کیے جانے والے اعتراضات کی حقیقت سے پردہ کشائی کے لیے لکھی گئی ہے۔ خانقاہ پر یوں تو بہت سارے اعتراضات کیے جاتے ہیں، بعض تو سراسر اتہام ہیں شاید خود قائل کا دل بھی خانقاہ پر ایسے اعتراض سے مطمئن نہ ہو؛ لیکن بے چارہ، لاچار کرتا تو کیا کرتا، بغض اور تعصب کی آگ نے اسے اس قدر حواس باختہ کر دیا کہ بولنے اور لکھنے کا شعور بھی نہ رہا۔ ع

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

بعض اعتراضات تو ایسے ہیں جو غلط روایات یا عبارتوں میں خرد برد، کتربیونت اور سیاق سے ہٹاکر خود ساختہ معانی پیدا کرنے پر مبنی ہیں جب کہ بعض گالی وگلوج سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتے۔ مثبت اور تعمیری کام کرنے والوں کے لیے ان پر کان دھرنے کی چنداں حاجت نہیں تھی۔

لیکن محبین اور مخلص احباب کی طرف سے ہمیشہ یہ مطالبہ رہا کہ خانقاہ کی طرف سے یا ان کے پروردہ علما کی طرف سے اپنے دفاع اور صفائی میں کوئی معروضی تحریر لکھی جائے۔ وقتاً فوقتاً بعض احباب شوشل میڈیا پر کچھ نہ کچھ جوابی تحریر لکھتے بھی رہے ہیں۔ سننے اور دیکھنے میں آیا ہے کہ

بعض محبین کی طرف سے جوابی عمل میں تشدد نے بھی راہ پالیا ہے، خانقاہ کبھی بھی ایسے لوگوں کی نہ حوصلہ افزائی کرتی ہے اور نہ تائید کرتی ہے۔ خانقاہ نے تو ہمیشہ اپنے بھائیوں کے ساتھ نرم خوئی کا درس دیا ہے اور حضور داعی اسلام نے تو اپنے گالی دینے والوں کو بھی ہمیشہ دعائیں دی ہیں۔ اللہ ان کے سایۂ عاطفت کو ہم پر تادیر قائم رکھے اور ان کا سچا محب و متبع بنائے، آمین۔

سیمانچل کے جواں سال عالم دین، محب محترم مفتی ناظم اشرف مصباحی صاحب قبلہ جو متعدّد رائج زبانوں پر مہارت رکھتے ہیں، زمانۂ طالب علمی سے ہی علم و تحقیق کا ذوق رکھتے ہیں، شروع ہی سے مطالعۂ کتب اور قرطاس و قلم سے ان کا رشتہ رہا ہے۔ مخلص احباب کے مسلسل اصرار پر انھوں نے ہی پیش نظر کتاب لکھی ہے جو صرف انہی اعتراضات پر مبنی ہے جو کسی حد تک قابل التفات اور عام لوگوں کے لیے خلجان کا سبب بنے ہوئے تھے، تاکہ جن کے سینوں میں قلبِ سلیم ہو اور جو حق کے متلاشی ہوں، حقیقت کے واشگاف ہوجانے کے بعد انھیں حق تسلیم کرنے میں کوئی تردد نہ ہو، ایسے لوگوں کے لیے یہ کتاب تسکین کا سبب بنے۔ خانقاہ سے منسلک لوگوں کے پاس اپنے حق میں بولنے اور لکھنے کے لیے مواد فراہم ہوجائے، تاکہ متشددین جب بھی انھیں پریشان کریں، وہ ان کو مسکت جواب دے سکیں۔ اس کے علاوہ یہ کتاب ان سادہ لوح مسلمانوں کے لیے بھی حیات بخش ہوگی جو طلبِ مولیٰ میں سرگرداں اور پریشاں ہیں، اپنے درد کا درماں کہیں نہیں پاتے اور خانقاہ عارفیہ پر ان بے جا اعتراض کے سبب یہاں آنے کی ہمت نہیں کرپاتے ہیں حالاں کہ خانقاہ سے جڑے سالکین و طالبین کو دیکھ کر ان کا دل اس میکدہ کی جام نوشی کے لیے بے قرار ہے۔

رہے وہ حضرات جنھوں نے عصبیت کی عینک لگا رکھی ہے، بغض و حسد میں ڈوبے ہوئے ہیں، حقیقت کے نام پر شخصیت پرستی کو انھوں نے اپنا نصب العین بنالیا ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے صرف دعائے ہدایت ہی کی جاسکتی ہے، ترحم پڑھا جاسکتا ہے۔ اور بس، اللہ ان کے ساتھ خیر فرمائے، انھیں نفس کی غلاظتوں سے پاک کرکے حق کا متلاشی بنائے۔ آمین۔

*********

# تقریظ

## حضرت مولانا انعام الحق رضوی دام ظلہ العالی

بانی و مہتمم دار العلوم اختریہ، کمہار ٹولی، بہادر گنج، کشن گنج، بہار

حضرت مولانا مفتی ناظم اشرف مصباحی صاحب کی کتاب خانقاہ عارفیہ پر اعتراضات: ایک علمی جائزہ" کے مطالعہ کا شرف ملا، بہت ہی اچھا پایا۔ بہت ہی مدلل، جامع اور عام فہم اسلوب میں بیان کیا گیا ہے۔ موصوف نے اس کتاب میں ان سارے بے بنیاد اعترضات کا جواب دیا ہے جو عام طور پر علما و عوام میں بحثِ سخن بنے رہتے ہیں اور جس کی بنیاد پر لوگ خانقاہ شریف سے بدگمان اور بد ظنی کا شکار رہتے ہیں۔ یہ کتاب مشکوک حضرات کے لیے تریاق کا کام کرے گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حاسدین و معاندین کو حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مبارک باد کے مستحق ہیں مفتی ناظم اشرف صاحب قبلہ کہ انھوں نے اس کام کو انجام دیا اللہ تعالیٰ اسے قبولیت کا شرف بخشے۔ آمین۔

مولانا موصوف ذی علم، وسیع الفکر اور دین کا درد رکھنے والے مخلصین میں سے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ انہیں ثبات قدمی کے ساتھ دین و ملت کی خدمت کی توفیق سے نوازے اور اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے مزید حق بیانی کا حوصلہ عطا فرمائے۔ آمین

خاکپائے مرشد

محمد انعام الحق رضوی

۱۵ جنوری ۲۰۲۲ء

* * * * * * * * *

# تاثرات


## مفتی محمد مبشر رضا اشرفی

استاد مدرسہ رئیس العلوم، سرنڈا، بہادر گنج، کشن گنج، بہار


وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا[1] ''اور اسی طرح ہم نے تم کو معتدل امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ رہیں''۔

خانقاہ عارفیہ سید سراواں کوشامبی (الہ آباد) داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمد صفوی دام ظلہ العالی کی سرپرستی میں چلنے والی ایک ایسی چشتی نظامی قادری خانقاہ ہے جسے عہد حاضر میں اللہ تبارک وتعالی نے یہ امتیازی شان عطا فرمائی ہے کہ اس نے دین کے مختلف شعبہ جات میں نقطۂ اعتدال قائم فرماکر عہد صحابہ و تابعین و اسلاف کرام کی یاد تازہ کر دی ہے۔ دین کے کسی بھی شعبے کو لے لیجیے درس و تدریس ہو یا معرکۂ فکر و نظر، امن و امان کا عالم ہو کہ ہنگامۂ خطر، اشغال صوفیہ ہو یا تبلیغی امور تمام مقامات پر وہ نقطۂ اعتدال پر قائم رہ کر امّتِ وسط کا کا جیتا جاگتا نمونہ نظر آتی ہے۔

لیکن بھلا ہو گروہ متشدد دین کا جنہیں یہ معتدل رویہ راس نہ آئی اور خانقاہ پر بے جا الزامات کے گولے داغنے شروع کر دیئے۔ خانقاہ نے کئی بار ان الزامات کا جواب دیا، اس کے باوجود متشدد دین نے کتاب، کتابچے، جلسے اور کانفرنسز کے ذریعے ماحول میں کشیدگی پیدا کرنے اور عوام اہل سنت کو فریب دینے کی بھرپور کوشش کی۔ حال ہی میں مدرسہ رئیس العلوم سرنڈا بہادر گنج میں ۳/۴ دسمبر کو بنام امن و شانتی کانفرنس ایک جلسہ رکھا گیا جس میں مرشد گرامی اور علمائے کرام کی ایک ٹیم نے شرکت کی۔ بس کیا تھا، شرانگیز عناصر نے سیمانچل میں اس کانفرنس کے خلاف جگہ جگہ جلسے وغیرہ کرنا شروع کر دیا اور ایسی فتنہ انگیزی کی کہ اللہ کی پناہ!

اس لیے ضرورت تھی کہ جن باتوں کو لے کر خانقاہ کو بدنام کرنے کی بے جا کوشش کی جاتی ہے، ان کی درست علمی تفہیم کردی جائے۔

زیرِ نظر کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔اس کتاب میں گرامی قدر مولانا مفتی ناظم اشرف مصباحی صاحب نے اس کام کو بڑے ہی حسن و خوبی سے انجام دیا ہے۔امید ہے کہ اس کتاب کی اشاعت نہ صرف خانقاہ کا دفاع کرے گی، بلکہ جن لوگوں کے سروں میں مخالفت کا نشہ سمایا ہوا ہے وہ بھی اتر جائے گا۔

رب ذو الجلال کی بارگاہ میں دعا ہے کہ کتاب کو قبول عام و خاص بنائے اور مؤلف محترم کے قلم میں مزید قوت و طاقت بخشے اور مزید دین متین کی خدمات لے۔آمین!

*********

# مقدمہ

## مذہبی و مسلکی اصول

دین کے تین شعبے ہیں: (1) ایمان یعنی عقیدہ (2) اسلام یعنی عبادات و احکام (3) اور احسان یعنی اخلاقیات و تجلیۂ روح، جیسا کہ حدیث جبرئیل سے ثابت ہے۔[1]

عقیدے کے تین درجے ہیں: (۱) ضروریات دین، (۲) ضروریات اہل سنت اور (۳) فروعیات اہل سنت۔ پہلے درجے کا منکر اسلام سے خارج ہے، دوسرے درجے کا منکر اہل سنت سے باہر اور گمراہ ہے، البتہ اسلام سے خارج نہ ہوگا، جب کہ تیسری قسم میں چوں کہ خود اہل سنت کا آپس میں اختلاف ہے، اس لیے اس کا منکر نہ اسلام سے خارج ہوگا اور نہ اہل سنت سے۔[۲] اسی طرح احکام و مسائل کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) مجمع علیہ مسائل اور (۲) مختلف فیہ مسائل۔ اس تعلق سے فقہ اسلامی کا مشہور قاعدہ ہے: ”مختلف فیہ مسائل میں کسی پر نکیر اور لعن طعن نہیں کیا جائے گا بلکہ مجمع علیہ[۳] مسائل میں نکیر کی جائے گی۔“[۴]

* * * * * * * * *

## مشربی اصول

اہل تصوف کی متفقہ رائے اور ان کا عمل یہ ہے کہ ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ ضروریاتِ عقائدِ اہل سنت پر کاربند رہتے ہوئے اپنے شیخ کا اتباع و تحکیم اور سارے مشائخ کی تعظیم و تکریم

(۱) صحیح بخاری، کتاب الایمان، حدیث: ۵۰

(۲) فتاویٰ رضویہ، جلد: ۲۸،

(۳) یعنی وہ مسائل جن میں سارے ائمہ کا اتفاق و اجماع ہو کسی کا اختلاف نہ ہو۔

(۴) الاشباہ والنظائر للسیوطی، قاعدہ: ۳۵، ص: ۱۵۸

بجالائے۔

* * * * * * * * *

## متشددانہ روش

اس کے بر خلاف متشدد حضرات مسلکی اور مشربی دونوں سطح پر مختلف فیہ مسائل میں بھی کسی ایک رائے پر اصرار کرتے ہیں اور اس سے مختلف رائے رکھنے والوں کے خلاف عداوت اور مخالفت کی روش اختیار کرتے ہیں، جیساکہ لوگ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی رائے اور فتویٰ سے اختلاف کرنے والوں پر فتویٰ لگاتے ہیں۔ مثال کے طور پر فاضل بریلوی تصویر کی حرمت کے قائل ہیں، اس بنا پر حضرت علامہ مدنی میاں اور دعوت اسلامی پر فتویٰ لگایا گیا، کیوں کہ یہ دونوں ٹیلی ویژن کے مشروط جواز کے قائل ہیں۔ فاضلِ بریلوی چلتی ٹرین پر نماز کے عدم جواز کے قائل ہیں، اس لیے اشرفیہ مبارک پور کے خلاف فتویٰ بازی اور ہنگامہ کیا گیا، کیوں کہ مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ نے جواز کا فتویٰ دیا۔

* * * * * * * * *

## اہل سنت سے مراد کون؟

معتدل حضرات جب بھی اہل سنت کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے مراد حضرت امام حسن بصری، ابو موسیٰ اشعری، امام ماتریدی، امام رازی، امام غزالی، امام قشیری سے لے کر حضرت مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبد الحق محدث دہلوی، میر عبد الواحد بلگرامی اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی تک جمہور علما و فقہا اور محدثین و متکلّمین کے مجموعی عقائد مراد ہوتے ہیں اور ان میں سے جمہور کے خلاف جانے والے کی رائے کو ان کا تفرد قرار دیتے ہیں۔ جب کہ بعض متشددین ایسے ہیں جو اہل سنت یا عقائد اہل سنت کے الفاظ استعمال کرتے ہیں تو عملاً تنہا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا مسلک و مشرب مراد لیتے ہیں۔ اسی طرح وہ شعارِ حلقۂ بریلی کو شعارِ اہل سنت باور کرتے نظر آتے ہیں۔

* * * * * * * * *

## دو عقلاً و نقلاً غلط مقدمے

متشدد علما کے یہاں دو اہم اصول اور بڑے مقدمے ہیں: (۱) پہلا: بدمذہبوں سے مطلقاً میل جول ممنوع ہے۔ (۲) دوسرا یہ کہ اعلیٰ حضرت سے ایک حرف کا اختلاف نہیں ہو سکتا۔ یہ دونوں اصول عقلاً و نقلاً خطا پر مبنی ہیں، پہلا اس لیے کہ دعوت و تبلیغ کی نیت سے علما کے ملنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور خود ان میں سے کوئی بڑا یا چھوٹا شخص اس سے محفوظ نہیں۔[1] دوسرا اِس لیے کہ یہ مقام اللہ و رسول کے بعد کسی کو حاصل نہیں کہ ان کی رائے سے اختلاف نہ کیا جا سکے۔ متشددین کے یہ اصول خود ان کے لیے بھی قابل عمل نہیں تھا؛ اس لیے انہوں نے ان اصولوں کا استعمال ہمیشہ دوسروں کے لیے ہی کیا۔ لہٰذا جب جس کو چاہا اپنے مزعومہ اہل سنت سے خارج کر دیا اور جس سے چاہا صرف نظر کر لیا۔ نتیجتاً آج اندرون اہل سنت میں ادخال و اخراج کا جو کھیل کھیلا جا رہا ہے اور خانہ جنگی کی جو خونچکاں داستان مرتب ہوئی ہے، وہ اِسی متشدد گروہ کی کارستانی ہے۔

* * * * * * * * *

## چند مسائل جن میں اعلیٰ حضرت سے اختلاف کیا جاتا ہے

• اعلی حضرت فاضل بریلوی نے پنکھا اور لائٹ استعمال کرنے سے منع کیا ہے، لیکن آج علما و عوام سمیت ہر کوئی اعلی حضرت کے اس فتوے سے اختلاف کر رہا ہے۔ • اعلی حضرت نے لڑکیوں اور عورتوں کو لکھنا سکھانے سے منع کیا ہے، لیکن آج ہر طرف لڑکیوں کے مدارس کھل چکے ہیں اور کھلی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ • اعلیٰ حضرت کے نزدیک چلتی ٹرین پر نماز جائز نہیں، لیکن آج علمائے مبارک پور جواز کا فتویٰ دے کر اعلیٰ حضرت سے اختلاف کرتے نظر آتے ہیں۔ • اعلیٰ حضرت نے پینٹ، شرٹ، کوٹ، پتلون پہننے کو سخت حرام لکھا ہے، لیکن آج کون سا عالم ہے جن کے گھر کے بچے یا رشتہ دار یہ کپڑے نہ پہنتے ہوں؟ • لاپتہ شوہر کی بیوی کتنے دنوں تک انتظار کرے؟ اس میں بھی اعلیٰ حضرت سے اختلاف کیا جاتا ہے۔ • الکحل آمیز دواوں کے استعمال میں بھی اعلیٰ حضرت سے اختلاف کیا جاتا ہے۔ • فوٹو کھینچوانے کے مسئلے میں بھی عملی طور پر سب اعلیٰ حضرت سے اختلاف کرتے نظر آتے ہیں۔

---

(۱) اس کی تفصیل کے لیے دیکھیے: اس کی کے آخر میں ضمیمہ نمبر ۴

ان مسائل کو دیکھنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے اختلاف کوئی نئی بات نہیں ہے، لوگ خود اختلاف بھی کرتے ہیں اور اعلیٰ حضرت سے اختلاف کا بہانہ بنا کر اہل سنت و جماعت کے درمیان فتنہ و فساد بھی پھیلاتے ہیں۔

*********

## خانقاہ عارفیہ؟

خانقاہ عارفیہ سید سراواں کوشامبی (الہ آباد) داعی اسلام شیخ ابو سعید شاہ احسان اللہ محمدی دام ظلہ کی سرپرستی میں چلنے والی ایک ایسی خانقاہ ہے جو عہد حاضر میں اہل سنت و جماعت میں موجود علمی، فکری، عملی، اخلاقی، روحانی اور دعوتی خلا کو پر کرنے میں نمایاں کردار ادا کر رہی ہے۔ جس نے جامعہ عارفیہ کی شکل میں امت کو ایک عظیم تعلیمی ادارہ، شاہ صفی اکیڈمی کی صورت میں ایک دعوتی اور تحقیقی دارالاشاعت، امتِ دعوت و امتِ اجابت کی خیر خواہی اور ان کی مصیبتوں میں کام آنے کے لیے شاہ صفی میموریل ٹرسٹ جیسے ادارے فراہم کیے۔

*********

## خانقاہوں کی قدیم روایت

خانقاہیں اور صوفیہ "الخلق عیال اللہ" (۱) کے اصول پر گامزن ہوتے ہیں، ان کا دروازہ مسلم و غیر مسلم، گناہگار و پارسا، کالے اور گورے میں امتیاز کیے بغیر ہمیشہ سے سب کے لیے کھلا رہا ہے۔ خاص طور پر چشتی خانقاہیں اپنے اتحاد و یکجہتی، خلق خدا کی خدمت اور لنگر عام کی وجہ سے امتیازی مقام کی حامل رہی ہیں۔

*********

## خانقاہ عارفیہ کا پہلا جرم

چوں کہ خانقاہ عارفیہ ایک چشتی نظامی صفوی میکدہ ہے، اس لیے یہاں لنگر عام جاری ہے اور صاحبِ سجادہ داعی اسلام شیخ ابو سعید محمدی صفوی مد ظلہ کے پاس ہر قسم کے لوگ اپنا مدعا یا مرض لے

---

(۱) ابن عدي في الكامل (۲۳۴۱/۶)، وابو نعيم في الحليه (۱۰۲/۲) و(۲۳۷/۴)، خطيب في تاريخ بغداد (۳۳۴/۶)، والطبراني في الكبير (۱۰۵/۱۰: ۱۰۰۳۳)، والأوسط (مجمع البحرين ۲۵۸/۲)

کر حاضر ہوتے ہیں اور شیخ اس کی حاجت روائی یا علاج فرماتے ہیں۔ اس طرح یہ خانقاہ بریلوی کہلانے والے متشدد گروہ پہلے مزعومہ مقدمے یعنی بدمذہبوں سے میل جول رکھنے کی مجرم قرار پاتی ہے۔

*********

## خانقاہ عارفیہ کا دوسرا جرم

اس خانقاہ کے زیر اہتمام چلنے والے ادارے جامعہ عارفیہ میں وقت کے جید اور باصلاحیت علما کی ایک ٹیم موجود ہے جن میں سے ہر ایک فقہ وحدیث اور اسلامی علوم کا متخصّص و ماہر ہے۔ جن کا بصیرت افروز تفقہ اور تحقیق اُس خلا کو پُر کرتی ہے جس کا شکوہ کبھی علامہ اقبال جیسے حکمائے اسلام کو ہوا کرتا تھا۔ نیز یہ کہ فقہ، علم ہی ایسا ہے جس کے احکام حالاتِ زمانہ، ضرورت و حاجت، عرف وعادت اور تعامل کی وجہ سے بدلتے رہتے ہیں۔ ایسے میں ماضی کے کسی عالم کی رائے کو حرف آخر قرار دینا ممکن نہ تھا۔ اس طرح یہ خانقاہ متشددین کے دوسرے مقدمے کی بھی مجرم قرار پائی۔

*********

## تحریک اخراج اور اس کا طریقۂ کار

اس گروہ کے اندر ایک خاص بات یہ ہے کہ یہ ایک وقت میں ایک ادارہ یا خانقاہ کے پیچھے پڑتے ہیں، اس میں بھی ایک خاص طریقہ ملحوظ ہوتا ہے۔ پہلے زید عمرو بکر کے نام سے بے بنیاد اتہامات والزامات لگاکر فتوے لگاتے ہیں، اپنے شاگردوں، عام مساجد کے ائمہ و موذنین سے اس کی تصدیق کرواتے ہیں۔ اس کے بعد زید عمرو بکر کی جگہ نام لے کر خوب افواہ پھیلاتے ہیں، پھر کئی سارے دارالافتاوں سے مختلف ناموں سے فتوے حاصل کرتے ہیں اور مزید پروپیگنڈہ کرتے ہیں، پھر جھوٹ اور اتہامات پر مشتمل انہی فتاویٰ کی بنیاد پر کوئی صاحب ایک کتاب یا کتابچہ لکھ دیتے ہیں، پھر اس کتابچے کی بنیاد پر ماہناموں میں مضامین اور پھر ان کا مجموعہ بناکر ایک کتاب لکھتے ہیں اور ایک دو جلسے کر کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیتے ہیں۔ اس طرح اس گروہ نے اہل سنت کی بے شمار خانقاہوں اور تنظیموں کو ایک ایک کرکے ٹارگٹ کیا اور ان کا بائیکاٹ کیا اور آج حال یہ ہے کہ سب کا بائیکاٹ کرتے کرتے ”تضليل الكل ضلالة“ کے تحت خود ہی سب سے الگ ہو کر ایک فرقہ رہ گیا ہے۔

*********

## خانقاہ عارفیہ کے خلاف سازشیں

اس وقت یہ گروہ خانقاہ عارفیہ اور جامعہ عارفیہ کے خلاف محاذ آرا ہے۔ اپنے قدیم طریقے کے مطابق بنگال سے ایک شخص نے الزامات و اتہامات لگاکر ایک فتویٰ لکھا اور اسے علما کونسل بنگال کا نام دے کر شائع کیا۔ تب سے آج تک درجنوں مرتبہ یہ وضاحت کردی گئی کہ اس فتوے میں موجود باتیں الزامات و اتہامات پر مشتمل ہیں، لیکن مفتی صاحب کو آج تک یہ توفیق نہ ہوئی کہ تحقیق کریں اور خود آکر اصل حقیقت جاننے کی کوشش کریں۔ پھر مختلف دارالافتاؤں سے فتاوے جاری کیے گئے، چناں چہ جب بریلی سے فتویٰ جاری کیا گیا تو جامعہ عارفیہ کے پرنسپل حضرت علامہ عمران حبیبی ثقافی صاحب نے ایک وفد کو وضاحت نامے کے ساتھ بریلی بھیجا کہ آپ کے ہاں سے فلاں فتویٰ جو شائع ہوا وہ فلاں فلاں الزامات پر مشتمل ہے، لیکن انہیں بھی آج تک نہ رجوع کی توفیق ملی، نہ حقیقت حال جاننے کی کوشش کی۔ پھر ایک صاحب نے ایک کتابچہ لکھا، بعد میں چند مضامین، کتابچہ اور چند غیر متعلقہ مضامین کو ملاکر ڈیڑھ سو صفحات کا ایک مجموعہ تیار کردیا گیا۔ جسے ہر جگہ دہرایا جاتا ہے، بارہا وضاحت کے باوجود پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے، خانقاہ کے مریدین کو ستایا جاتا ہے، جامعہ کے فارغین کو نشانہ بنایا جاتا ہے، جہاں وہ امامت کے لیے جاتے ہیں وہاں جاکر فتنہ پھیلایا جاتا ہے۔ جس سے دعوت و تبلیغ کی راہ میں بعض دفعہ رکاوٹیں اور مشکلات پیش آتی ہیں۔

* * * * * * * * *

## جوابی کارروائی کیوں؟

ایسی صورت میں ہمارے سامنے دو ہی راستے بچتے ہیں: (۱) یا تو صرف نظر کرتے ہوئے خاموش رہا جائے (۲) یا جواب اور وضاحت پیش کی جائے۔ پہلی صورت میں یہ افواہ پھیلاتے ہیں کہ دیکھو! یہ لوگ غلط ہیں، تبھی تو جواب نہیں دے پارہے ہیں! اس سے ہمارے نئے متعلقین اور مبلغین کا حوصلہ مجروح ہوتا ہے۔ دوسری صورت میں یہ راگ الاپتے ہیں کہ ایسا کام ہی کیوں کریں جس کی وضاحت کرنی پڑے؟ یعنی آپ پر چوری کا الزام لگایا جائے اور یہ بھی نہ کہیں کہ نہیں بھائی آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے! چت بھی تمھاری اور پٹ بھی تمھاری؟ صبر و ضبط، غور و خوض اور صرف نظر کرنے کی وجہ سے جوابی تحریر لکھنے میں اب تک تاخیر ہوتی رہی۔

* * * * * * * * * *

## یہ کتاب کس کے لیے؟

پچھلی کئی دہائیوں سے اس متشدد فرقے کی روش یہ بن چکی ہے کہ ان کے سامنے ہزار جوابات اور ہزار وضاحتیں بے سود ہیں، تاہم کچھ لوگ وہ ہیں جو اصل مسئلہ سمجھنا چاہتے ہیں، ان کے لیے حقیقت کو واضح کرنے والی ایک تحریر لازمی تھی، اس لیے چند دنوں تک اپنے دعوتی اور تعمیری کاموں کو روک کر یہ تحریر لکھی جا رہی ہے۔ امید ہے اہل انصاف اسے پڑھ کر درست رائے قائم کرنے کے اہل ہوں گے۔ البتہ اہل عناد کے لیے ہماری اس قسم کی ہزار تحریریں بھی بے سود ہی رہیں گی۔

*********

## اس کتاب میں ہمارا منہج

اس کتاب میں ردو تردید کے روایتی اور غیر شرعی طریقوں سے بچتے ہوئے ایک خاص عبارت کو لے کر اس پر منطقی پریکٹس کرنے کی بجائے اب تک کی لکھی گئی ساری تحریروں میں موجود خانقاہ عارفیہ پر منجملہ اعتراضات کا جواب یا وضاحت پیش کی گئی ہے۔ ہم نے اس کتاب میں قرآن کے فرمان کے مطابق جدال احسن پر عمل کیا ہے۔[1] بدزبانی، الزامات واتہامات، ذاتیات اور نیتوں پر حملہ کرنے کی بجائے صرف اپنی بات رکھی ہے۔ اللہ ہمیں مشائخ کے طریقے پر گامزن رکھے۔ اپنی ہدایت کی شمع دکھاتا رہے۔

**اللهم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه:** اے اللہ! ہمیں حق کو واضح دکھا اور اس کی پیروی کی توفیق دے اور اے اللہ ہمیں باطل بھی واضح دکھا دے اور اس سے بچنے اور اجتناب کرنے کی توفیق دے۔

*********

(۱) ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (النحل:۱۲۵)

# پہلا اعتراض: تقلید بیزاری کا الزام

حضرت داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی دام ظلہ کی مثنوی کا مجموعہ بنام نغمات الاسرار اگست ۲۰۱۱ء میں شائع ہوا ہے، جس میں مولانا ذیشان احمد مصباحی صاحب کا مقدمہ بھی شامل ہے۔ اس میں انہوں نے اس کتاب کا تعارف اور پس منظر و پیش منظر بیان کرتے ہوئے حضرت داعی اسلام کی شخصیت کے چند پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا ہے۔ خانقاہ عارفیہ کے بعض ناقدین اس مقدمہ سے چند عبارتوں کو نقل کرکے غلط اور باطل معنی پہنانے کی کوشش کررہے ہیں۔ وہ عبارتیں یہ ہیں:

(۱)"وہ حنفی ہیں مگر ان کی تقلید میں جمود نہیں۔" (مقدمہ نغمات الاسرار، ص:۱۱)

(۲)"حضرت کی شخصیت ایک جہت سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی سی ہے تو دوسری طرف جب فقہ وافتا کی بات آتی ہے تو کبھی کبھی نگاہ کوتاہ بین کو تقلید کی زنجیریں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔" (مقدمہ نغمات الاسرار، ص:۶)

ان دونوں اقتباس کو نقل کرکے یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ:

۱۔ خانقاہ عارفیہ تقلید شخصی سے بیزار ہے۔

۲۔ اس میں مقلدین حضرات پر طعن و تشنیع کی گئی ہے۔ (کہ اس میں علما، اولیا، صلحا، صوفیہ اور اتقیا بلکہ سید الاولیا، سند الاتقیا حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی، امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری وغیرہ تمام مقلدین کو "کوتاہ بین" کہا گیا ہے۔)

۳۔اور ان کی تقلید پر جمود کا الزام لگایا گیا ہے۔

تعجب تو یہ ہے کہ ایک دو عبارات جو آج سے چند سال پہلے ایک صاحب نے اپنی کتاب میں لکھی تھیں ۔ اب تک وہی عبارتیں گردش کر رہی ہیں۔ خانقاہ کی طرف سے بار بار اس بات کی وضاحت کرنے کے بعد کہ یہ ساری باتیں محض اتہام و الزام ہیں۔ پھر بھی بعض متعصب، جامد اور تنگ نظر علما نے اس سلسلے میں غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے اور شریعت کو پامال کیا ہے۔ اللہ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔

الحمد للہ! خانقاہِ عارفیہ و جامعہ عارفیہ مذہب حنفی کی پیرو کار ہے۔ ارباب خانقاہ سارے علما و اولیا و صلحا کی تعظیم و تکریم کا درس دیتے ہیں، ہاں ان کی تقلید میں جمود نہیں ہے، یعنی حالات زمانہ اور ضرورت و حاجت کے وقت مسائل میں تحقیق بھی کرتے ہیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سمیت تمام محققین فقہا نے ایسا ہی عمل کیا ہے۔

**دعوت انصاف!**

منصف قارئین خود فیصلہ کریں کہ پہلے اقتباس میں صاف لکھا ہے کہ **”وہ حنفی ہیں۔“** یعنی امام اعظم ابو حنیفہ قدس سرہ کے مقلد ہیں، تو اس میں تقلید بیزاری کا معنی کہاں سے آگیا؟ آگے لکھا ہے: **”مگر ان کی تقلید میں جمود نہیں ہے۔“** اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ مقلد تو ہیں مگر اندھے مقلد نہیں جیسا کہ وہابیہ اعتراض کرتے ہیں، بلکہ ان کا طریقہ مشائخ عظام اور صوفیائے کرام کی طرح ہے کہ فروعی مسائل میں عرف و حالات زمانہ اور ضرورت و حاجت کے وقت اپنی تحقیق پر عمل کرتے ہیں۔ اس سے تقلید بیزاری نہیں بلکہ تقلید کی ضرورت و اہمیت کے ساتھ حقیقت تقلید بھی واضح ہو جاتی ہے۔ اس جملے کو لے کر افواہ پھیلانے کا مطلب ہے کہ معترضین حضرات خانقاہی نظام، احوالِ مشائخ اور طریقۂ تصوف کے ساتھ فقہ و اصول فقہ سے بھی نا آشنا ہیں یا تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔

پھر آگے دوسرے اقتباس میں صاف لکھا ہے کہ: **”نگاہ کوتاہ بیں کو تقلید کی زنجیریں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔“** یعنی جن کی نگاہیں کوتاہ ہیں ان کو تقلید کی زنجیریں ٹوٹتی ہوئی محسوس

ہوتی ہیں۔ لیکن افسوس ان حضرات کی سادگی پر کہ انہوں نے اس جملے کے ضمن میں بزرگان دین کو گھسیٹنے کے چکر میں بزرگان دین کو ''کوتاہ بین'' کی فہرست میں شامل کر دیا۔ اللہ اکبر! یہ کیسی جرات ہے کہ ایک سنی ہو کر علما و فقہا اور صوفیہ کرام کو ''کوتاہ بین'' تصور کرے؟ جب کوتاہ بینوں کی بات آئی تو اسے خود پر قیاس کرتے، اپنے معاصر علما کو قیاس کرتے کہ اس عبارت میں ''کوتاہ بیں'' سے مراد ہم ہی ہیں، اگر اس سے ان کی شان کم ہوتی نظر آتی تھی تو مصنف اور قائل سے پوچھ لیتے کہ اس میں کوتاہ بیں کس کو کہا گیا ہے؟ لیکن افسوس ایسا نہیں کیا گیا بلکہ بزرگوں کو زبردستی بیچ میں لاکر بزرگوں کی گستاخی کی گئی اور اس کا الزام خانقاہ پر ڈال دیا گیا۔ اللہ اللہ، اب محمد رسول اللہ ﷺ کے نام لیوا کس قدر جری ہوتے جا رہے ہیں!

ہم ایسے عقیدے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور کبھی یہ جرات نہیں کر سکتے کہ علما، اولیا، صلحا، صوفیہ اور اتقیا بلکہ سید الاولیا، سند الاتقیا حضور غوث اعظم جیلانی، سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی وغیرہ کو ''کوتاہ بین'' تصور بھی کریں۔ ہم علی الاعلان اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے بزرگ صاحبانِ بصیرت اور صاحبان شعور ہیں نہ کہ کوتاہ بیں۔ اہل سنت و جماعت کے مشائخِ کرام اس تہمت سے بری ہیں۔

اب تک کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ خانقاہ کے مخالفین حضرات ان عبارتوں سے جو الزامات لگاتے ہیں وہ محض مخالفین کا فریب ہے جو خود ان عبارتوں سے واضح ہے۔ الحمد للہ خانقاہ عارفیہ و جامعہ عارفیہ ان سے بری ہے۔

## عبارتوں کا صحیح مطلب اور توضیح

اب آئیے! اس عبارت کی حقیقت کی طرف نظر کرتے ہیں اور اس کی مختصر توضیح پیش کرتے ہیں:

اس میں صاف طور سے کہا گیا ہے کہ جو لوگ نگاہ کوتاہ بین یعنی جن کی نگاہیں کوتاہ ہیں، جو لکیر کے فقیر ہیں، فقہ اور اصول فقہ کے دلائل کو سمجھنے کا شعور نہیں رکھتے، بدلتے حالات میں احکام میں تغیرات کو سمجھنے سے قاصر ہیں، جو شریعت کو جامد سمجھتے ہیں اور فقہی اصطلاحات و اصول سے واقفیت نہیں رکھتے وہ محققین کی تقلید میں شک کرنے لگتے ہیں۔

**حکم ضروری اور حکم صوری!**

اس بات کو اصولی اعتبار سے سمجھنے کے لیے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی اس عبارت پر غور کریں جو بالکل مذکورہ بالا عبارت کی طرح ہے:

اعلیٰ حضرت کے ایک رسالہ بنام ''**اَجلَی الاِعلام اَنّ الفتوٰی مُطلقاً علٰی قولِ الاِمام**'' کے تعارف میں ہے:

''رسالہ جلیلہ اس امر کی تحقیق عظیم میں کہ فتویٰ ہمیشہ قول امام پر ہے، اگر چہ صاحبین خلاف پر ہوں، اگر چہ خلاف پر فتویٰ دیا گیا ہو، اختلاف زمانہ ضرورت و تعامل وغیرہا جن وجوہ سے قول دیگر پر فتوٰی مانا جاتا ہے وہ در حقیقت قول امام ہی ہوتا ہے۔''

اس کے بعد اعلیٰ حضرت کا یہ اقتباس پڑھیں اور فیصلہ کریں:

''اقول و باللہ التوفیق، قول کی دو قسمیں ہیں (۱) قول صوری (۲) قول ضروری۔ قول صوری وہ جو کسی نے صراحۃً کہا اور اس سے نقل ہوا اور قول ضروری وہ ہے جسے قائل نے صراحۃً اور خاص طور پر نہ کہا ہو مگر وہ کسی ایسے عموم کے ضمن میں اس کا قائل ہو جس سے ضروری طور پر یہ حکم برآمد ہوتا ہے کہ اگر وہ اس خصوص میں کلام کرتا تو اس کا کلام ایسا ہی ہوتا۔

کبھی حکم ضروری، حکم صوری کے خلاف بھی ہوتا ہے، ایسی صورت میں حکم صوری کے خلاف حکم ضروری راجح و حاکم ہوتا ہے یہاں تک کہ صوری کو لینا قائل کی مخالفت شمار ہوتا ہے اور حکم صوری چھوڑ کر حکم ضروری کی طرف رجوع کو قائل کی موافقت یا اس کی پیروی کہا جاتا ہے، مثلاً زید نیک اور صالح تھا تو عمرو نے اپنے خادموں کو صراحۃً علانیۃً زید کی تعظیم کا حکم دیا اور بار بار ان کے سامنے اس حکم کی تکرار بھی کی، اور اس سے ایک زمانہ پہلے ان خدام کو ہمیشہ کے لیے کسی فاسق کی تکریم سے ممانعت بھی کر چکا تھا۔ پھر کچھ دنوں بعد زید فاسق معلن ہو گیا، اب اگر عمرو کے خدام اس کے مکرر ثابت شدہ صریح حکم پر

عمل کرتے ہوئے زید کی تعظیم کریں تو عمرو کے نافرمان شمار ہوں گے اور اگر اس کی تعظیم ترک کر دیں تو اطاعت گزار ٹھہریں گے۔" (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد:۱، ص:۱۰۹، مرکز اہل سنت برکات رضا)

اس عبارت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ بعض اوقات ضرورت اور تعامل کی وجہ سے اگر قول امام سے عدول کیا جائے تو در حقیقت قول امام ہی پر عمل ہے نہ کہ اس کی مخالفت۔ اعلیٰ حضرت کی پیش کردہ مثال میں ایک کوتاہ بیں شخص یہ سمجھے گا کہ آقا نے بار بار اس غلام کی اطاعت کا حکم دیا ہے، اس لیے اس کی مخالفت آقا کی مخالفت ہے، لیکن یہ اس کی کوتاہ بینی اور بے بصیرتی ہے جو حقیقت اور اصل کو نہیں سمجھ پا رہا ہے۔

آگے اعلیٰ حضرت مزید فرماتے ہیں:

"فالعمل بقوله الضروری الغیر المنقول عنه هو العمل بقوله لا الجمود علی المأثور من لفظه" ایسی صورت میں امام کے ضروری قول پر عمل جو امام سے منقول نہ ہو، یہ امام ہی کے قول پر عمل ہے۔ امام کے منقول قول پر جمود اختیار کرنا قولِ امام پر عمل نہیں ہے۔ (ایضا، ص:۱۱۰)

یعنی ضروری قول پر عمل کرنا ہی در حقیقت امام کا اتباع ہے جو قول بظاہر ان سے منقول نہیں ہے، ایسی صورت میں امام کے منقولہ الفاظ پر جمود اختیار کر لینا امام کا اتباع نہیں ہے۔

**اعلیٰ حضرت پر فتویٰ؟**

کیا اب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی پر بھی فتویٰ لگایا جائے گا کہ انہوں نے مذکورہ صورت میں امام کے قول ظاہری کی پیروی کو جمود سے تعبیر کیا ہے؟ اور یہ کہ اعلیٰ حضرت نے علما، اولیا، صلحا، صوفیہ اور اتقیا بلکہ سید الاولیا، سند الاتقیا حضور غوث اعظم جیلانی، سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی وغیرہ کو "مقلد جامد" کہہ دیا۔ کیا یہاں بھی وہی جرات دکھائی جائے گی؟ اللہ ایمان ہلاک کرنے والی ایسی جرأت سے محفوظ و مامون رکھے۔

الحمد للہ ! حضرت داعی اسلام کی تقلید میں بھی جمود نہیں ہے بلکہ نگاہ کوتاہ بین کو بعض اوقات تقلید کی زنجیریں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ہندو پاک میں ٹرین پر نماز کے جواز و عدم جواز پر کافی اختلاف رہا ہے۔لیکن حضرت شیخ ادام اللہ ظلہ علینا ۱۹۸۲ء ہی سے ٹرین پر نماز کے جواز کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ اس پر عامل بھی ہیں۔اس کے جواز میں علما میں حضرت غلام رسول سعیدی رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۰۰۰ء کے آس پاس اپنی تحقیق پیش کی اوراس موضوع پر جامعہ اشرفیہ مبارک میں سیمینار تو بہت بعد میں ہوا۔ یہ حضرت کی تحقیقی نظر اور فقہی بصیرت کی اعلی مثال ہے۔اگر اُس زمانے میں علما کی نظر میں یہ بات آتی تو یقینا انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے، کیوں کہ کسی کی نگاہ وہاں تک نہیں پہنچ سکتی تھی جہاں حضرت داعی اسلام کی نظر تھی۔جب آج کے کوتاہ بین ان پر تقلید مخالف کا الزام لگا رہے ہیں حالاں کہ آپ اصل اور حقیقت تقلید پر عمل کرتے ہیں تو اس زمانے کے بارے میں تصور کیا جاسکتا ہے۔اس طرح کی اور بھی مثالیں دی جاسکتی ہیں جن کو **حضرت داعی اسلام کی فقہی بصیرت** کے ضمن میں پھر کبھی بیان کیا جائے گا۔

تو یہ ہے اس عبارت کا اصل مطلب جسے بعض کرم فرما غلط معنی پہنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مفتی شہاب الدین اشرفی استاذ جامع اشرف کچھوچھہ کے فتوے کا وہ حصہ بھی نقل کر دیا جائے جو انہوں نے مذکورہ عبارت کے سلسلے میں پوچھے گئے ایک استفتا کے جواب میں لکھا ہے۔چوں کہ یہ فتوی ایک علمی اور تحقیقی تحریر ہے جس کی بذات خود ایک علمی حیثیت ہے،اسی وجہ سے اسے ہم اپنے موقف کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔آپ لکھتے ہیں:

> ’’نغمات الاسرار صفحہ ۶ کے اقتباس مذکور کی عبارت میں کسی قسم کی شرعی قباحت نہیں ہے۔ اس لیے کہ فقہ حنفی کے بہت سے مسائل کے احکام عرف پر مبنی ہیں۔ عرف کے بدلنے سے ان مسائل کے وہ احکام بدل جاتے ہیں جو ماقبل کے فقہانے بیان کیے تھے۔ان مسائل میں عرف کے بدل جانے کے باوجود دور سابق کے فقہا کے بیان کردہ احکام کو برقرار

رکھنا یہ تقلید میں وہ جمود ہے جس کی قباحت عیاں ہے۔ اگر دور حاضر کا کوئی عالم عرف کے بدل جانے کے سبب دور سابق کے فقہا کے بیان کردہ احکام کے خلاف حکم کو بیان کرتا ہے تو کوتاہ بیں لوگوں کو تقلید کی زنجیر ٹوٹتی ہوئی نظر آتی ہے حالاں کہ دور سابق کے فقہا اس زمانے میں ہوتے تو وہی حکم بیان کرتے جو دور حاضر کے فقیہ نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے اپنے زمانے کے عرف کے مطابق جو احکام بیان کیا تھا اس عرف کے بدل جانے کے سبب دور سابق کے فقہا کا بیان کردہ حکم باقی نہیں رہا۔ پس دور حاضر کے فقہا کے لیے دور سابق کے فقہا کے بیان کردہ حکم کو بعینہ باقی رکھنا شرعا درست نہیں ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ آج سے تقریبا بیس پچیس سال قبل ہر شہر میں آم کا پھل عددی تھا، گن کر آم بیچنا ہر شہر میں رائج تھا۔ پس اس دور میں دس آم کو بیس آم کے عوض اور چالیس آم کو ساٹھ آم کے عوض بیچنا درست تھا، لیکن آج کل آم کا پھل ہر شہر میں وزنی ہو چکا ہے پس دس آم کو بیس آم کے عوض بیچنے کا جواز جو دور سابق کے فقہا کے زمانے میں تھا آج کل باقی نہیں رہا، لہٰذا آج کل دس آم کو گیارہ آم کے عوض بیچنا بھی حرام و سود ہے ۔ اگر کوئی کوتاہ بیں دس آم کو گیارہ آم کے عوض بیچنے کو اس بنا پر جائز کہتا ہے کہ دورِ سابق کے فقہا نے اس کو جائز لکھا ہے تو وہ نادان و جاہل ہے، اس کوتاہ بیں کی تقلیدی جمود شرعا قبیح ہے ۔ علامہ ابن عابدین شامی نے رسم المفتی میں عرف کے تغیر کی بحث میں لکھا ہے:

فإن قلت العرف يتغير مرة بعد مرة فلو حدث عرف آخر لم يقع في الزمان السابق فهل يسوغ للمفتى مخالفة المنصوص واتباع العرف الحادث قلت: نعم فإن المتاخرين الذين خالفوا المنصوص فى المسائل المارة لم يخالفوه إلا

لحدوث عرف بعد زمان الإمام فللمفتی اتباع عرفه الحادث في الألفاظ العرفية وكذا الأحكام التى بناها المجتهد على ما كان فى عرف زمنه و تغيرعرفه إلى عرف آخر اقتداء بهم لكن بعد أن يكون المفتى ممن له راى ونظر صحيح ومعرفة بقواعد الشرع حتى يتميز بين ”العرف“ الذى يجوز بناء الأحكام عليه وبين غيره، فإن المتقدمين شرطوا فى المفتى الاجتهاد وهذا مفقود فى زماننا فلا اقل من ان يشترط فيه معرفة المسائل بشرائطها وقيودها التى كثير ا ما يسقطونها ولا يصرحون بها اعتمادا على فهم المتفقة، وكذا لابد من معرفة عرف زمانه واحوال اهله والتخرج فى ذلک على استاذ ماهر لذا قال فى آخر منية المفتى ”لو أن الرجل حفظ جميع كتب أصحابنا لابد أن يتلمذ حتى يهتدى إليه لأن كثيرا من المسائل يجاب عنه على عادات أهل الزمان فى مالايخالف الشريعة.“

ترجمہ: اگر تم کہو عرف بار بار بدلتا ہے اگر کوئی دوسرا عرف رائج ہو جا ئے جو پہلے زمانے میں نہیں تھا تو کیا مفتی کے لیے فقہائے کرام کی تصریحات کے خلاف رائج شدہ عرف کی پیروی کرنے کی گنجائش ہوگی؟ میں کہتا ہوں: متاخرین گزرے ہوئے مسائل میں امام اعظم کے زمانے کے بعد نئے عرف کی بنا پر امام اعظم کے خلاف گئے ہیں، ان مسائل کا عرف دوسرے عرف میں بدل جانے کے سبب ان کے خلاف جو حکم بیان کیا ہے وہ ان کی پیروی کرتے ہوئے ہی بیان کیا ہے۔ اسی طرح وہ احکام جن کو مجتہد نے اپنے زمانے کے عرف کے لحاظ سے اس کی مخالفت کی ہو، تو مفتی کے لیے لازم ہے کہ وہ عرفی الفاظ کے سلسلے میں نئے عرف کا اتباع

کرے۔ اسی طرح ان احکام کے سلسلے میں بھی نئے عرف کا اتباع کرے جو مجتہد نے اپنے زمانے میں اختیار کیا تھا اور مجتہد کا عرف دوسرے عرف سے بدل گیا۔ اسی سبب ان کے خلاف ان کی پیروی کرتے ہوئے حکم بیان کیا ہے، مگر ضروری ہے کہ مفتی درست رائے صحیح نظر رکھنے والا اور شریعت مطہرہ کے قواعد کو پہچاننے والا ہو تاکہ وہ احکام جو عرف پر مبنی ہوتے ہیں، دیگر احکام سے ممتاز کر سکے، اسی لیے متقدمین نے مفتی کے لیے مجتہد ہونے کی شرط بیان کی ہے اور یہ ہمارے زمانے میں مفقود ہے۔ پس کم از کم مفتی کے لیے مسائل کو ان شرائط و قیودات کے ساتھ جاننا ضروری ہے جن کو فقہا اکثر اوقات ساقط کر دیتے ہیں، اور تفقہ حاصل کرنے والے کے فہم پر اعتماد کرتے ہوئے صراحتاً بیان نہیں کرتے ہیں۔ کسی مفتی کو اپنے زمانے کے عرف اور اپنے زمانے والوں کے احوال کو جاننا اور کسی ماہر استاد سے فتوی کا مشق کرنا ضروری ہے، اسی لیے منیۃ المفتی کے اخیر میں کہا ہے: ”جس نے ہمارے اصحاب کی تمام کتابوں کو یاد کر لیا تو بھی فتوی دینے کی طرف راہ پانے کے لیے کسی ماہر استاد سے شرف تلمذ حاصل کرنا ضروری ہے، اسی لیے بہت سے مسائل کا جواب اہل زمانہ کے آداب کے مطابق دیا جاتا ہے جب کہ ان میں مسائل شریعت کی مخالفت لازم نہ آئے۔“

رسم المفتی میں دوسری جگہ لکھا ہے:

فقد ظهر لک أن جمود المفتی والقاضی علی ظاهر المنقول مع ترک العرف والقرائن الواضحة والجهل بأحوال الناس یلزم منه تضییع حقوق کثیرة وظلم خلق کثیرین.

ترجمہ: ہمارے لیے یہ ظاہر ہو گیا کہ فقہائے کرام سے منقول عبارت کے ظاہر پر جمے رہنے اور عرف و قرائن واضحہ کو چھوڑ دینے اور لوگوں کے احوال سے انجان رہنے سے بہت سے حقوق کا ضائع کرنا اور

بہت سے مخلوق پر ظلم کرنا لازم آتا ہے۔

مذکورہ عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بہت سے مسائل میں حالات اور زمانے کے بدل جانے سے اس کے احکام بدل جاتے ہیں، ان مسائل میں عرف وحالات کے بدلنے کے سبب فقہائے مجتہدین کے صراحۃً بیان کردہ حکم کے خلاف مفتی ماہر کے لیے اپنے زمانہ وحالات کے مطابق حکم بیان کرنا جائز ہے، نہ کہ تقلید میں جمود کا مظاہرہ کرتے ہوئے نئے دور میں نفاذ شریعت میں ان فقہا کے بیان کردہ حکم کی تقلید کی جائے گی، جو ایسا کرتا ہے وہ نادان وجاہل ہے، جب کہ مجتہدین فقہا کے صراحۃً بیان کردہ حکم کے خلاف، عرف وحالات کے بدلنے سے الگ حکم بیان کرنا جائز ہے، تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی کیا حقیقت؟ کہ ان مسائل میں ان کی مخالفت کو ناجائز اور ان کی گستاخی قرار دیا جائے۔ نام نہاد بریلویت کے علمبردار اور بریلی سے فتنہ پیدا کرنے والے سنیت کے دشمن کی جانب سے گستاخی قرار دیئے جانے سے اس کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی گستاخی نہیں قرار دی جائے گی۔

نغمات الاسرار کی عبارت: ''وہ حنفی ہیں، مگر ان کی تقلید میں جمود نہیں۔'' (مقدمہ نغمات الاسرار، ص:۱۱) کے تعلق سے بھی بعض کرم فرماؤں کا یہ کہنا ہے کہ اس میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور جمہور علمائے احناف کی توہین ہے۔ **استغفر اللہ تعالیٰ من ذلک**۔ اس تعلق سے مفتی صاحب اپنے فتوے میں فرماتے ہیں:

''نغمات الاسرار صفحہ:۱۱ کا درج شدہ اقتباس قباحت وشناعت سے خالی ہے۔ اس میں اسلام خصوصًا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی توہین کسی طرح بھی نظر نہیں آرہی ہے اس لیے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علم وفضل کے باوجود مقلد ہیں ان کے ہر ہر کلام میں ان کا کلام ہونے کی

حیثیت سے خطا اور غلطی ہونے کا احتمال ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی حقیقت کیا ہے ؟ امام اعظم کے کلام میں امام اعظم کا کلام ہونے کی حیثیت سے خطا کا احتمال ہے۔ اگر چہ دلیل کی طرف نظر کرتے ہوئے ان کے کلام میں درستگی کا غالب گمان ہے۔ درست ہونا یقین قطعی امام اعظم کے کلام میں بھی نہیں ہے کہ جو ان کے کلام کو نہیں مانے گا وہ گمراہ ہو جائے گا۔ البتہ جس مسئلہ پر چاروں امام کا اتفاق ہو گیا ہے۔ اس مسئلہ میں دلیل شرعی کی طرف نظر کرتے ہوئے خطا کا احتمال نہیں ہے۔ اگر کوئی اس مسئلہ کو نہ مانے تو اس کو گمراہ کہا جائے گا، لیکن اس کو کافر کہنا جائز نہیں ہے جب کہ وہ مسئلہ ضروریات دین میں سے نہ ہو، جیسے پانچ نماز کا فرض ہونا۔ گمراہ اس لیے کہا جائے گا کہ تین سو سال ہجرت کو گزر جانے کے بعد ائمہ اربعہ کے علاوہ کسی کے مذہب کی پیروی کرنے والا ایک فرد بھی باقی نہیں رہا۔ پس چوتھی صدی ہجری میں اس بات پر اجماع ہو گیا کہ حق ان چار مذہب میں منحصر ہے۔ جو ان چار مذہب سے عدول کرکے پانچواں قول کرے گا وہ اجماع کی مخالفت کے سبب سے گمراہ ہے۔ الاشباہ والنظائر میں ہے:

وما خالف الأئمة الأربعة مخالف للإجماع وإن كان فيه خلاف لغيره قد صرح في التحرير أن الإجماع انعقد على عدم العمل بمذهب مخالفة للأربعة لانضباط مذاهب هم وانتشارها وكثرة إتباعهم -(الأشباہ والنظائر ،ص:۹۲، دار الکتب العلمیہ)

ترجمہ: جو قول ائمہ اربعہ کے قول کے مخالف ہے وہ اجماع کے خلاف ہے اگر چہ اس میں ائمہ اربعہ کے علاوہ دوسرے کا اختلاف ہو، کیونکہ ائمہ اربعہ کے مذاہب منضبط اور مشہور ہیں اور ان کے پیرو کار بہت زیادہ ہے۔

مذکورہ عبارت سے بات واضح ہوتی ہے کہ جس مسئلہ میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے اس کی مخالفت گمراہی ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی کے قول کی مخالفت کو گمراہی قرار دینا نام نہاد بریلویت کا فتنہ ہے جس سے مسلمانوں کو بچانا لازم ہے۔"

**خلاصۂ کلام**

خلاصہ کلام یہ کہ نغمات الاسرار کی عبارتوں میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے، بس اس کے سمجھنے میں خطا ہوئی ہے۔ اسے وہابیہ سے جوڑنا معاندین کا فریب ہے۔

الحمدللہ! اربابِ خانقاہِ عارفیہ و جامعہ عارفیہ مذہب حنفی کے پیرو کار ہیں، سارے علما و اولیا و صلحا کی تعظیم و تکریم کا درس دیتے ہیں۔ ہاں! ان کی تقلید میں جمود نہیں ہے، یعنی حالات زمانہ اور ضرورت و حاجت کے وقت مسائل میں تحقیق بھی کرتے ہیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سمیت تمام محققین فقہا نے ایسا ہی کیا ہے۔

* * * * * * * * *

# دوسرا اعتراض: شافعی امام کے پیچھے نماز؟

اسی ضمن میں الاحسان شمارہ:۴ کی یہ عبارت بھی نقل کی جاتی ہے:

”اگر تم حنفی ہو تو بتاؤ کہ ان تینوں فقہی مذاہب؛ حنبلی ، مالکی اور شافعی کے پیرو کاروں میں کوئی اللہ کا ولی ہے یا نہیں؟ اگر ہے، تو بتاؤ کہ کسی ولی کی اقتدا میں نماز ہوگی یا نہیں؟ افسوس کہ ایک حنفی نماز تو چھوڑ سکتا ہے، مگر کسی شافعی یا حنبلی کی اقتدا نہیں کر سکتا! تعجب ہے کہ تم اپنے اصول کا دوسروں کو پابند بناتے ہو، جب کہ ان کے پاس بھی قرآن و سنت سے مستنبط اصول موجود ہیں، جن کو تم بھی برحق کہتے ہو۔ بتاؤ کیا تم تضاد بیانی کے شکار نہیں ہو؟ زبان سے برحق مانتے ہو اور دل سے باطل قرار دیتے ہو، قولاً حق گردانتے ہو اور فعلاً اس کا بطلان کرتے ہو۔ کیا یہ نفاق خفی نہیں ہے؟“ (الاحسان:۴، ص:۲۳)

اس سے بھی یہ تاثر دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہ عبارت بھی تقلید بیزاری کی دلیل ہے۔

اس عبارت کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے علمی اعتبار سے چند باتیں ذہن نشیں رکھنے کی ضرورت ہے:

### پہلی بات

حنفی اور شافعی بلکہ چاروں مسالک (حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی) کے اختلافات محض فروعی مسائل میں ہیں۔ اور یہ اختلافات بھی صرف مسائل شرعیہ میں ہیں، عقائد میں نہیں۔ عقیدے کے اعتبار سے سارے مسالک اہل سنت و جماعت ہیں۔

### دوسری بات

سارے ائمہ چوں کہ نیک، پرہیزگار اور تقویٰ شعار تھے۔ اس لیے ان لوگوں میں کسی قسم کا تعصب اور ایک دوسرے سے نفرت و دوری کا تصور بھی نہیں تھا۔ بلکہ ہر ایک دوسرے کے

مسائل کی رعایت کرتے اور آپس میں محبت کا معاملہ رکھتے تھے۔ ان لوگوں کا یہ اصول تھا کہ:

”ہم حق پرست ہیں امکان خطا کے ساتھ اور ہمارے مد مقابل امام خطا پر ہیں امکانِ حق کے ساتھ۔“

**تیسری بات**

چاروں ائمہ کے بعض مقلدین بالخصوص بعض احناف و شوافع ایک لمبے عرصے تک انہیں فروعی مسائل کی وجہ سے آپس میں دست و گریباں رہے ہیں، ان کا آپسی تعصب اور جھگڑا اس مقام پر پہنچ چکا تھا کہ ایک دوسرے سے سلام و کلام اور ایک دوسرے کی اقتدا میں نماز پڑھنا ترک کر چکے تھے۔

یہ ایک لمبی داستان اور بہت ہی دل خراش تاریخ ہے، جس پر ان شاء اللہ ”**فروعی مسائل میں تشدد: ایک تاریخی جائزہ**“ مضمون میں روشنی ڈالنے کی کوشش کی جائے گی۔

**چوتھی بات**

چاروں مسالک کا ایک دوسرے کی اقتدا کے تعلق سے شرعی حکم یہ ہے کہ امام اگر ایک دوسرے کے مسلک کی رعایت کرے تو سب کے نزدیک نماز جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

”اگر شافعی طہارت و نماز میں فرائض و ارکانِ مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہے اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے، اگرچہ حنفی کے پیچھے افضل اور اگر حال رعایت معلوم نہ ہو تو قدرے کراہت کے ساتھ جائز، اور اگر عادت عدم رعایت معلوم ہو تو کراہت شدید ہے اور اگر معلوم ہو کہ خاص اس نماز میں رعایت نہ کی تو حنفی کو اس کی اقتدا جائز نہیں، اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی، صورت اول و دوم میں شریک ہو جائے اور صورت سوم میں شریک نہ ہو، اور چہارم میں تو نماز ہی باطل ہے“۔ (فتاوی رضویہ مترجم، جلد۶، ص:۵۵۸)

اعلیٰ حضرت نے اقتدا کے تعلق سے چار صورتیں ذکر کی ہیں:

۱۔ امام اگر حنفی مسائل کی رعایت کرتا ہو تو بلا تردّد و بلا کراہت جائز ہے۔

۲۔ عادت معلوم نہ ہو تو کراہت کے ساتھ جائز۔

۳۔ عام طور پر رعایت نہ کرتا ہو تو شدید کراہت کے ساتھ جائز۔

۴۔ خاص اس نماز میں رعایت نہ کرنا معلوم ہو تو جائز نہیں۔

پہلی دو صورتوں میں شریک ہو اور اخیر دو صورتوں میں شریک نہ ہو۔

**پانچویں بات**

اگر کوئی مجبوری پیش آجائے مثلاً: شہر کی ایک ہی مسجد میں جمعہ کی نماز منعقد ہوتی ہو، یا جماعت حاضر ہو اور پیش امام شافعی المسلک ہو یا شافعی امام آگے بڑھ جائے۔ تو ایسی صورت میں نماز ادا کرلے۔

عبد الرحمن بن محمد بن سلیمان کلی بولی متوفی ۱۰۷۸ھ ایک حنفی عالم ہیں، ان کی کتاب 'مجمع الانہر' پر اعلی حضرت فاضل بریلوی کا حاشیہ بھی ہے۔

صاحب ''مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر'' لکھتے ہیں:

''وفي الجواهر فالأحوط أن لا يصلي خلفه هذا إذا لم يعلم وأما إذا علم أنه يتعصب ولم يتوضأ من فصده ونحوه أو لم يغسل ثوبه من المني أو لم يفركه أو توضأ من ماء مستعمل أو نجس أو أشباهها مما يفسد الصلاة عندنا لا يجوز اقتداؤه فإن تقدموا جاز لقوله عليه الصلاة والسلام صلوا خلف كل بر وفاجر والفاسق إذا تعذر منعه تصلى الجمعة خلفه وفي غيرها ينتقل إلى مسجد آخر وكان ابن عمر وأنس رضي الله تعالى عنهما يصليان الجمعة خلف الحجاج مع أنه كان أفسق أهل زمانه كما في التبيين''(۱/۱۶۳)

ترجمہ: ''جواہر میں ہے کہ اگر شافعی المسلک کے بارے میں رعایت کا علم نہ ہو تو احتیاطاً اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ اور جب معلوم ہو کہ اس نے تعصب سے (یعنی قصداً دوسرے مسالک کی عدم رعایت کے سبب) فصد وغیرہ کے بعد وضو نہیں کیا، یا منی لگنے کے بعد کپڑے کو دھویا نہیں یا منی کو کھرچ کر پھینکا نہیں، ماء مستعمل، نجس یا ایسے پانی سے وضو کیا جس سے ہمارے

(احناف کے) نزدیک وضوٹوٹ جاتا ہے تو ایسے امام کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔ لیکن اگر ایسا شخص (جو تعصب کی بنیاد پر مذکورہ اعمال انجام دیتا ہو) نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھ جائے تو اقتدا کرنا جائز ہے۔کیوں کہ حضور ﷺ کی حدیث ہے: ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لو۔ یہ اس وقت ہے جب اس کو روکنا متعذر ہو تو جمعہ کی نماز ادا کرلے، باقی نمازوں کے لیے دوسری مسجد چلا جائے۔ حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہما حجاج کے پیچھے نماز ادا کرتے تھے حالاں کہ حجاج اپنے زمانے کا سب سے بڑا فاسق تھا۔ جیسا کہ تبیین میں ہے۔''

امام ابن ابوالعز حنفی (۷۹۲ھ) صاحبِ شرح عقیدہ طحاوی اپنی کتاب ''**رسالہ لطیفہ فی حکم الاقتداء بالمخالف**'' میں لکھتے ہیں کہ:

''امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ ہارون کو دیکھا کہ وہ پچھنا لگوانے کے بعد وضو کیے بغیر نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھ گئے تو امام ابو یوسف نے ان کے پیچھے نماز پڑھ لی۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک تو پچھنا لگانے کے بعد وضو کرنا ضروری ہے، پھر بھی آپ نے کیسے نماز پڑھ لی؟ جواب دیا کہ خلیفہ کی مخالفت کرنا بدعت ہے، اس لیے میں نے نماز پڑھ لی۔''(ص:۳۲)

یہاں اگرچہ آپ نے بوجہِ مجبوری اور خلیفہ کے خلاف نہ کرنے کی وجہ سے نماز ادا کی، لیکن اس سے اتنا تو پتہ چل ہی گیا کہ اگر امام رعایت نہ بھی کرے تب بھی نماز ہو جائے گی۔

### چھٹی بات

کسی بات کو اگر اس کے سیاق و سباق سے ہٹا کر دیکھا جائے تو، بہ آسانی اس میں غلط معنی پیدا کیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر قرآنِ پاک کی آیت کریمہ: لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ (نماز کے قریب مت جاؤ) کو ''وَأَنتُمْ سُکَارَیٰ'' (نشے کی حالت میں) سے الگ کر کے کوئی شخص یہ کہے کہ: اللہ نے نماز کے قریب جانے سے بھی منع کیا ہے، لہٰذا نماز پڑھنا حرام ہے۔ تو یقیناً ایسا شخص خاطی ہوگا۔

اسی طرح ناقل محترم نے ''**الاحسان**'' کی نقل کردہ عبارت کو اس کے سیاق سے ہٹا کر ایک غلط معنی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ منقولہ عبارت سے پہلے صاف طور پر لکھا ہے:

’’ضرورت و حاجت کے وقت دوسرے امام کے قول پر عمل کرنے کی ائمہ نے تو اجازت دی ہے، لیکن کیا ترک نماز بھی کسی امام کا مذہب ہے؟‘‘ (الاحسان: ۴، ص: ۲۳)

ہم اوپر یہ معلوم کر چکے ہیں کہ ضرورت وحاجت کے وقت انسان شافعی امام کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ تو ’’الاحسان‘‘ کی عبارت کو اس کے سیاق و سباق کے ساتھ ملا کر دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ نفاق خفی کا حکم اس شخص کے لیے ہے جو تعصب یا کسی اور وجہ سے ترک جماعت ہی کو اپنی عادت بنا لے۔

**ساتویں بات**

سیاق و سباق کی طرح اگر کسی بات کو اس کے صحیح تناظر اور کونٹیکسٹ (Context) سے ہٹا کر دیکھا جائے تب بھی معنی غلط نکل سکتا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک کی بہت سی آیتوں کو اگر اس کی شان نزول سے ہٹا کر دیکھا جائے تو بہت سے غلط معانی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے علوم القرآن میں شان نزول کو باضابطہ ایک فن کی صورت میں پڑھایا جاتا ہے۔

’’الاحسان‘‘ کی منقولہ عبارت کے پیچھے اصل واقعہ یہ ہے کہ جس زمانے میں داعی اسلام کے یہ افادات جمع ہوئے، اس وقت کیرلا اور مصر کے تعلق سے معلوم ہوا کہ وہاں پر شمالی ہند کے حنفی طلبہ شافعی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور عام طور پر جماعت بلکہ نماز بھی ترک کرتے ہیں۔ (دروغ بر گردن راوی)۔ تو داعی اسلام مدظلہ العالی نے فرمایا:

’’ضرورت و حاجت کے وقت دوسرے امام کے قول پر عمل کرنے کی ائمہ نے تو اجازت دی ہے، لیکن کیا ترک نماز بھی کسی امام کا مذہب ہے؟‘‘ (الاحسان: ۴، ص: ۲۳)

داعی اسلام مدظلہ کی مذکورہ گفتگو کو اسی تناظر میں دیکھنا چاہیے۔

ہمارے حنفی طلبہ کیرلا یا مصر تعلیم حاصل کرنے جاتے ہیں اور تین، چار سال یا اس سے زیادہ کی مدت تک تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ وہاں کی مساجد میں اگر شافعی امام ہوں تو وہ وہیں کے انتظامیہ کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں، یعنی ان کو ہٹانے پر قادر بھی نہیں ہیں، ایسی صورت میں امام کے بارے میں معلوم کیے بغیر کہ وہ احناف کی رعایت کرتے ہیں یا نہیں؟ عموماً جماعت ترک کرنا

ہمارے اس قول کے منافی ہے کہ: ”شافعی بھی برحق ہیں اور اہل سنت سے ہیں۔“ حالاں کہ غالب گمان یہ ہے کہ شوافع ایسے مقام پر ایسا امام متعیّن کریں گے جو احناف کی بھی رعایت کرتے ہوں۔ایسی صورت میں مسلسل جماعت ترک کرنا یقیناً نفاق خفی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

آگے حضرت داعی اسلام نے فرمایا:

”فقہی اصولوں کے اختلاف کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ایک شافعی، حنفی کی اقتدا میں اور ایک حنفی، شافعی کی اقتدا میں نماز ادا نہیں کرتا، خواہ امام اپنے زمانے کا متقی، صالح اور ولی اللہ ہی کیوں نہ ہو؟ بتاؤ کہ اگر ایک حنفی یا شافعی کو غوث اعظم کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کا موقع میسر آئے تو کیا کرے گا؟ ان کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کو اپنی سعادت مندی جانے گا یا یہ کہے گا کہ آپ کی غوثیت قبول مگر میں حنفی یا شافعی ہوں اور آپ مذہباً حنبلی ہیں، اس لیے آپ کی اقتدا میں میری نماز نہ ہوگی؟“ (الاحسان: ۴، ص: ۲۳)

کیا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا دوسرے اللہ کے ولیوں کے تعلق سے یہ تصور بھی کیا جاسکتا ہے کہ وہ تعصب کی وجہ سے لوگوں کی نماز خراب کرنے کے لیے جان بوجھ کر رعایت نہیں کریں گے؟ نعوذ باللہ تعالیٰ من ھذا الظن الفاسد۔ اور جب سارے مذاہب میں اللہ کے ولی ہوسکتے ہیں تو پھر یہ خیال کیوں نہیں رہتا کہ یہ شافعی امام اللہ کا ولی بھی تو ہوسکتا ہے؟

**آٹھویں بات:**

اختلافی مسائل میں ہر شخص اپنی تحقیق اور رائے پر عمل کر سکتا ہے، کوئی کسی پر لعن طعن نہیں کر سکتا، بلکہ لعن طعن صرف مجمع علیہ مسائل میں اختلاف کرنے کے وقت کیا جائے گا۔ لاینکر المختلف فیہ و انما ینکر المجمع علیہ (دیکھیے: الاشباہ والنظائر، قاعدہ: ۳۵، ص: ۱۵۸) یعنی علما اپنی اپنی رائے اور تحقیق پر عمل کرتے ہوئے دوسروں کی رائے کا احترام کریں اور ایک دوسرے پر لعن طعن نہ کریں۔ اس سلسلے میں خانقاہ عارفیہ کا تفصیلی فتویٰ آخر میں بطور ضمیمہ شامل ہے۔

**دعوت فکر!**

اب ذرا منقولہ اقتباس پر بھی غور کریں اور آپ ہی بتائیں کہ اس میں تقلید بیزاری کی بات کہاں سے پیدا ہوگئی؟ حالاں کہ اس میں تو حنفی و شافعی کی بات چل رہی ہے اور ان دونوں کا شمار مقلد

مذاہب میں ہوتا ہے۔ائمہ اربعہ کے مقلدین کو نماز کے فرائض و واجبات کی رعایت کے ساتھ ایک دوسرے کی اقتدا میں نماز ادا کرنی چاہیے، یہ شرعًا و مذہبًا درست و صحیح ہے۔ اگر یہ رعایت شافعی کرلیں تو کوئی وجہ نہیں کہ حنفی کی نماز شافعی کے پیچھے نہیں ہوگی۔ اس کے باوجود اگر کوئی اقتدا سے گریز کرے تو یہ یقیناً نفاق خفی ہے۔ کیوں کہ آپ زبان سے ان سب کو برحق کہتے ہیں اور عملاً ان کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کو برا جانتے ہیں تو یہ نفاق خفی ہی تو ہوا؟

### امام شعرانی کی تائید

اس مقام پر امام شعرانی کے وہ اقتباسات بھی نقل کرنا مناسب رہے گا جن میں مذکورہ نظریے کی تائید ہوتی ہے، بلکہ در اصل حضور داعی اسلام شیخ ابوسعید صفوی نے اہل سنت و جماعت کے انھی مقتدر علما و صلحا کے افکار کو اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ امام شعرانی فرماتے ہیں:

”اس کتاب (میزان الشریعۃ الکبریٰ) کی تالیف کے اہم محرکات میں یہ بات بھی تھی کہ میں اپنے بھائیوں کے لیے اس آیت کریمہ کے مقتضا پر عمل کی راہ ہموار کرسکوں: ”تمھارے لیے ہم نے وہ دین مشروع کیا ہے جس کا حکم ہم نے نوح کو دیا تھا، جس کی وحی تمھاری طرف نازل کی اور جس کا حکم ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ دین قائم کرو اور اس میں اختلاف پیدا نہ کرو۔“ (الشوریٰ:۱۳)

اس تصنیف (میزان الشریعۃ الکبریٰ) کے پیچھے یہ مقصد بھی تھا کہ مقلدین کا قول کہ تمام ائمہ برحق ہیں، ان کے دلی اعتقاد کے موافق ہوجائے، تاکہ وہ اپنے ائمہ کے حق ادب کا پاس رکھیں اور آخرت میں اس پر مرتب ہونے والے ثواب سے لطف انداز ہوں اور جو شخص زبانی طور پر تو یہ کہتا ہے کہ مسلمانوں کے تمام ائمہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور اپنے دل میں اس کا اعتقاد نہیں رکھتا، وہ نفاق اصغر سے محفوظ ہوجائے، جس کی مذمت اللہ کے رسول ﷺ نے فرمائی ہے۔“ (میزان الشریعۃ الکبریٰ، ص:۷)

آگے چل کر لکھتے ہیں:

”جو لوگ صرف ایک امام کو برحق کہتے ہیں وہ ابھی ناقص ہیں، ان کا سلوک مکمل نہیں ہوا ہے۔“ (میزان الشریعۃ الکبریٰ، ص:۲۹)

چند صفحات کے بعد رقم طراز ہیں:

’’کسی خاص مسلک فقہ کے اتباع میں در حقیقت کوئی مشقت ہے ہی نہیں، کیوں کہ اس مسلک کے بانی نے ضعیف کے لیے عزیمت کو واجب نہیں کیا ہے بلکہ اس کے لیے یہ جواز رکھا ہے کہ وہ اپنے مسلک سے خروج کرتے ہوئے دوسرے امام کے قول رخصت پر عمل کرے۔ اس طرح اس امام کا مسلک بھی شریعت کے دونوں مرتبوں (تشدید وتخفیف) پر مبنی ہوا۔ اس لیے جو مسلک معین کے التزام کو واجب سمجھتے ہیں ان کے یہاں بھی در حقیقت کوئی تنگی یا مشقت نہیں ہے۔ اگر اس انداز میں شریعت کو نہیں سمجھا گیا تو گویا شریعت کو سمجھا ہی نہیں گیا اور اس طور پر مجتہدین کے مسلک کو پیش نہیں کیا گیا تو گویا در حقیقت پیش ہی نہیں کیا گیا اور نہ مقلد کا یہ اعتقاد درست ہوا کہ مسلمانوں کے تمام ائمہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں بلکہ اس کا قلب، اس کی زبان کے خلاف ہے اور یہ نفاق کی ایک صفت ہے۔ (میزان الشریعۃ الکبریٰ، ص:۴۲)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

’’ہر وہ مقلد جو مشکل حالات میں بھی دوسرے امام کے قول پر عمل کرنے سے گریزاں ہے اس کا گریز، ہٹ دھرمی ہے نہ کہ تقویٰ۔‘‘ (میزان الشریعۃ الکبریٰ، ص:۴۶)

افسوس! نہ صرف یہ کہ اہل سنت و جماعت کے اکابر علما کے موقف کو غلط ٹھہرانے کی کوشش کی جاتی ہے بلکہ صاف و شفاف عبارات کو بھی داغ دار بناکر پیش کیا جارہا ہے اور زبردستی تقلید بے زاری ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، بلکہ اسے غیر مقلدیت سے جوڑا جارہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ضرورت کے وقت یا ایک دوسرے کے مذہب کی رعایت کرنے کے باوجود کسی حنفی کا شافعی کی اقتدا کرنا یا ایسی صورت میں اقتدا کرنا جب امام کی جانب سے احناف کی عدم رعایت معلوم نہ ہو، غیر مقلدیت ہے؟ اگر معترضین ایسا سمجھتے ہیں تو انہیں اعتراض کرنے سے پہلے فقہی کتابوں کا مطالعہ کرکے اپنے علم کو وسعت دینا چاہیے۔

خلاصہ یہ کہ مذکورہ عبارت پر یا تو لاعلمی کی بنیاد پر اعتراض کیا جارہا ہے یا جان بوجھ کر تعصب میں اسے غیر مقلدیت سے جوڑنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

☆☆☆☆☆

# تیسرا اعتراض: ابن تیمیہ نوازی کا الزام

بعض کرم فرما اس مسئلے کو لے کر بہت سی الزام تراشیاں اور بہتان بازیاں کرتے ہیں، جس سے غیر جانب دار عوام و خواص کو اصل مسئلہ سمجھنے میں کافی دشواری ہوتی ہے۔ آئیے! ذیل میں ہم اس پر کچھ روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

خانقاہ عارفیہ کے اشاعتی ادارہ "**شاہ صفی اکیڈمی**" سے شائع ہونے والا سالانہ مجلہ "الاحسان:۲" میں مولانا ضیاء الرحمن علیمی صاحب کا ایک تحقیقی مقالہ چھپا، جس سے یہ عبارت نقل کرکے اسے متنازع بنانے کی کوشش کی جاتی ہے:

"اللہ تعالیٰ نے شیخ ابن تیمیہ کو بڑی خوبیوں سے نوازا تھا وہ حافظہ، علم و فضل، تقوی وخشیت، زہد و ورع، قناعت و صبر، جرأت و شجاعت، سنت کی پیروی، بدعت سے اجتناب، اعلائے کلمہ حق اور جہاد کے لیے ہمہ وقت کمربستگی، یہ وہ خصوصیات ہیں جن سے وہ اپنے معاصرین کے مابین ممتاز اور مشہور ہوئے۔" (الاحسان اردو:۲، ص:۲۰۷)

اس اقتباس کو نقل کرکے یہ تاثر دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ خانقاہ عارفیہ ابن تیمیہ کی حمایتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

یہاں چند باتوں کی طرف توجہ ضروری ہے:

**پہلی بات**

یہ عبارت ماہر علوم اسلامیہ حضرت علامہ و مولانا ضیاء الرحمن علیمی صاحب کے ایک مضمون "شیخ ابن تیمیہ کا نقد تصوف: ایک مطالعہ" سے ماخوذ ہے۔ اور یہ مولانا ضیاء الرحمن صاحب کی اپنی رائے یا موقف نہیں ہے، بلکہ اکابر علمائے اہل سنت کی آرا کی تلخیص ہے۔ اس طرح کی تعریفی

عبارتیں فاضل مضمون نگار مولانا ضیاء الرحمن علیمی صاحب کی اپنی نہیں ہیں، بلکہ انھوں نے حافظ ذہبی (م۷۴۸ھ)، حافظ زملکانی (م۷۲۷ھ)، ابن دقیق العید (م۷۰۲ھ) حافظ فتح الدین ابن سید الناس اور حافظ ابوالحجاج مزی (م:۷۴۲ھ) کے حوالے سے ان جلیل القدر علما، فقہا و محدثین کے اعترافات نقل کیے ہیں۔ جس کی تفصیل الاحسان میں موجود ہے۔

**دوسری بات**

یہاں قابل توجہ بات یہ ہے کہ معترضین مذکورہ عبارت کو اس کے سیاق و سباق سے ہٹا کر نقل کرتے ہیں۔ یہ اقتباس ''**ابن تیمیہ کی خصوصیات اور معاصرین کی شہادت**'' کی ذیلی سرخی کے تحت علما کے اقوال سے ماخوذ مقالہ نگار کے تمہیدی الفاظ ہیں۔ ذیلی سرخی ہی سے پتہ چل جاتا ہے کہ اس کے بعد آنے والی باتیں مصنف کی ذاتی نہیں بلکہ ابن تیمیہ کے معاصرین کی شہادت کو نقل کیا گیا ہے جو مکمل اقتباسات دیکھنے سے واضح ہو جاتا ہے۔

**تیسری بات**

الاحسان:۲ میں یہ مضمون متشدد وہابیہ کے رد میں لکھا گیا ہے جو تصوف کا بالکلیہ ردّ کرتے ہیں، حالاں کہ وہابیہ ابن تیمیہ کو اپنا پیشوا اور سرخیل عالم تسلیم کرتے ہیں، اور ابن تیمیہ نے تصوف کو دو قسموں؛ اسلامی تصوف اور غیر اسلامی تصوف میں تقسیم کرتے ہوئے تصوف اسلامی کی تعریف و توصیف بھی کی ہے۔ یہ مضمون لکھ کر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ موجودہ متشدد وہابیہ کا عمل نہ صرف حقیقت کے خلاف، بلکہ اپنے پیشوا کے بھی خلاف ہے، کیوں کہ ان کے پیشوا نے کسی نہ کسی جہت سے تصوف کی تعریف کی ہے، اگرچہ جسے ابن تیمیہ نے اپنے زعم میں غیر اسلامی تصوف کہا ہے، اس کا بڑا حصہ بھی اسلامی ہی ہے۔

**چوتھی بات**

یہاں ایک دل چسپ بات یہ ہے کہ جس طرح مولانا ضیاء الرحمن علیمی صاحب نے شیخ ابن تیمیہ کی تعریف کرنے والوں کو نقل کیا اسی طرح اُن کی خامیاں شمار کرانے والوں کو بھی نقل کر دیا ہے، لیکن ہمارے کرم فرما معترضین اپنی نیت کا پتہ بتانے کے لیے صرف آدھی بات نقل کرتے

ہیں۔چنانچہ الاحسان کے اسی مضمون کا یہ اقتباس بھی پڑھیں:

”طبیعت کی اس حدت کی وجہ سے وہ (ابن تیمیہ) اپنے حریفوں کی اس طرح تنقید کرتے ہیں کہ وہ ان کو کم علم جاہل واحمق قرار دے دیتے ہیں،ان کو ذلیل کرنے اوراس کا مذاق اڑانے کی کوشش کرتے ہیں- چنانچہ مسئلہ زیارت میں جب قاضی ابن الاخنائی مالکی نے ان کا رد لکھا تواس پر رد عمل ظاہر کرتے ہوئے انہوں نے اپنے جواب میں یہ لکھا کہ اخنائی نہایت کم علم ہیں اوران کی معلومات بہت تھوڑی ہے اوروہ اس مسئلے میں خامہ فرسائی کی استعداد ولیاقت نہیں رکھتے ہیں-(الاحسان:۲، بحوالہ:تاریخ دعوت وعزیمت،ج:۲،ص:۱۵۱)

**پانچویں بات**

اس سے بھی زیادہ دل چسپ بات یہ ہے کہ خود فاضل مقالہ نگار نے ابن تیمیہ کے افکار پر گرفت فرمائی ہے لیکن ہمارے کرم فرما اسے بھی نظر انداز کر جاتے ہیں۔چنانچہ اسی مقالے میں مقالہ نگار کا یہ اقتباس بھی ملاحظہ کریں:

ان سارے مسائل میں شیخ ابن تیمیہ کو بڑی غلط فہمی ہوئی ہے اوران کی فکر نے زبردست ٹھوکر کھائی ہے،اور بلا شبہ معصوم صرف انبیا اور رسل ہوتے ہیں،ظاہر ہے کہ انہوں نے الہام،کرامت اور سماع میں رقص وحال کی جو ”جناتی توجیہ“ کی ہے اس کی قطعیت پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے،یوں ہی حیرت ہے کہ شیطان ظاہر ہوکر کسی کی حاجت برآری کر سکتا ہے لیکن مشائخ اولیاء اللہ ایسا نہیں کر سکتے اوراللہ تعالی ان کو یہ قدرت نہیں دے سکتا؟-یوں ہی ان کی یہ بات بھی اٹکل ہی کے زیادہ قریب ہے کہ پہاڑوں،وادیوں میں ظاہر ہونے والے سب شیاطین ہی ہیں ، وہ صالحین کی روحانیتیں نہیں ہوسکتیں؟وہ شیاطین کی روحانیت تسلیم

کررہے ہیں لیکن صالحین کی روحانیت کے امکان کو مسترد کرتے ہیں یا کم ازکم اپنے عہد کے لوگوں کے لیے تسلیم نہیں کررہے ہیں، وہ اس سلسلے میں اس طرح کے واقعات کے تمام اہل ایمان راویوں کی سرے سے تکذیب کررہے ہیں-جب کہ اہل ایمان سے ہمیں حسن ظن کا حکم دیا گیا ہے اور ''مومن میں اصل وصف عدالت'' ہے-(الاحسان:۲،ص:۷۳)

**چھٹی بات**

جب بعض کرم فرمااس مسئلے کو لے کر غلط فہمیاں پھیلانے لگے تو مورخہ ۵ محرم الحرام ۱۴۳۶/۱۹اکتوبر۲۰۱۵کو مولانا مجیب الرحمن علیمی نے ایک وضاحتی بیان جاری کیا، جو یہ ہے:

''ابن تیمیہ کے تعلق سے جو باتیں خانقاہ عارفیہ اور اس کے علماو مشائخ کی طرف منسوب کی گئی ہیں وہ سب الزامات پر مبنی ہیں کیونکہ خانقاہ کا موقف ابن تیمیہ کے تعلق سے گمراہ وگمراہ گر ہونے کا ہے۔اور وہ ساری باتیں جن کا انتساب خانقاہ کی طرف کیا گیا ہے، وہ متقدمین علما کی باتیں ہیں جن کو مولانا ضیاءالرحمن علیمی نے اپنے مقالہ میں نقل کیا اور پھر اس کا علمی جائزہ پیش کیا لیکن بعض حاسدین الزامات پر مشتمل پوسٹر شائع کرکے مکروفریب کا مظاہرہ کررہے ہیں اور خانقاہ عارفیہ سید سراواں شریف کو عوام الناس کی نظر میں بدنام کرنے کی ناکام کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔اللہ حاسدین کو حسد سے پاک فرمائے اور ہم سب کو حق جاننے اور حق تسلیم کرنے کی توفیق عطا کرے آمین۔۔''(سوشل میڈیا اشاعتِ عام)

**دعوت انصاف**

ذی شعور حضرات خود اندازہ کرسکتے ہیں کہ:

**اولاً**: مولانا ضیاءالرحمن علیمی صاحب کی بات کو سیاق وسباق سے ہٹا کر غلط معنی پہنایا گیا۔

**ثانیاً**: تعریف کو تو بیان کردیا لیکن مذمت کو چھپا دیا گیا۔

**ثالثاً:** خود مقالہ نگار نے ابن تیمیہ پر تنقید کی، اسے بھی بیان نہیں کیا جاتا۔

**رابعًا:** خانقاہ کا موقف آجانے کے باوجود اور اس کی وضاحت کرنے کے بعد بھی اسے خانقاہ کا موقف کہہ کر عوام کو بھڑکانے کی کوشش کی جارہی ہے، الزام تراشیوں اور بہتان بازیوں کا سلسلہ جاری ہے۔ اب یہ ہٹ دھرمی کا کون سا مقام ہے؟ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ ہم بس اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ حق بولنے، حق سننے اور حق کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

### ساتویں بات

## ابن تیمیہ کی تعریف کرنے والے علمائے اہل سنت کا حکم؟

برسبیل تنزل اگر یہ بات تسلیم بھی کرلی جائے کہ فاضل مقالہ نگار مولانا ضیاالرحمن علیمی صاحب نے ذاتی طور پر ابن تیمیہ کی تردید کے ساتھ تعریف کے بھی چند جملے لکھ دیئے ہیں تو اب یہاں علمی طور پر یہ بات بھی جاننے کی ہے کہ ابن تیمیہ کی ستائش کرنے والوں کا کیا حکم ہے؟ کیوں کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اہل سنت ہی کے اکابر علما میں سے بعض نے ابن تیمیہ کی تعریف و توصیف کی ہے اور ان کی خوبیاں شمار کرائی ہیں۔ ویسے بھی عدل کا تقاضا یہی ہے کہ اگر کسی میں خامی ہے تو اس کی خامیاں ضرور اجاگر کی جائیں، لیکن ساتھ میں اس کے اندر اگر خوبیاں ہیں تو ان کو بھی تسلیم کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی جاننا چاہیے کہ اہل سنت ہی سے بہت سے اکابر علما نے ابن تیمیہ کی تعریف و توصیف بھی کی ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری حنفی مرقات شرح مشکوۃ میں صفات باری کے مسئلے میں ابن تیمیہ اور ابن قیم کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جو شخص بھی منازل السائرین کی شرح [مؤلفہ ابن قیم] کا مطالعہ کرے گا، اس پر واضح ہوجائے گا کہ ”إنهما من أهل السنة والجماعة، بل ومن أولياء هذه الأمة“ یعنی ابن تیمیہ اور ابن قیم اہل سنت و جماعت سے ہیں اور یہ دونوں اس امت کے اولیا میں سے ہیں۔“

(مرقات، کتاب اللباس، ج:۷، ص:۲۷۷۸)

قاضی شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ[۱] ابن تیمیہ اور ابن قیم کے رد میں لکھی گئی کتاب "**شواھد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق**" میں لکھتے ہیں:

"تو جان لے کہ ابن تیمیہ اس شور برپا کرنے والے کالے سمندر کی طرح ہیں جس کی موجیں تھپیڑے مارتی ہیں۔ وہ سمندر کبھی ساحل پر لولو اور مرجان ڈال دیتا ہے اور کبھی پتھر اور سیپ، کچھ گندگی اور مردے کی بدبودار لاش، ابن تیمیہ کی پہلی اور بہتر صفت (سمندر سے ساحل پر لولو اور مرجان لے آنا) ان پر غالب ہے۔ اس طرح سے ابن تیمیہ کی دو صفت ہیں، ایک پسندیدہ صفت ہے، وہ علم نافع میں ابن تیمیہ کے امام ہونے کی صفت ہے جو ان پر غالب ہے۔ اسی صفت کے سبب وہ مدح کے مستحق ہیں۔ میں نے اپنے کلام میں ابن تیمیہ کی تعریف کی ہے جیسا کہ ابن تیمیہ کی اس صفت کے سبب مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کے اکابر علما میں سے بہت سے لوگوں نے ان کی تعریف کی ہے۔

ابن تیمیہ کی دوسری صفت مذمومہ ہے وہ ان کے بعض بدعتوں میں ان کے امام ہونے کی صفت ہے اور ابن تیمیہ اس صفت کے سبب مذمت کیے جانے کے مستحق ہیں۔" (ص:۱۴۴)

(۱) امام یوسف نبہانی اہل سنت و جماعت کے ایک جلیل القدر عالم دین، مصنف، شاعر، ادیب اور قاضی تھے۔ فلسطین میں واقع نبہان نامی ایک گاؤں میں ۱۲۶۵ھ بمطابق ۱۸۴۹ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد شیخ اسماعیل نبہانی سے اور پھر جامعہ الازہر میں ۶ سال تعلیم حاصل کی۔ وزارت قانون و انصاف بیروت میں سربراہ کی حیثیت سے ۲۰ سال خدمات سرانجام دی۔ اس کے بعد مدینہ منورہ کا سفر اختیار کیا اور وہاں کافی عرصہ تالیف و تصنیف کے کام میں مشغول رہے اور پہلی جنگ عظیم کی وجہ سے وطن واپس لوٹے۔ سلاسل تصوف کے سلسلہ قادریہ، رفاعیہ، شاذلیہ، نقشبندیہ، ادریسیہ اور خلوتیہ سمیت متعدّد مشائخ اور اکابرین سے فیض حاصل کیا۔ پچاس سے زائد اہم موضوعات پر ضخیم تصنیفات یادگار چھوڑیں۔ ہندوستان کے معاصر علما میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی کے معتمد تھے، الدولۃ المکیہ پر آپ کی تقریظ بھی موجود ہے۔

مفتی شہاب الدین اشرفی صاحب نے بھی اپنے فتوی میں جو لکھا ہے، اسے بھی یہاں نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، اس کی حیثیت محض ایک علمی تحریر کی ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ موصوف اس وقت اس موقف پر ہوں یا نہ ہوں۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

”مثال کے طور پہ ہمارے اسلاف نے ابن تیمیہ، ابن قیم کی عبارت قبیحہ اور ان کے عقائد شنیعہ کی جہاں مذمت کی ہے وہیں ان کے عمدہ اور اچھی عبارتوں کی تعریف و توصیف بھی کی ہے نہ کہ صرف مذمت کی ہے۔ بلکہ ان کو جید امام، شریعت اسلامیہ کا خادم، ان کی عبارت قبیحہ اور عقائد شنیعہ کے باوجود کہا ہے۔ قاضی شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ اور ابن قیم کے رد میں لکھی گئی کتاب ”شواھد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق“ ص:۱۴۴، پر لکھا ہے:

إعلم أن الإمام ابن تيمية هو في العلم كالبحر العجاج، المتلاطم بالأمواج، فهو تارة يلقي باللؤلؤ والمرجان، وتارة يلقي الأحجار والصدف وتارة يلقي الأقذار والجيف ولكن صفته الأولى والجميلة هي الغالبة عليه فله صفتان صفة محمودة وهى صفة إماميته فى العلم النافع وهى الغالبة عليه وبها يستحق المدح ومتى مدحته فى كلام فامدحه لاجلها كما مدحه لذالک كثير من اكابر العلماء المذاهب الأربعة، وصفة مذمومة وهى صفة اماميته ببدعه المعلومة وبها يستحق الذم، ولأجلها ترانى اذمه تبعا لمن ذمه عليها من علماء المذاهب الاربعة تحقيرا للمسلمين أن يتبعوه عليها ورحمة بهم وشفقة عليهم من أن ينخدعوا بزخارف كلماته المنمقة فيهووا بمهاوى زلالته الممتحقة.

وكذلک يقال فى حق تلميذيه ابن القيم وابن الهادى وإن كان استحقاق ابن القيم للمدح أكثر لكثرة مؤلفاته النافعة فإياک أيها المطلع على كتابى هذا أن تظن وقوع التناقض من هذه الجهة

فی کلام و کلام من اتبعتهم علی ذالک من أئمة علماء المذاهب الأربعة لأن المدح کما علمت راجع لأوصافه الممدوحة والذم راجع لأوصافهم المذمومة ووالله لو لا أن بدعهم متعلقة بلباب الدین وشؤون سید المرسلین ﷺ لما تعرضت لأحد منهم بکلمة فیها أدنی ذم له ولو صدر منهم من الخطا ما عساه أن یصدر لأنهم بشر ولیسوا بأنبیاء فهم غیر معصومین من الخطأ وإنما ینظر إلی مایغلب علیهم من الحسنات أو السیئات وحسنات هؤلاء الأئمة هی بحمد الله أکثر من سیئاتهم أضعافا کثیرا لأنهم من الأئمة الإسلام و أکابرا لأئمة الأعلام۔ لاسیما والإعتراض من مثلی علی مثلهم فیه عدم توقیر الصغیر للکبیر وهو منهی عنه شرعا إذا لامناسبة بینی و بینهم فر العلم و الفهم لان من أضعف الطلبة و هم من أئمة العلماء ولکن هذه المسائل التی زلوا فیها وخالفوا فیها جمهور الأمة المحمدیة، وجلبوا بها علی ا لمسلمین وعلی أنفسهم أعظم بلیة هی من الظهور بحالة لا تخفی علی مثلی ولا علی من هو أقل منی۔ ومع ذالک فإن مع نقلی ردود العلامء علیهم فی تلک البدع، ومبالغتی فی تحذیر المسلمین منها والرد علیهم فیها اعتقد کمال فضلهم وتقواهم وإمامتهم فی الدین فی غیر ماخالفوا به جمهور المسلمین.

فیلزمنا علی کل حال توقیرهم والثنا علیهم بتلک الصفات الجمیلة وهم بلا شک أجدادی من حیث العلم وفاسانیدی متصلة بهم وذمی لهم اذا کان بدون حق فیه قطعیة لرحم القرابة العلمیة، ولکن قدعلمت ان هذا الذم هو بحق وصدق لانه راجع الی بدعتهم المذمومة، فالمذموم فی الحقیهقة تلک البدعة لاهم۔ ولا اشک بانهم بعد موتهم حین انکشف لهم الحقائق علموا انهم کانوا مخطئین فی تحریم السفر لزیارة سیدالمرسلین واستغاثة به ﷺ کسائر انبیاء الصالحین، فهم

لا یسوئهم من یرد علیهم تلک الآراء الفاسدة وتحذیر الناس من اتباعهم علیها بل یسرهم ذالک لیقل من یتبعهم علی تلک البدع الفاحشة فی الدین، لاسیما مایتعلق منها بسید المرسلین و حبیب رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ وصحبہ أجمعین۔

ترجمہ: تو جان لے کہ امام ابن تیمیہ اس شور برپا کرنے والے کالے سمندر کی طرح ہیں جس کی موجیں تھپیڑے مارتی ہیں پس وہ سمندر کبھی ساحل پر لولو اور مرجان ڈال دیتا ہے اور کبھی پتھر اور سیپ، کچھ گندگی اور مردہ کی بدبودار لاش، ابن تیمیہ کی پہلی اور اچھی صفت (سمندر سے ساحل پر لولو اور مرجان لے آنا) ان پر غالب ہے۔ پس ابن تیمیہ کی دو صفت ہیں، ایک پسندیدہ صفت ہے، وہ علم نافع میں ابن تیمیہ کے امام ہونے کی صفت ہے جو ان پر غالب ہے۔ اسی صفت کے سبب وہ مدح کے مستحق ہیں۔ میں نے اپنے کلام میں جہاں ابن تیمیہ کی تعریف کی ہے جیسا کہ ابن تیمیہ کی اس صفت کے سبب مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کے اکابر علما میں سے بہت سے لوگوں نے ان کی تعریف کی ہے، ابن تیمیہ کی دوسری صفت مذمومہ ہے وہ ان کے بعض بدعتوں میں ان کے امام ہونے کی صفت ہے اور ابن تیمیہ اس صفت کے سبب مذمت کیے جانے کے مستحق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ میں مذاہب اربعہ کے علما کا ابن تیمیہ کی اس بری صفت پر مذمت کرنے کی پیروی کرتے ہوئے مسلمانوں کو ابن تیمیہ کی اس بری صفت کی پیروی کرنے سے ڈرانے کے لیے اور ان پر رحمت و شفقت کے طور پر ابن تیمیہ کی مذمت کرتا ہوں، تاکہ مسلمان ابن تیمیہ کے ناپسندیدہ، باطل آمیز کلام سے دھوکہ نہ کھائیں اور ابن تیمیہ کی باطل لغزش کی کھائیوں میں نہ گر جائیں۔

اسی طرح ابن تیمیہ کے دونوں شاگرد ابن قیم اور ابن ھادی کے حق

میں کہا جائے گا۔ اگرچہ ابن قیم اپنے نفع بخش تالیفات کی کثرت کے سبب تعریف کیے جانے کے زیادہ مستحق ہیں۔ اے میری اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے! میرے کلام میں اور مذاہب اربعہ کے ائمہ کے کلام میں اس جہت سے تناقض پائے جانے کا گمان کرنے سے بچو۔ جیسا کہ تم کو معلوم ہو چکا کہ ابن تیمیہ کی تعریف کرنا ان کے پسندیدہ اوصاف کی طرف راجع ہے اور مذمت کرنا ان کے برے اوصاف کی طرف راجع ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر ان لوگوں (ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن ھادی) کی بدعت دین کے مغز (اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم) اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ و سلم کے عظیم امور و احوال سے متعلق نہیں ہوتی تو میں ان میں (ابن تیمیہ ،ابن قیم، ابن ہادی) میں سے کسی کے لیے ایسا جملہ بیان نہیں کرتا جس میں ان کی ادنی مذمت بھی ہوتی۔ اگرچہ ان سے لغزشیں صادر ہوئیں جن کا صادر ہونا ان کی شایان شان سے پرے نہیں؛ اس لیے کہ یہ لوگ بشر ہیں، انبیا نہیں ہیں، پس یہ لوگ خطا سے محفوظ نہیں ہیں، ان لوگوں کی ان نیکیوں اور برائیوں میں سے ان کا اعتبار کیا جائے گا جو غالب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حمد کہ ان ائمہ (ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن ھادی) کے حسنات ان کی برائیوں سے کئی گونہ زیادہ ہیں۔ اس لیے کہ یہ لوگ اسلام کے ائمہ اور علمائے اعلام کے اکابر میں سے ہیں۔

خاص طور سے مجھ جیسے لوگوں کا ان جیسے امام پر اس 'لغزش' میں اعتراض کرنا چھوٹے کا بڑے کی تعظیم نہ کرنا ہے جس سے شریعت مطہرہ نے منع کیا ہے، کیوں کہ علم و فہم میں میرے اور ان لوگوں (ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن ھادی) کے درمیان کوئی مناسبت نہیں اس لیے کہ میں سب سے کمزور طالب علم میں سے ہوں اور یہ لوگ علمائے کرام کے اماموں میں سے

ہیں۔ لیکن یہ مسائل جن میں ان لوگوں سے لغزش صادر ہوئی ہے اور ان میں انہوں نے امت محمدیہ کے جمہور سے اختلاف کیا ہے ان مسائل کے ذریعہ مسلمانوں اور خود اپنی ذات کو بڑی مصیبت میں مبتلا کر دیا۔ اس قدر ظاہر ہے کہ مجھ جیسے لوگوں پر پوشیدہ نہیں ہے اور نہ مجھ سے کم علم والوں پر، نیز میں ان لوگوں (ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن ہادی) کی بدعتوں کے متعلق علما کی ان کے رد میں لکھی ہوئی عبارتوں کو نقل کرنے اور مسلمانوں کو ان بدعتوں سے بچانے میں مبالغہ کرنے اور ان بدعتوں میں ان لوگوں کا رد کرنے کے باوجود ان کے کمال فضل و تقوی اور ان مسائل کے علاوہ میں ان لوگوں کے امام ہونے کا عقیدہ رکھتا ہوں جن میں انہوں نے جمہور مسلمین کی مخالفت کی ہے، پس ہم پر ہر حال میں ان لوگوں کی تعظیم کرنا، ان صفاتِ جمیلہ میں ان کی تعریف کرنا لازم ہے۔ یہ لوگ بلاشبہ علم کے اعتبار سے ہمارے دادا ہیں، پس میری علمی سند ان لوگوں سے متّصل ہے۔ میرا ناحق ان لوگوں کی مذمت کرنا قرابت علمی کے تعلق کو کاٹنا ہے، لیکن ہم کو معلوم ہو چکا ہے کہ جو حق و صداقت پر مبنی ہے وہ ان کی مذموم بدعت کی طرف راجع ہے۔ وہ مذمت پس مذموم حقیقت میں وہ بدعت ہے نہ کہ یہ لوگ (ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن ہادی) ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ جب ان لوگوں کے انتقال کے بعد ان کے لیے حقیقت واضح ہوگی تو یہ لوگ جان لیں گے کہ یہ لوگ (ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن ہادی) نبی اکرم ﷺ کی زیارت کے لیے متنفر کرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیائے کرام اور صالحین سے استغاثہ کو حرام قرار دینے میں خطاوار تھے۔ تو ان کو فاسد رائے اور فاسد رائے سے لوگوں کو بچانا برا نہیں معلوم ہوگا بلکہ اس سے ان کو خوشی حاصل

ہوگی کہ دین میں ان لوگوں کی بدعتوں کی پیروی کرنے والے کم ہوگئے۔
خاص طور پر ان کی وہ بدعتیں جو رسولوں کے سردار اور پروردگار عالم کے
حبیب صلی اللہ علیہ وسلم والہ واصحابہ اجمعین سے متعلق ہیں۔

مذکورہ عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دین اسلام کے عظیم امام ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن ھادی کی بدعات قبیحہ وعبارات شنیعہ ایسی ہیں جو اللہ کے رسول ﷺ کے حقوق کے متعلق ہیں، ان لوگوں کی اپنی عبارات شنیعہ وبدعات قبیحہ کا اللہ کے رسول ﷺ کی عظمت شان کے منافی ہونا لازم آتا ہے لیکن ان لوگوں نے اپنی عبارات شنیعہ وبدعات قبیحہ کے ذریعہ اللہ کے رسول ﷺ کی عظمت شان کو پامال کرنے کا قصد نہیں کیا ہے۔ بلکہ ان لوگوں کا مقصود اللہ تعالی کی وحدانیت کی حفاظت وصیانت تھا، لیکن یہ لوگ اپنے فاسد خیالات اور باطل عقائد کے سبب لغزش میں پڑ گئے۔ پس ان لوگوں کی عبارات شنیعہ وبدعات قبیحہ کی مذمت کی جائے گی اور ان لوگوں کے باطل عقائد اور فاسد خیالات سے لوگوں کو بچایا جائے گا لیکن ان کی ان عبارات قبیحہ اور عقائد فاسدہ کے سبب ان کی تمام دینی خدمات کو رائیگاں اور ناقابل قدر نہیں قرار دیا جائے گا۔ یہ لوگ اپنی عبارات شنیعہ وبدعات قبیحہ کے باوجود مسلمانوں کے نزدیک لائق تعظیم وتوقیر ہیں چہ جائیکہ ان لوگوں کو کافر قرار دیا جائے۔" (فتوی شائع شدہ: ۲۳/اپریل ۲۰۱۵)

اس قدر حقائق جان لینے اور ناچیز کی زیر نظر تحریر آجانے کے بعد بھی اگر وہی الزامات پھر سے دہرائے جائیں تو اس وقت آپ کو کیا کرنا ہے؟ ہم اس کا فیصلہ قارئین کی عدالت اور ان کی قوت فیصلہ پر چھوڑتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

# چوتھا اعتراض

## طلاق ثلاثہ کے مسئلے میں جمہور کی مخالفت کا الزام

اس مسئلے کا خلاصہ یہ ہے کہ جامعہ عارفیہ میں رہنے والے مشہور قلم کار اور عظیم دانشور مولانا ذیشان احمد مصباحی نے ان دنوں اپنے چند نکات قوم کے علما کے سامنے رکھا، جن دنوں حکومت مسلم خواتین کی جھوٹی ہمدردی کے نام پر طلاق ثلاثہ کے خلاف بل منظور کرانے کی تیاری میں تھی اور گودی میڈیا پروپیگنڈہ میں مصروف تھا۔

مولانا ذیشان احمد مصباحی صاحب نے اس مسئلے کے حوالے سے چند سوالات پیش کیے تھے اور علما سے اس بارے میں غور و فکر کی گزارش کی تھی کہ اس مسئلے پر غور کر کے ہم خود کوئی نتیجہ نکال لیں تاکہ حکومت کو مزید شریعت میں دخل اندازی کا موقع نہ مل سکے۔ لیکن افسوس مولانا صاحب کے ان سوالات اور نکات پر غور کرنے کی بجائے اسے زبردستی متنازعہ بنانے کی نارَوا کوشش کی گئی۔

مخلصانہ اور مِلّی مفاد میں پیش کیے جانے والے نکات کو زبردستی غیر مقلدیت سے جوڑ کر مسلکی رنگ دے دیا گیا۔ اور اس طرح حکومت کو اپنا کام کرتے رہنے کی مکمل چھوٹ دی گئی، حکومت نے شریعت اور عقل کے خلاف یہ بل منظور کر لیا کہ طلاق ثلاثہ کالعدم ہے، لیکن اس کے باوجود شوہر کو تین سال کی سزا جھیلنی پڑے گی۔ یہ فیصلہ ایک غیر شرعی اور غیر عقلی فیصلہ ہے جس کی گنجائش نہ فقہ حنفی میں ہے اور نہ کسی اور عقلِ انسانی میں۔ مولانا ذیشان صاحب کے جن نکات کو مسلکی منافرت کی آڑ میں دبایا گیا، آخر میں وہی ہوا جس کی پیشین گوئی مولانا ذیشان احمد

مصباحی نے کی تھی۔ کورٹ نے اس مسئلے کو حکومت کے سپرد کردیا اور حکومت کی جانب سے ایک سخت بل نافذ کردیا گیا۔ مسلمانوں نے اپنے مسئلے کو حل نہیں کیا تو اسمبلی کے فساق و فجار اور کفار و مشرکین نے مل کر مسلمانوں کے اس مسئلے کے لیے ایک غیر مناسب اور مسلمانوں کو نقصان میں ڈالنے والا بل پاس کیا۔ اس بل کی منظوری کے بعد کیا ہوا اور کس طرح مسلم فرقوں اور جماعتوں میں خاموشی طاری رہی، یہ ہماری نظروں کے سامنے ہے۔

بہر حال بات صرف اتنی تھی کہ مولانا ذیشان صاحب نے چند نکات پیش کیے۔ نادان دوستوں نے اس پر مسلکی منافرت کا لیبل لگاکر متنازعہ بنایا اور یہ افواہ پھیلائی کہ یہ خانقاہ عارفیہ کا موقف ہے اور یہ غیر مقلدین کی حمایت ہے وغیرہ وغیرہ۔

انھیں دنوں جامعہ عارفیہ کے بانی شیخ ابو سعید صفوی دام ظلہ کی جانب سے ایک اسٹیٹمنٹ شائع ہوا جس میں تین طلاق کے سلسلے میں کی جانے والی کوشش کی وجہ سے حکومت کی مذمت کے ساتھ اسی موقف کی تائید و حمایت کا برملا اعلان کیا گیا تھا جو مذاہب اربعہ کا متفقہ موقف ہے۔ اس کے باوجود کرم فرماؤں کی کارستانی دیکھیے کہ مولانا ذیشان صاحب کے سوالات و نکات جو ان کا موقف بھی نہیں تھے، ان کو خانقاہ سے منسوب کیا جانے لگا، حالاں کہ خانقاہ عارفیہ کا اسٹیٹمینٹ بھی اخبار میں شائع ہو چکا تھا۔

یہ افواہیں اہل سنت کے معتمد عالم و مفتی حضرت مفتی مطیع الرحمن رضوی تک بھی پہنچا کر ان پر دباؤ ڈالا گیا۔ مفتی صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں اس تعلق سے بھی شکایت درج کی تھی جس کا جواب مولانا ذیشان صاحب نے اپنے جوابی مکتوب میں دیا اور مفتی صاحب مطمئن ہو گئے۔ ہم ذیل میں مولانا ذیشان صاحب کے سوالات/نکات، خانقاہ کا اخبار میں شائع شدہ اسٹیٹمینٹ اور مفتی مطیع الرحمن صاحب کے نام مولانا ذیشان کے خط کا وہ حصہ پیش کررہے ہیں جو اس بحث سے متعلق ہے۔

## فیس بک پر شائع مولانا ذیشان صاحب کے سوالات

### علماے احناف (بریلوی/دیوبندی) کی خدمت میں چند معروضات

۱۔ اس وقت طلاق ثلاثہ کی بحث زوروں پر ہے۔ آثار بتارہے ہیں کہ یہ بحث تھمنے والی نہیں ہے۔ اس لیے آپ حضرات جو فیصلہ لیں بہت سوچ سمجھ کر لیں، شریعت کے مقاصد، نصوص کی تعبیر، اجماع کی حقیقت اور ضرورت وحاجت کے مطابق حالات کا جائزہ لے کر لیں تاکہ پھر بعد میں پچھتانا نہ پڑے۔

۲۔ وہ روایت جس سے حضرت عمر کے فیصلے کا علم ہوتا ہے وہ خبر واحد ہے۔ وہ نہ تو پورے طور پر مقلدین کے لیے مفید ہے اور نہ غیر مقلدین کے لیے۔ تو کیا ایسے میں اسے بنیاد بنایا جاسکتا ہے؟

۳۔ اس مسئلے پر ائمہ اربعہ کے علاوہ، امت کے مختلف طبقات مختلف نقطہ نظر رکھتے ہیں۔ ایسے میں اس رائے کو اجماع اہل سنت کہنا صحیح ہے یا اجماع امت؟ جب کہ اہل ظواہر، اہل تشیع وغیرہ مختلف نقطہ نظر کے حامل ہیں۔

۴۔ حضرت عمر کی بات پر اگر اجماع مان لیا جائے اور علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین، کے تحت اگر اسے واجب العمل مان لیا جائے تو سوال ہوگا کہ یہاں سنة الخلیفة الراشد سنة الرسول کے بالمقابل ہے۔ ایسے میں اول کو دائمی واجب العمل اور ثانی کو دائمی منسوخ سمجھنا کہاں تک درست ہے؟

۵۔ اجماع ہمیشہ اپنے ماخذ کتاب سنت یا قیاس پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ اجماع قیاس واجتہاد پر مبنی ہے، ایسے میں مذکورہ اجتہاد جن مقاصد اور حالات پر مبنی ہے، کیا ان پر نظر ثانی نہیں کی جاسکتی؟

۶۔ ایسے حوالے موجود ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ مذاہب اربعہ کے بعض علما بھی اس طرف گئے ہیں۔ ظاہر ہے ان کی رائے مذاہب اربعہ میں ضعیف ہے۔ لیکن کیا حالات کے جبر کے تحت قول ضعیف پر فتویٰ نہیں دیا جاسکتا؟

۷۔ دیگر مذاہب پر، اقوال ضعیفہ پر جن علمانے فتوے دیے ہیں، کیا وہ تحریف کتاب کے مرتکب ہیں؟

۸۔ الطلاق مرتان کا براہ راست اور صریح معنی دو طلاق نہیں، دو مرتبہ طلاق ہے، اگرچہ دو طلاق کے معنی بھی لیے جاسکتے ہیں۔ اب اگر معنی غیر ظاہر پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہو گیا تو معنی ظاہر قطعی طور پر تحریف فی القرآن کے مترادف ہے؟

۹۔ سو فی صد مسلم (مقلد/غیر مقلد) آبادی والے درجنوں بڑے ممالک بشمول مصر، سعودیہ، پاکستان، بنگلہ دیش وغیرہ پہلے ہی اس مسئلے میں فقہ ظاہری اختیار کر چکے ہیں، تو کیا ہندوستان جیسے سیکولر ملک میں علماے احناف اپنے فتوے کو حکومت سے منوا پائیں گے یا دیر یا سویر ہزار مخالفتوں کے باوجود حکومت، عدالت اور میڈیا سب مل کر مسلم ممالک، فقہ ظاہری اور حقوق نسواں کے نعرے کے سہارے ایک مجلس کی طلاق ثلاثہ کو ایک کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

۱۰۔ حکومت کا یہ اقدام اگر واقعی شریعت میں مداخلت ہے تو یہ حکومت تو غیر مسلم ہے، مسلم حکومتیں اور ان کے علما جو یہ فریضہ پہلے سے انجام دے چکے ہیں ان پر کیا حکم عائد ہو گا؟ کیا وہ سب محرفین قرآن، کافر اور مرتد ٹھہریں گے؟

یہ سوالات حالات کی سنگینی کے پیش نظر کیے گئے ہیں تاکہ ہمارے علما ٹھنڈے دل سے غور کر کے ایکشن لیں اور۔۔۔ع:

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

کا منظر سامنے نہ آئے۔

ع: سب کچھ لٹا کے ہوش میں آئے تو کیا کیا؟

کمینٹس کرنے سے پہلے احباب جذبات کو قابو میں کرتے ہوئے سنجیدگی کا ضرور خیال رکھیں۔ تائید ہی نہیں اختلاف بھی سلیقے سے کیا جاسکتا ہے۔ (۱۲/اکتوبر ۲۰۱۶ء)

یہ قوم مسلم کے ایک مخلص دانشور کے سوالات و نکات تھے جو اَب بھی غور و فکر کا تقاضا کرتے ہیں۔

## مفتی مطیع الرحمن صاحب کے نام مولانا ذیشان صاحب کا جوابی خط

''آپ کے مکتوب میں ایک بات میرے لیے قدرے تکلیف دہ رہی کہ حالات اور سیاسیات کے تناظر میں طلاق ثلاثہ کے مسئلے پر اجتماعی غور و خوض کے لیے جو نکات/سوالات سال بھر پہلے ہم نے اٹھائے تھے، تاکہ قبل اس کے کہ حکومت اس میں کوئی جبری حکم نافذ کرے، ہم خود اصول شریعت کی روشنی میں کوئی ایسی ممکنہ متفقہ تجویز پیش کردیں کہ مخالفین اسلام کو اعتراض اور جبر کا موقع نہ رہے۔ آپ نے ان سوالات/ نکات کا ذکر کرتے ہوئے مکتوب میں یہاں تک لکھ دیا تھا کہ ''کیا یہ خاموشی کے ساتھ غیر مقلدیت کی راہ پر قدم رکھنا نہیں ہے؟'' آپ کے مکتوب میں یہ بھی لکھا تھا کہ اس وقت میں نے مولانا ذیشان صاحب سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن رابطہ نہیں ہوسکا تھا۔ میں نے جب آپ کو یاد دلایا کہ آپ نے لوگوں کے اعتراضات سننے کے بعد براہ راست مجھ سے گفتگو کی تھی اور میرے سوالات میرے واٹس ایپ نمبر سے مانگے تھے۔ میں نے انھیں آپ کو وہ سوالات بھیجے، آپ نے ملاحظہ فرمایا، پھر اس کے بعد ہماری گفتگو

ہوئی۔ آپ نے اس بات کی توثیق فرمائی تھی کہ سوالات درست ہیں، ان میں کوئی قابل گرفت بات نہیں ہے، لیکن ایسے حساس سوالات فیس بک پر نہیں ڈالنے تھے اور میں نے آپ کی تکریم میں اس رائے سے اتفاق کر لیا تھا۔ جب میں نے یہ تفصیلات یاد دلائیں تو پھر کسی قدر آپ کو یاد آیا اور آپ نے اپنی عمر اور ضعف حافظہ کا حوالہ دیا۔

طلاق ثلاثہ پر غور و خوض کے میرے پیش کردہ نکات تو محض میرے نکات /سوالات تھے، وہ تو میرا موقف نہیں تھے، خانقاہ عارفیہ کا موقف کیوں کر بن گئے؟ اب اس بات کو اہل افتا سے بہتر کون سمجھے گا جو ہر سال قدیم و جدید مسائل پر مختلف نکات/ سوالات کی روشنی میں اجتماعی غور و خوض کرنے کے لیے فقہی سیمینار کرتے ہیں۔ اب کوئی مجنون ہی ہو گا جو ان سوالات کو موقف کہے گا۔

بہر کیف! خانقاہ عارفیہ کے زیب سجادہ نے انھیں ایام میں طلاق ثلاثہ کے مسئلے پر جمہور کی رائے کی حمایت اور حکومت کی تردید میں اپنا زوردار بیان اخبارات میں شائع کروایا تھا۔ آپ نے کہا کہ یہ بیان ہمیں نہیں ملا۔ ان دنوں مولانا مجیب صاحب نے جو آپ کو وہاٹس ایپ اور ٹیلیگرام کیا تھا، اتفاق سے دن اور تاریخ کے ساتھ ان کا ایک اسکرین شاٹ ان کے پاس موجود تھا، آپ نے دوبارہ بھیجنے کے لیے کہا، ہم نے انھیں دوبارہ بھجوا دیا۔ آپ نے اس پر بھی مکمل انشراح کا اظہار فرمایا۔ وللہ الحمد!"

## خانقاہ کی طرف سے شائع اخباری رپورٹ کا تراشہ

WEDNESDAY, NOVEMBER 09, 2016 | 3 | انقلاب | الہ آباد/قرب وجوار

# تمام امن پسند شہری شر پسند حکومت کو تین طلاق دیں!

## معروف صوفی اور خانقاہ عارفیہ کے سجادہ نشیں شیخ ابوسعید الہ آبادی نے مرکزی حکومت کی مذمت کی

سید سراواں، الہ آباد (پریس ریلیز): ملک کا پرامن ماحول دن بہ دن خراب ہوتا جا رہا ہے، ملک کی قدیم گنگا جمنی تہذیب خطرے میں ہے، صوفیوں اور سنتوں کے پریم رس میں فسطایت نواز عناصر تیزی سے زہر گھول رہے ہیں۔ یکساں سول کوڈ کے نعرے کے سہارے مٹھی بھر بے دین عناصر اور ان کے ساتھ کچھ سیاسی شر پسند ملک کی خوشگوار فضا کو مکدر کرنے، یہاں کی کثیر تہذیبی روایت، کثیر مذہبی وثقافتی ماحول اور سیکولر قانون کو ختم کرنے اور بے دینی اور فساد پھیلانے کے درپے ہیں۔ یہ کھیل مسلمانوں ہی کے خلاف نہیں پورے ملک کے خلاف ہے مگر پرامن ہندوستانی اس بے دینی اور فسطایت کے کھیل کو کبھی کامیاب ہونے نہیں دیں گے۔ ان خیالات کا اظہار خانقاہ عارفیہ، سید سراواں، الہ آباد کے سجادہ نشیں شیخ ابوسعید احسان اللہ محمدی صفوی نے کیا۔

طلاق ثلاثہ کے مسئلے پر حالیہ دنوں میں اٹھ رہے ہنگامے پر گفتگو کرتے ہوئے شیخ ابوسعید نے کہا کہ ہم صوفیوں کا مذہب پریم ہے۔ ہم کسی کو طلاق دینا نہیں چاہتے، البتہ حکومت جس رویہ پر چل رہی ہے اس کے پیش نظر ہمیں اسے تین طلاق دینا ہی ہوگی۔ اس کے بغیر ملک کی سالمیت برقرار نہیں رہ سکتی۔ شیخ نے کہا کہ خدا کی کتاب کی روشنی میں جو قانون بن چکا ہے، اسے کوئی انسان بدلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ نکاح سے دو اجنبی ایک بن سکتے ہیں تو طلاق سے اگر دو جدا ہو جائیں تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟ ہمیں متحدہ طور پر شریعت اسلامی کی حفاظت کرنی ہے اور اس معاملے میں ہم کسی کی کچھ بھی سننے کو تیار نہیں ہیں۔

شیخ نے مزید کہا کہ یکساں سول کوڈ کا کھیل ایک ڈرامہ ہے۔ یہ ہنگامہ ملک کے سیکولر آئین کو چیلنج کرتا ہے، اس لئے بہ حیثیت ہندوستانی بھی ہم اسے قبول نہیں کر سکتے، چہ جائے کہ بہ حیثیت مسلمان اسے قبول کر لیں۔ انہوں نے کہا کہ قرآن ہماری رہنمائی کیلئے کافی ہے، جس پر عمل کی اجازت ہمارا سیکولر آئین بھی ہمیں دیتا ہے۔ ہم ہندوستانیوں کو اس حق سے کوئی دستبردار نہیں کر سکتا۔

* * * * * * * * *

# پانچواں اعتراض: انکارِ علم غیب کا الزام

کہتے ہیں: ”بدلتی ہے جس وقت ظالم کی نیت، نہیں کام آتی دلیل اور حجت“۔ خانقاہ عارفیہ کے مخالفین کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے۔ اب تک کے پیش کردہ مسائل سے اتنا تو واضح ہو چکا ہے کہ یہ کرم فرما کس طرح زبردستی علمی و فکری باتوں کو متنازع بنا کر خانقاہ عالیہ عارفیہ کو بدنام کرنے کی حتی المقدور کوشش کرتے ہیں۔ اس کے لیے وہ الزام تراشی، بہتان بازی، عبارت کو قطع وبرید، سیاق و سباق سے ہٹا کر غلط معنی پہنانے سے بھی گریز نہیں کرتے اور ان سب کے باوجود ان کا جذبۂ خدمت دین مجروح بھی نہیں ہوتا۔ اللہ مسلمانوں کو عقل سلیم عطا فرمائے۔ زیر نظر علم غیب کے مسئلے میں بھی مخالفین کا یہی رویہ کار فرما ہے۔

**اصل مسئلہ کیا ہے؟**

مولانا ذیشان احمد مصباحی جو کسی زمانے میں ”**ماہنامہ جام نور دہلی**“ کے ایڈیٹر تھے اور اب وہ خانقاہِ عارفیہ سے منسلک ہیں، جام نور کی ادارت کے دور میں ”**عقیدۂ علم غیب کا اسلامی مفہوم**“ کے عنوان سے مولانا ذیشان احمد مصباحی صاحب کی ایک جامع تحریر جام نور شمارہ اگست، ستمبر ۲۰۱۲ میں دو قسطوں میں شائع ہوئی۔ اس کی آخری قسط کے ایک اقتباس کو زبردستی متنازع بنایا جا رہا ہے۔ وہ اقتباس یہ ہے:

”انیسویں صدی اور بیسویں صدی کا طویل عرصہ علم غیب پر ان لایعنی بحثوں میں گزر چکا ہے جو حد افراط میں پہنچ کر علم رسالت کا ڈانڈا علم الٰہی سے ملا دیتی ہے تو حد تفریط میں عظمت افضل الخلق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تقصیر اور انکار کا باعث بنتی ہے۔ اکیسویں صدی ہمارے لیے محاسبے اور بازدید کی صدی ہے۔ اس صدی میں ہمیں اعتدال و توازن اور اخلاص

وللٰہیت کے ساتھ امت کی اصلاح فکر واعتقاد کے ساتھ ان کے بیچ اتحاد واتفاق کی راہیں تلاش کرنی چاہئے، ایسی دعوت جس میں عظمت توحید بھی سلامت رہے اور عظمت رسالت پر بھی حرف نہیں آئے، خصوصاً علم غیب کے تعلق سے ہمیں یہ باور کرنے اور دوسروں کو باور کرانے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ کو اولین وآخرین میں سب سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے ایسے میں ان کے علم کا ایسا انکار کہ شان رسالت پر حرف آئے یا ایسا اثبات کہ علم الٰہی سے مساوات کا شائبہ پیدا ہو دونوں ہی غیر اسلامی طرز فکر ہے۔"

اس اقتباس کو نقل کر کے پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے کہ خانقاہ عارفیہ نے علم غیب پر حملہ کیا ہے۔ کیسے؟ کیوں کہ مولانا ذیشان احمد مصباحی صاحب کی جام نور کے دورِ ادارت میں لکھی گئی اس تحریر میں عقیدۂ علم غیب پر حملہ کیا گیا ہے اور مولانا ذیشان صاحب خانقاہ عارفیہ میں رہتے ہیں لہٰذا خانقاہِ عارفیہ نے عقیدہ علم غیب پر حملہ کیا ہے۔

**دعوتِ فکر**

قارئین خود ہی اندازہ کر سکتے ہیں کہ خانقاہ کو بدنام کرنے کے لیے کتنے دور کی کوڑی لائی گئی ہے وہ بھی محض الزام وبہتان تراشی پر مشتمل۔

**اولاً:** تو یہ تحریر مولانا ذیشان صاحب کی ہے خانقاہ کی نہیں۔

**ثانیاً:** مولانا کی اس تحریر سے عقیدۂ علم غیب پر کسی طرح کا کوئی حملہ نہیں بلکہ ایک صدی سے جاری قلمی جنگ کو ختم کرنے کی ایک کوشش ہے جو مکمل مضمون پڑھنے سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے۔

**ثالثاً:** منقولہ اقتباس کو اس کے سیاق سے ہٹا کر نقل کیا گیا ہے۔ ورنہ جو اعتراضات اس اقتباس سے پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ان سب کی تشریح وتوضیح خود مضمون میں تفصیلی طور پر موجود ہے۔

**رابعاً:** بالفرض اگر مضمون پڑھے بغیر یہ تسلیم کر بھی لیں کہ اس میں عقیدۂ علم غیب میں کسی قسم کا حملہ ہے تو اسے خانقاہ کی طرف منسوب کرنا کہاں کا انصاف ہے؟

ویسے تو مولانا ذیشان صاحب قبلہ کی تحریر کی دونوں قسطیں مطالعہ کرنے کے بعد خود قاری پر یہ واضح ہو جائے گا کہ مذکورہ اقتباس ہر طرح کے سقم سے پاک ہے، بلکہ یہ تحریر خود عقیدۂ علم غیب کو واضح کر کے دلوں میں راسخ کرنے والی ہے۔ علمی ذوق رکھنے والوں کے لیے مکمل تحریر کا مطالعہ مفید رہے گا۔ تاہم اس تحریر کے آخر میں ”حرف آخر“ کے عنوان سے لکھا گیا خلاصہ دیکھ کر بھی وہ تمام شکوک و شبہات رفع ہو جاتے ہیں جو مخالفین متذکرہ اقتباس سے پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لیے بلا کم و کاست ہم اسی خلاصے کو نقل کر رہے ہیں جس سے حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔

## حرف آخر

”علم غیب کے سلسلے میں جو نزاعات واختلافات ہیں ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بیشتر اختلافات لفظی ہیں- بسا اوقات یہ دیکھا گیا کہ علم غیب کے اثبات وانکار میں دو اشخاص نے گھنٹوں گزار دیے یا صفحات کے صفحات سیاہ کر ڈالے جب کہ انہوں نے علم غیب کا معنی کیا ہے، اسے اب تک متعیّن نہیں کیا- ایک شخص کہتا ہے کہ جو پیغمبر علیہ السلام کے لیے علم غیب کا مطلقاً انکار کرے وہ کافر ہے اور اس کے ذہن میں علم غیب کے مفہوم میں وحی و قرآن بھی شامل ہیں اور دوسرا شخص یہ کہتا ہے کہ جو اللہ کے سوا کسی کے لیے بھی علم غیب ثابت مانے وہ مشرک ہے اور اس کے ذہن میں علم غیب سے مراد وہ علم ہے جو بالذات ہو- علم غیب کا معنی متعیّن کیے بغیر اس طرح کی لایعنی بحثوں کے ماہرین کی اس دور میں لمبی قطار ہے جو عربی کے اس مقولے کے مصداق ہوتے ہیں: أنا في واد وأنت في واد-

علم غیب سے مراد اگر علم ذاتی ہو جیسا کہ اس نظریے کے قائلین کی ایک بڑی تعداد ہے، تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ علم خاصۂ خدا ہے اور کسی

نبی یا ولی کو حاصل نہیں اور اگر امور غیبیہ کے عطائی علم پر بھی علم غیب کا اطلاق کیا جانا درست ہے تو اس میں بھی کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے کہ انبیا و اولیا کو بذریعۂ وحی والہام امور غیبیہ پر اطلاع ہوتی ہے- اس پر قرآن وحدیث اور آثار وروایات کثرت سے موجود ہیں- اب یہاں ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ امور غیبیہ کا یہ علم کل ہے یا بعض، تو اس سلسلے میں سب کا اتفاق ہے کہ اللہ کے علم کے برابر کسی کا علم نہیں، تمام انبیا و اولیا کے علم کی حیثیت، علم الٰہی کے بالمقابل ایسی بھی نہیں جیسی سمندر کے بالمقابل ایک قطرے کی ہے- ہاں! پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے بارے میں بسا اوقات بعض علما یہ لکھتے ہیں کہ ان پر تمام امور غیبیہ روشن ہیں، لیکن اگر ان سے آپ پوچھیے تو وہ بھی یہی کہیں گے کہ کتب احادیث میں ایسی روایات ہیں جن میں مذکور ہے کہ روز اول سے قیامت کے دن تک اور مشرق تا مغرب تمام امور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ نے روشن کر دیے ہیں- اس لیے اس دنیا کی تمام چیزوں کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے- لہٰذا اس دنیا کے امور کے اعتبار سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم، کل علم ہے، جب کہ علم الٰہی کی طرف نسبت کرتے ہوئے یا حقیقت واقعہ کی طرف نظر کرتے ہوئے کہ اس دنیا کے بعد بھی ایک غیر متناہی دنیا موجود ہے، علم رسالت کل نہیں بعض ہی ہے- اس طرح حقیقت کے اعتبار سے بلا استثنا پوری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بعض علم ہے کل علم نہیں ہے، حتی کہ جو کل علم کا قول کرتے ہیں، حقیقت کے اعتبار سے ان کی مراد بھی بعض علم ہی ہوتی ہے- نہ وہ علم رسالت کو علم الٰہی کے برابر قرار دیتے ہیں اور نہ ہی ازل سے ابد تک کے تمام امور کو علم رسالت میں شامل مانتے ہیں-

البتہ بعض علم پر اتفاق کے بعد علماے اسلام کے درمیان مختلف آثار وروایات کی بنیاد پر اس مسئلے میں اختلاف ہو گیا کہ یہ بعض علم کتنا ہے اور اس میں کون کون سے امور شامل ہیں- صوفیہ، حکما اور ارباب علم باطن بالعموم اس بات کے قائل ہیں کہ علم رسالت روز اول سے روز قیامت تک کے تمام امور کو محیط ہے، اس میں کوئی استثنا نہیں ہے- علمائے حق کی ایک جماعت نے علم رسالت سے متشابہات کے علم کو مستثنیٰ قرار دیا ہے، بعض غیوب خمسہ کا استثنا کرتے ہیں، بعض صرف علم قیامت کا استثنا کرتے ہیں، یہ تمام نقطۂ نظر ان علما وصلحا کے ہیں جو متفقہ طور پر برحق اور اہل سنت و جماعت ہیں اور ان کے ان اختلافات کی حیثیت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے لفظوں میں وہی ہے جو اشاعرہ اور ماتریدیہ کے معمولی اختلافات کی ہے-(دیکھیے فتاویٰ رضویہ: ۲۹/ ۵۴۳ پوربندر)

علم غیب کے سلسلے میں اہل حق کے اس واضح موقف اور جائز اختلافات کے بعد انیسویں اور بیسویں صدی کے بعض مصلحین کی نکتہ آفرینیاں اور عقدہ کشائیاں فہم وادراک سے بالاتر ہیں جن کی بدولت یہ مسئلہ نہ صرف معمہ اور چیستاں بن کر رہ گیا بلکہ ایک طویل مدت تک امت اسلامیہ کو تفریق، تفسیق، تکفیر، جنگ وجدل اور قتل وغارت کی آگ میں جھلساتا رہا، جس کے اثرات آج بھی محسوس کیے جا سکتے ہیں- اس سلسلے میں ان مصلحین کی روش بھی افسوس ناک ہے جن کا تیور یہ بتاتا ہے کہ انہوں نے ذہن وضمیر اور زبان وقلم کی پوری توانائی اس بات پر صرف کر دی کہ پیغمبر ختمی مرتبت روحی فداہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو محدود اور اقل قلیل ثابت کر سکیں اور ان فدا کاران رسالت کا رویہ بھی بہت خوش کن معلوم نہیں ہوتا جنہوں نے وسعت علم رسالت کو ایسا ثابت کیا کہ بسا اوقات علم الٰہی سے

مساوات کا شبہہ پیدا ہونے لگتا ہے- ان کا عقیدہ ہو یا نہ ہو، ان کے لہجے سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جتنا علم تھا سب رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر دیا- یہ وہی زور بیانی تھی جس نے شاعر کو یہ کہنے کی جرأت دی کہ:

توحید کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمد سے!

انیسویں اور بیسویں صدی کا طویل عرصہ علم غیب پر ان لایعنی بحثوں میں گزر چکا ہے جو حد افراط میں پہنچ کر علم رسالت کا ڈانڈا علم الٰہی سے ملا دیتی ہیں تو حد تفریط میں عظمت افضل الخلق صلی اللہ علیہ وسلم میں تقصیر اور انکار کا باعث بنتی ہیں- اکیسویں صدی ہمارے لیے محاسبے اور بازدید کی صدی ہے- اس صدی میں ہمیں اعتدال و توازن اور اخلاص و للّٰہیت کے ساتھ امت کی اصلاح فکر و اعتقاد کے ساتھ ان کے بیچ اتحاد و اتفاق کی راہیں تلاش کرنی چاہیے، عامۃ المسلمین کو دین پر قائم رکھنے کی دعوت دینی چاہیے، ایسی دعوت جس میں عظمت توحید بھی سلامت رہے اور عظمت رسالت پر بھی حرف نہ آئے- خصوصاً علم غیب کے تعلق سے ہمیں یہ باور کرنے اور دوسروں کو باور کرانے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو اولین و آخرین میں سب سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے- ایسے میں ان کے علم کا ایسا انکار کہ شان رسالت پر حرف آئے یا ایسا اثبات کہ علم الٰہی سے مساوات کا شائبہ پیدا ہو، دونوں ہی غیر اسلامی طرز فکر ہے-"

اس تحریر کو پڑھنے کے بعد ہمیں نہیں لگتا کہ اس پر مزید کچھ کہنے کی ضرورت ہے۔ مسئلہ علم غیب میں خانقاہ عارفیہ کا وہی موقف ہے جو سادات صوفیہ کا موقف ہے۔ اللہ ہمیں حق سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆

# چھٹا اعتراض

## حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے عداوت کا الزام

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے تعلق سے خانقاہ عالیہ عارفیہ کا وہی موقف ہے جو ہمارے اسلاف اور مشائخ عظام کا عقیدہ و موقف رہا ہے۔ چنانچہ مجدد سلسلہ صفویہ نظامیہ حضرت شاہ خادم صفی قدس سرہ (۱۲۷۸ھ) کے خلیفہ اجل خسرو زمانہ عارف باللہ منشی ولایت علی خان عرف عزیز اللہ شاہ قدس سرہ (۱۳۴۷ھ) نے مشائخ چشتیہ صفویہ کے عقائد کو عقائد العزیز نامی کتاب میں جمع کیا ہے۔ جس کو حال ہی میں خانقاہ عالیہ صفویہ صفی پور شریف نے تحقیق و تخریج و تسہیل کے ساتھ شائع کیا ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس کتاب کی تحقیق و تخریج و تسہیل کا کام خانقاہ عالیہ عارفیہ کے ولی عہد حضرت مولانا حسن سعید صفوی نے انجام دیا ہے جس میں شاہ صفی اکیڈمی ٹیم کی بھی معاونت شامل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کتاب کے مندرجات سے خانقاہ عارفیہ نہ صرف متفق ہے بلکہ اس میں موجود عقائد خانقاہ کے عقائد ہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنی طرف سے کچھ کہے بغیر ہم عقائد العزیز ہی کی عبارت نقل کر دیں تاکہ ہمارے موقف کی وضاحت بھی ہو جائے اور بزرگوں کی عبارتوں کا فیض بھی مل جائے۔ ہم ذیل میں عقائد العزیز کا وہ مضمون مکمل نقل کر رہے ہیں جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق مذکور ہے۔

# امیر معاویہ کے صحابی ہونے کا عقیدہ

میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کی خلافت راشدہ حقّہ پورے تیس برس رہی جیسا حدیث صحیح میں ہے: الخِلَافَةُ بَعْدِی ثَلَاثُونَ سَنَةً ثُمَّ یَکُوْنُ ملکًا[1] یعنی خلافت میرے بعد تیس برس ہے پھر پادشاہی ہوگی۔ پس وہ خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر ختم ہوئی، جب آپ کا وصال ہوا، پانچ مہینے، تیس برس میں باقی تھے، حضرت امام حسن نے وہ زمانہ پورا کیا۔ پھر معاویہ بن ابی سفیان صحابی رسول اللہ صلی علیہ وسلم امیر ہوئے اور حضرت امام حسن نے امارت اور حکومت کو ترک فرما کر ان پر چھوڑ دیا اور بیعت اطاعت ان کے ہاتھ پر کی اور وہ حاکم اسلام اور امیر ملک اور صحابی عدول تھے۔[۲]

وہ، حضرت عثمان کے خون کا قصاص چاہتے تھے اور ان کا گمان یہ تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر میں ان کے قاتل موجود ہیں اور وہ بدلہ نہیں لیتے۔ حضرت علی فرماتے تھے کہ خون کا مقدمہ نازک ہوتا ہے۔ تم قاتلوں کو ثابت کرو، میں حکم دوں اور حضرت عثمان بلوائے عام میں شہید ہوئے تھے، قاتلوں کا ثبوت بہت مشکل تھا۔

معاویہ نے حضرت علی کے ارشاد کو باور نہ کیا اور مقام صفین میں چند لڑائیاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لڑے، اور ان کو ہر گز یہ منصب

(1) صحیح ابن حبان، کتاب إخبارہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن مناقب الصحابہ، (۳۹۲/۱۵، ح: ۶۹۴۳)

(2) سلطان المشایخ خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ سے پوچھا گیا کہ حضرت معاویہ کے بارے میں کیسا اعتقاد رکھنا چاہیے؟ تو آپ نے فرمایا: او مسلمان بود و از صحابہ بود۔ معاویہ مسلمان تھے اور صحابہ میں سے تھے۔ (فوائد، جلد: ۴، مجلس: ۳۸، ص: ۳۰۱)

حاصل نہ تھا کہ رسول ﷺ کے بھائی اور داماد اور محب اور محبوب اور خلیفہ برحق اور امام وقت سے لڑتے۔ پھر حضرت امام حسن نے انھیں فسادات قدیمہ پر نظر کرکے معاویہ سے صلح کرلی اور مسلمانوں کی جانیں بچائیں اور چوں کہ اصحاب کا ایک گروہ ان کی طرف بھی تھا، جدال اور قتال سے باز رہے، اور معاویہ کو کسی طرح لائق نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے پارہ جگر اور نورالعین اور ریحان اور یادگار کا مجبور ہونا اور معزول ہوکر گھر بیٹھنا اپنے سامنے اچھا سمجھتے اور انہیں باتوں کے متعلق اور چند باتیں امیر معاویہ کی روایاتِ معتبرۂ اہل سنت سے ثابت ہیں۔

لا محالہ اُن کی رائے نے خطا کی، جیسا اہل سنت کا مذہب ہے اور اسی سے امام نسائی (جامع صحیح نسائی) کا قول ان کے باب میں ہے کہ معاویہ کی فضیلت یہی بہت ہے کہ نجات پاجائیں۔[۱]

بہتیرے علما اس پر ہیں کہ انہوں نے یہ باتیں جان کر نہیں کیں اور اس خطا کو خطا نہیں جانا اور علی الغفلت ان سے واقع ہوئی، اس کو خطائے اجتہادی کہتے ہیں اور اس خطا میں خاطی پر گناہ نہیں اور باوجود خطا، ثواب سے محروم نہ رکھا جائے گا اور ایسے خاطی کو مخطی کہتے ہیں۔

بعضے اہل سنت ادھر گئے ہیں کہ وہ خاطی تھے اور جان بوجھ کر یہ سب باتیں کیں۔ اس خطا میں ثواب نہیں اور اندیشۂ مواخذہ بھی ہے اور امید عفو بھی ہے۔ حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

حق در آں جا بدست حیدر بود
جنگ او با خطائے منکر بود

(۱) بستان المحدثین، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (ص ۲۹۷)؛ ابن کثیر/البدایہ والنہایہ (۱۱/۱۲۴) بہ الفاظ: أَمَا یَکْفِي معاویۃَ أن یَذھب رأسا برأس حتی یروی لہ فضائل۔

[اس موقع پر حق مولی علی کی جانب تھا اور ان سے جنگ خطاے منکر تھی۔]

میرا دل بھی اس بات میں اسی طرف ہے، کسی طرح ادھر نہیں آتا کہ وہ یہ سب کچھ کرتے رہے اور کچھ نہ سمجھے۔ اِلَّا اس کے ساتھ ہی دل سے یقین رکھتا ہوں کہ سب معاف ہوجائے گا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ درگزر فرمائیں گے۔ خیال کرنے کا مقام ہے کہ آنحضرت ﷺ کو ایک ہزار تین سو اٹھارہ [۱۳۱۸] برس گزر چکے ہیں اور قیامت تک واللہ اعلم کتنا زمانہ گزرے گا اور ہم لوگ ہزاروں گناہ صغیرہ اور کبیرہ کرتے ہیں اور امیدوار شفاعت ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے خوش خبری دی ہے کہ جس نے **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** کہا ہے، جنتی ہوگا۔ اگرچہ زنا کیا ہو، اگرچہ چوری کی ہو، اگرچہ زنا کیا ہو، اگرچہ چوری کی ہو۔ [۱] پھر معاویہ رضی اللہ عنہ، کیا ہم لوگوں سے بھی کم ہیں اور کچھ حق نہیں رکھتے؟ پس ان کے باب میں اور جو اصحاب ان کی طرف تھے، ان سب کے حق میں چپ رہنا چاہیے، چار وجہوں سے:

ایک تو آنحضرت ﷺ نے حضرت امام حسن کی تعریف میں فرمایا ہے کہ میرے اس بیٹے کی وجہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہ میں صلح ہوگی۔ [۲] اس حدیث سے دونوں گروہ کا مسلمان ہونا ثابت ہے۔

**دوسری:** حضرت علی سے پوچھا گیا کہ یہ لوگ یعنی معاویہ وغیرہ جو آپ سے لڑتے ہیں ان کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا: **اِخْوَانُنَا فَبَغَوا**

---

(1) صحیح البخاري، کتاب اللباس، باب الثیاب البیض (۱۴۹/۷، ح: ۵۸۲۷) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب من مات لا یشرك بالله شیئا دخل الجنة (۹۵/۱، ح: ۹۴)

(۲) صحیح البخاري، کتاب اصحاب النبی ﷺ باب مناقب الحسن والحسین رضي الله عنهما (۲۶/۵، ح: ۳۷۴۶)

عَلَینَا۔[۱] (ہمارے بھائی ہیں، مگر ہم سے سرکشی کی ہے۔) اس سے بھی وہی ثابت ہے۔

**تیسری:** امام حسن نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی، وہ اگر ان کو صحابی جلیل اور عدول نہ سمجھتے تو ہرگز بیعت نہ کرتے۔ جس طرح حضرت امام حسین علیہ السلام نے یزید ملعون کو اس قابل نہ جانا، سب طرح کی بربادی قبول فرمائی اور تمام اہل بیت کا قتل ہو جانا منظور فرمایا اور بیعت نہ کی۔

چوتھی: الخَبَرُ یَحتَمِلُ الصِّدقَ وَ الکِذبَ۔ (خبر میں جھوٹ اور سچ دونوں کا گمان ہوتا ہے) اور زمانہ حال کی خبر کا صحیح معلوم ہونا دشوار ہے۔ بارہ تیرہ سو برس کی باتیں واللہ اعلم کہاں تک صحیح ہیں کہاں تک غلط۔ اور جب امیر معاویہ کا اور ان کے ساتھ والوں کا اسلام اور شرف صحابیت زائل نہیں ہوا اور رسول ﷺ کے فرمان سے اور حضرت جناب امیر کے ارشاد سے اور حضرت امام حسن کے فعل سے یہ بات ثابت ہوگئی، تب واجب ہو گیا کہ وہ حدیثیں جو کل اصحاب کے باب میں مطلقاً آئی ہیں، ان پر عمل کیا جائے اور یہ لوگ ان سے الگ نہ سمجھے جائیں۔

وہ [احادیث] یہ ہیں:

**۱-أَصحَابِی کَالنُّجُومِ بِأَیِّهِمُ اقتَدَیتُمُ اهتَدَیتُم۔**[۲] (میرے اصحاب ایسے ہیں جیسے تارے، تم لوگ جس کی پیروی کروگے راہ پاؤ گے۔)

**۲-اللہَ اللہَ فِی أَصحَابِی، لَا تَتَّخِذُوهُم غَرَضًا مِن بَعدِی، فَمَن أَحَبَّهُم فَبِحُبِّی أَحَبَّهُم وَ مَن أَبغَضَهُم فَبِبُغضِی أَبغَضَهُم وَ مَن آذَاهُم فَقَد**

---

(۱) مصنف ابن ابي شيبہ، كتاب الجمل، في مسير عائشہ...، (۷/۵۳۵، ح: ۳۷۷۶۳)

(۲) مسند الشهاب (۲/۲۷۵، ح: ۱۳۴۶) جامع بيان العلم، باب ذكر الدليل من أقاويل...، (۲/۹۲۵، ح: ۱۷۶۰) عبد بن حميد/ المنتخب من المسند (۲۵۰، ح: ۷۸۳) ابن عدي/الكامل (۲/۷۸۵و۷۸۶) بیہقی/المدخل (۱/۱۶۲، ح: ۱۵۲) خطیب/الكفايہ (ص: ۴۸) ابن بطہ/الابانۃ الکبری (۲/۵۶۵، ح: ۷۰۳) بالفاظ مختلفہ۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔

آذَانِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللّٰهَ وَمَنْ آذَى اللّٰهَ فَيُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ۔[(۱)]

میں تم کو یاد دلاتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو، میرے اصحاب کے باب میں۔ اُن کو میرے بعد ہدف نہ بناؤ، پھر جس نے ان سے محبت کی میری محبت سے کی اور جس نے ان سے بغض کیا میرے بغض سے کیا اور جس نے ان کو آزار دیا مجھ کو دیا اور جس نے مجھ کو آزار دیا، اللہ کو دیا اور جس نے اللہ کو آزار دیا، وہ جلدی کرتا ہے اس میں کہ اللہ مواخذہ کرے اس سے۔

۳- مَنْ سَبَّ اَصْحَابِی فَسَبَّنِيْ وَمَنْ سَبَّنِی فَسَبَّ اللّٰهَ وَمَن سَبَّ اللّٰهَ فَقَدْ كَفَرَ[(۲)]

(جس نے میرے اصحاب کو گالی دی مجھ کو گالی دی اور جس نے مجھ کو گالی دی اللہ کو دی اور جس نے اللہ کو گالی دی پھر ہر آینہ کافر ہوا وہ) اور علی هذا الْقِيَاس، بہت حدیثیں آئی ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ معاویہ کاتب وحی بھی رہے ہیں اور ان کی بہن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، ازواج مطہرات میں ہیں اور آنحضرت ﷺ نے ان کو دعا بھی دی ہے: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِياً وَّ مَهدِياً۔[(۳)] (خداوندا! اس کو

---

(۱) سنن الترمذي، ابواب المناقب، باب فيمن سب أصحاب النبي ﷺ (۱۷۶/۶، ح: ۳۸۶۲) مسند أحمد، از عبد اللہ بن مغفل (۱۶۹/۳۴، ح: ۲۰۵۴۹)

(2) الشریعۃ للآجری، کتاب فضائل معاویۃ بن ابي سفیان (۲۵۰۳/۵، ح: 1995) بہ الفاظ: مَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ, لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا۔ المعجم الکبیر للطبراني (۱۴۲/۱۲، ح: ۱۲۷۰۹)

(3) سنن الترمذي، ابواب المناقب، باب مناقب معاویۃ بن ابي سفیان رضی اللہ عنہ (۱۶۹/۶، ح: ۳۸۴۲) یہ حدیث موضوع ہے، کیوں کہ اس حدیث میں ایک راوی عبد الرحمٰن بن ابي عمیرۃ مزنی جس پر پوری حدیث کا دارومدار ہے اور اس کی صحابیت میں اختلاف ہے، راجح یہ ہے کہ ثابت نہیں۔ تحفۃ الأحوذی بشرح جامع الترمذی میں عبد الرحمن مبارک پوری لکھتے ہیں: ويقال الأزدي مختلف في صحبته، وقيل: في تهذيب التهذيب: له عند الترمذي حديث واحد في ذكر معاوية، قال الحافظ، قال ابن عبد البر: لا تصح صحبته ولا يصح اسناد حديثه، قال الحافظ: اسناده ليس بصحيح كما عرفت آنفا في ترجمة عبد الرحمن بن أبي عميرة. (تحفۃ الاحوذی بشرح جامع الترمذی، کتاب المناقب - باب مناقب معاویۃ بن ابي سفیان، حدیث نمبر: ۱، ج: ۱۰، ص: ۲۳۰) ترجمہ: ازدی نے کہا کہ اس کی صحابیت میں اختلاف ہے۔ تہذیب التہذیب میں ہے: معاویہ کے ذکر میں ترمذی نے

راہ دکھلانے والا اور راہ پایا ہوا کر دے۔)

خلاصہ یہ کہ اگر کوئی شخص معاویہ رضی اللہ عنہ کو خاطی کہے تو یہ کہنا کہاں سے کمی کرتا ہے؟ اس سے آگے بڑھنا اور دل کو ان کی طرف سے زیادہ خراب کرنا، اہل سنت کا مذہب نہیں ہے اور اگرچہ ان کی بغاوت، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد سے ثابت ہے۔ اِلاّ اگر کوئی شخص باغی نہ کہے اور زبان کو روکے تو اولیٰ ہے۔ حضرت علی کا فرمانا اور ہے اور ہمارا کہنا اور ہے۔

معاویہ کے فضل میں کوئی حدیث خاص صحیح طور سے مروی نہیں ہے، جیسا شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج میں لکھا ہے اور مجد الدین فیروز آبادی نے سفر السعادۃ میں (1) مگر وہ حدیثیں جو بالعموم اصحاب کے حق میں مروی ہیں، ان میں یہ بھی داخل ہیں۔ اور انتقال کے وقت ان کا نادم ہونا اور آنحضرت ﷺ کے تبرکات کو کفن وغیرہ میں رکھنے کی وصیت کرنا اور موئے مبارک کا ان کی ناک میں رکھا جانا بھی منقول ہے۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنْ سَائِرِ الْأَصْحَابِ [اللہ ان سے اور تمام اصحاب سے راضی ہوا۔]

(عقائد العزیز، ص:۹۰-۹۴)

---

ان سے صرف یہی ایک روایت لی ہے، ابن عبد البر نے کہا کہ ان کی صحابیت ثابت نہیں اور اس کی روایات کی سندیں صحیح نہیں ہوتی۔ ابن عبد البر کے الفاظ یہ ہیں: **قريش، وحديثه منقطع الإسناد مرسل. لا تثبت أحاديثه، ولا تصح صحبته.** (الاستیعاب فی معرفۃ الصحابہ) ابو عمر نے بیان کیا ہے کہ ان کی حدیث منقطع السند اور مرسل ہے نہ تو ان کی حدیثیں پایہ ثبوت تک پہنچی ہیں اور نہ ان کا صحابی ہونا ثابت ہے۔ (اسد الغابہ، جلد ۳ صفحہ ۴۷۴ طبعہ دار العلمیہ بیروت لبنان) اس کے علاوہ ملا علی قاری اور ابن حجر عسقلانی سے بھی یہی منقول ہے۔ ثانیاً یہ کہ یہ ایک شامی ہے۔ ابن حبان نے لکھا ہے: **"عَبْد الرَّحْمَن بْن أبي عميرَة الْمزنِيّ سكن الشَّام حَدِيثه عِنْد أَهلهَا"** (ابن حبان، ثقات: ۵۴۷۶۹) ابن ابو حاتم رازی نے الجرح والتعدیل میں لکھا ہے: **عبد الرحمن بن أبي عميرة المزني، له صحبة يعد في الشاميين۔** اس کے علاوہ بغوی نے معجم الصحابہ میں، ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ میں، بخاری نے التاریخ الکبیر میں اور ابن الاثیر نے اسد الغابہ میں اس کے شامی ہونے کا ذکر کیا ہے، جب کہ ابن منظور نے مختصر تاریخ دمشق میں لکھا ہے: **قيل: إنه سكن دمشق، وقيل: إنه سكن حمص.**

(1) شرح سفر السعادۃ، ص ۵۲۲

ہمیں نہیں لگتا کہ اس تعلق سے مزید کچھ کہنے کی حاجت ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ مذکورہ بالا موقف ہی صحیح اسلامی اور مبنی بر اعتدال نظریہ ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ افراط و تفریط اور غلو پر مبنی ہے۔

رہی بات حضرت امیر معاویہ کے تعلق سے یہ کہنا کہ ''یہ میرے حلق سے نیچے نہیں اترتے'' تو یہ حضرت داعی اسلام مدظلہ پر سراسر بہتان ہے۔

### خلاصۂ کلام

خلاصہ یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق خانقاہ عارفیہ پر جو بھی الزام لگائے جارہے ہیں وہ محض بے بنیاد اور الزام تراشی پر مبنی ہیں۔ اس قسم کی باتوں سے خانقاہ عالیہ عارفیہ جیسی علمی، تحقیقی اور روحانی مرکز کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اللہ ایسے لوگوں کے شر سے محفوظ فرمائے، آمین۔

☆☆☆☆☆

# ساتواں اعتراض

## اہل قبلہ کی تکفیر سے بہر صورت انکار کا الزام

اس مسئلے کا خانقاہ عارفیہ سے کیا تعلق ہے؟ اس پر گفتگو سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اصل مسئلے کو سمجھیں کہ اہل قبلہ کی تکفیر کا کیا مطلب ہے؟

اہل قبلہ ایک اصطلاح ہے جو ان اشخاص اور گروہوں کے لیے استعمال ہوتی ہے جو خود کو مسلمان کہتے ہیں ایسے لوگوں کو کافر کہا جائے گا یا نہیں؟ یعنی جو لوگ مسلمانوں کے قبلہ یعنی کعبہ معظمہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کریں اور بظاہر مسلمانوں کی سی زندگی گزاریں، ان کو کافر کہنا کیسا ہے؟

**اہل قبلہ کون؟**

اس سلسلے میں علما کا اتفاق ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے قبلہ کی طرف رخ کرے اور ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار نہ کرے وہ مسلمان ہے۔ اور جو کلمہ پڑھے یا قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرے اور ساتھ ہی ہمارے نبی کو آخری نبی نہ مانے یا ضروریات دین میں سے کسی بھی چیز کا انکار کرے، وہ مسلمان نہیں ہے۔

**اہل قبلہ کا درست مفہوم**

مولانا ذیشان احمد مصباحی اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''مسئلہ تکفیر و متکلّمین'' میں اس مسئلے پر گفتگو کرنے کے بعد بطور خلاصہ لکھتے ہیں:

علمائے محققین کے نزدیک اہل قبلہ کا درست مفہوم کیا ہے؟ ملا علی قاری اس کی وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: إعلَم أنَّ المُرادَ بِأهلِ القِبلَةِ الَّذِينَ اتَّفَقُوا عَلٰى مَاهُوَ مِن ضَرُورِيَّاتِ الدِّينِ[1]

(1) شرح الفقہ الاکبر، ص: ۴۲۹۔

واضح ہو کہ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین پر متفق ہیں۔

اس وضاحت سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ضروریات دین میں سے کسی امر ضروری کے انکار کے ساتھ کوئی شخص بظاہر تو اہل قبلہ ہو سکتا ہے، لیکن از روئے حقیقت ایسا شخص اہل قبلہ کا مصداق ہی نہیں ہے۔ ملا علی قاری کا حوالہ یہاں ایک مثال ہے، جو در حقیقت تمام علماے حق کی ترجمانی ہے [1] اور یہ موقف محض علمی و کلامی موشگافیوں کا نتیجہ نہیں، بلکہ یہ کتاب و سنت سے مستفاد ہے۔ بعض منافقین علم رسالت کے حوالے سے اہانت کے مرتکب ہوئے۔ یہ ایک غیر معمولی بات تھی۔ یہ بالواسطہ طور پر تکذیب پیغمبر تھی۔ ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن نے اعلان کر دیا: اب باتیں نہ بناؤ، تم ایمان کے بعد کافر ہو چکے۔

لَا تَعۡتَذِرُوا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ إِيمَانِكُمۡ (توبہ:٦٦)

اس سے واضح طور پر یہ عقیدہ سامنے آیا کہ مسلمان ہونے کے لیے صرف قبلہ رخ ہونا کافی نہیں۔ اگر اس کے ساتھ کوئی شخص کسی ایک مسئلے میں، کسی ایک جہت سے بھی تکذیب پیمبر کا مرتکب ہوتا ہے تو ایسا شخص متفقہ طور پر کافر ہوگا، مومن نہیں ہوگا۔ اسی بات کو متکلّمین نے آسان اصطلاحی الفاظ میں کہا کہ اہل قبلہ سے مراد ضروریات دین کے قائلین ہیں۔

اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ بعض علما نے جو یہ کہا کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی، جب کہ بعض دوسروں نے کہا کہ ضروریات دین کے انکار پر اہل قبلہ کی تکفیر کی جائے گی، ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں، بلکہ محض تعبیر کا مسئلہ ہے۔ جنھوں نے کہا کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی، ان کی مراد یہ ہے کہ اہل قبلہ وہی ہیں جو ضروریات دین کے قائل ہوں اور جو ضروریات دین کا قائل ہو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور جنھوں نے کہا کہ ضروریات دین کے انکار پر اہل قبلہ کی تکفیر کی جائے گی، ان کی مراد یہ ہے کہ ضروریات دین کے انکار کے بعد بھی چوں کہ وہ ظاہری طور پر اہل قبلہ ہی ہیں، اس لیے ایسے لوگوں کی تکفیر کی جائے گی، جو بظاہر اہل قبلہ ہیں، اگرچہ ضروریات دین کے انکار کے بعد اب وہ حقیقت میں اہل قبلہ نہ رہے، انہیں اہل قبلہ کہنا از قبیل مجاز ہے، نہ کہ از قبیل حقیقت۔"

(۱) بعض اہل علم نے اس سے مختلف تعریف بھی کی ہے، لیکن اس سے عدم تکفیر اہل قبلہ کی درست وضاحت نہیں ہوتی۔

یہاں تک کی گفتگو میں ہم نے یہ بتایا کہ اہل قبلہ کا کیا مطلب ہے اور علمائے اہل سنت و جماعت کے نزدیک ان کا کیا حکم ہے۔ ساتھ مولانا ذیشان احمد مصباحی صاحب کے اقتباس سے یہ بھی واضح ہے کہ خانقاہ عارفیہ کا اس مسئلے میں وہی موقف ہے جو علمائے عظام اور ہمارے سلف صالحین کا موقف رہا ہے۔

## خانقاہ عارفیہ کا اس مسئلے سے تعلق؟

اب جب کہ حقیقت مسئلہ اور خانقاہ عارفیہ کا موقف جان چکے تو آئیے بات کرتے ہیں کہ کس طرح بے بنیاد باتوں کو بنیاد بنا کر، عبارات کے لفظ و معنی میں تحریف کر کے خانقاہ کے حاسدین و معاندین نے اس مسئلے کے تعلق سے خانقاہ عالیہ عارفیہ کے خلاف محاذ آرائی کی کوشش کی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خانقاہ/جامعہ عارفیہ سے شائع ہونے والے ماہنامہ خضر راہ کے شمارہ مئی ۲۰۱۳ء میں مولانا ذیشان صاحب کا ایک مضمون چھپا جس میں آپ نے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک طویل اقتباس نقل کیا۔ اس اقتباس کا ایک جملہ یہ بھی تھا:

**’’اس اصول کے پیش نظر اس امت کے کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کریں گے۔‘‘**

ا. ہمارے کرم فرماؤں نے اوّلاً تو اس عبارت کو خانقاہِ عارفیہ کے موقف کے طور پر پیش کیا، جب کہ عبارت امام رازی کی ہے اور مولانا ذیشان احمد مصباحی صاحب اس کے محض ناقل ہیں۔

۲. ثانیاً عبارت میں کتر بیونت اور تحریف کر کے خانقاہ اور مولانا ذیشان صاحب پر نوازشوں کی بارش کر دی۔

۳. حد تو اس وقت ہو جاتی ہے کہ بار بار وضاحت کر دینے کے باوجود یہ حضرات آج تک وہی پرانا راگ الاپتے رہتے ہیں!

اس تعلق سے فیس بک پر مولانا رضی احمد مصباحی نے اپنا ذاتی تاثر بھی پیش کیا تھا جسے ذیل میں نقل کیا جا رہا ہے۔

## شر پسند علما کی علمی و شرعی خیانت

’’نومبر ۲۰۱۶ کا ماہنامہ اعلی حضرت مطالعہ کر رہا تھا، صفحہ ۷۶ پر ذیلی عنوان ’’**سید سراواں الہ آباد والوں کے بعض افکار ونظریات**‘‘ پر نظر پڑی، نقل کردہ افکار میں پہلے نمبر پر یہ پیش کیا گیا تھا: **’’اس وقت کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کریں گے۔‘‘** [ماہنامہ خضرراہ الہ آباد مئی ۲۰۱۳] سامنے والی میز پر خضرراہ بھی موجود تھا۔ ۲۰۱۳ کا ماہنامہ خضرراہ اٹھایا اور حوالہ ملایا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی، ایسا لگا کہ اب دنیا سے امان ہی اٹھ گیا۔ اللہ کی پناہ!

ماہنامہ خضرراہ کے جس صفحہ سے یہ عبارت نقل کی گئی تھی وہاں تفسیر کبیر کے حوالے سے کچھ اس طرح لکھا ہوا تھا: **’’اس اصول کے پیش نظر اس امت کے کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کریں گے‘‘**۔ اس عبارت میں ناقل نے جو تحریف کی وہ اپنی جگہ۔ اس عبارت کو سیاق و سباق سے بھی الگ کر لیا گیا اور امام رازی کی مشہور تفسیر، تفسیر کبیر کے حوالے کو بھی نظر انداز کیا گیا، ساتھ ہی خدا سے بے خوفی اور شریعت مصطفوی پر جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے اہل سنت و جماعت کی عظیم روحانی خانقاہ اور علمی مرکز سے مسلمانوں کو بدظن کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔ اللہ کی پناہ! کہاں چلی گئی مسلمانوں کی امانت وصداقت؟

دوسرے کسی رسالے میں اس طرح کی بات ہوتی تو میں حوالہ بھی چیک نہ کرتا، ماہنامہ اعلی حضرت میں شائع ہوا تھا اس لیے حوالہ چیک کیا، نتیجہ میں حیرت کے علاوہ کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ ذیل میں مذکورہ دونوں رسالے کے صفحات موجود ہیں آپ بھی دیکھ لیں کہ آج کے علما کتنے دیانت دار ہیں اور کیسے امت کو فتنہ میں ڈالتے ہیں!‘‘

راقم کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب حضرت ڈاکٹر مجیب الرحمن علیمی مصباحی صاحب نے یہ بتایا کہ جس وقت ماہنامہ اعلی حضرت میں یہ مضمون چھپا تو میں [مجیب الرحمن علیمی] نے ماہنامہ اعلی حضرت کے ایڈیٹر مولانا سلیم بریلوی اور ماہنامہ سنی دنیا کے ایڈیٹر مولانا عبدالرحیم نشتر فاروقی صاحبان کو بذریعہ واٹسپ اور فون کال مطلع کیا اور بتایا کہ آپ کے ماہنامے میں اس طرح کی ایک غلط بات چھپی ہے۔ اگلے ایڈیشن میں اس کی وضاحت یا اعتذار نامہ شائع کریں۔ تو آج تک اس کا کوئی جواب نہیں آیا اور نہ ہی ماہنامے میں اس کی وضاحت یا اعتذار نامہ شائع ہوا۔ اللہ اللہ! کیا آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جن کو دین کی حفاظت کا قلعہ بننا چاہیے تھا وہ کس طرح دین کی دھجیاں اڑا رہے ہیں! اس دنیا میں جواب نہیں دینے سے کیا آخرت میں بھی جواب دہی سے بچ جائیں گے ؟ پھر ایسے لوگ کس منہ سے دوسروں کے دین و ایمان کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں! اللہ ہمیں ظاہر و باطن ایک رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تھوڑی دیر کے لیے ہم یہ مان لیتے ہیں کہ یہ سب آپ نیک نیتی اور اسلام کی حفاظت کے لیے کر رہے ہیں۔ لیکن آپ کو یہ حق کس نے دیا کہ اسلام کی حفاظت کے لیے اسلام کی بنیادوں ہی کو ڈھا دیا جائے ؟

خلاصہ یہ کہ دوسرے سارے اعتراضات کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہمارے کرم فرماؤں کی کرم فرمائی ہے۔ خانقاہ عارفیہ اپنے مشائخ اور علمائے سلف صالحین کے موقف پر کاربند ہے۔

☆☆☆☆☆

## دونوں ماہناموں کا اسکین

ذیل میں دونوں ماہناموں کا اسکین فوٹو پیش کیا جا رہا ہے تاکہ اہل انصاف ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی علمی خیانت کو اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھ کر انصاف کر سکیں۔

## ماہنامہ خضر راہ کا اسکین

ہدایت اس کے مقدر میں نہیں ہے، نہ صرف اپنے دعوتی فریضے سے سبکدوشی چاہنا ہے بلکہ یہ ایک بہت بڑا دعویٰ ہے۔ یہ صرف اللہ کا حق ہے یا اس کی وحی سے اس کے پیغمبروں کو حق ہے کہ وہ کہیں کہ فلاں شخص کے حق میں گمراہی مقدر ہو چکی ہے۔ تقدیر کا علم قطعیت کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کو ہے یا اس کی وحی سے اس کے پیغمبروں کو ہے۔ عام مسلمانوں کا فرض ہے کہ ہر ممکن طور پر کافر کے ایمان اور گمراہ کی ہدایت کے لیے کوشاں رہیں، بلکہ اگر اپنی پوری کوشش کرنے کے بعد بھی کامیاب نہ ہوں تو اس شخص کی ہدایت کے لیے دعا کریں اور جب بھی کوئی ایسا موقع آئے کہ وہ شخص حق کی طرف مائل ہوتا ہوا دکھے تو اپنے دعوتی مشن میں پھر سے لگ جائیں۔

قرآن نے پہلے مومن اور متقی بندوں کا ذکر کیا اور پھر کفار کا ذکر فرمایا۔ یہاں یہ جان لینا ضروری ہے کہ شریعت کی اصطلاح میں کفر کیا ہے؟ تاکہ ہم صحیح طور پر کافر کا مفہوم سمجھ سکیں۔

امام فخر الدین رازی رقمطراز ہیں:

''پیغمبر علیہ السلام کے قول و عمل کے حوالے سے جو کچھ بھی منقول ہے وہ یا تو بداہت اور عقل صریح سے ثابت ہوگا یا استدلال سے یا خبر واحد سے، پہلی صورت یعنی وہ امور جن کے بارے میں بداہت سے یقینی طور پر معلوم ہے کہ انھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، جو شخص ان تمام امور میں آپ کی تصدیق کرے وہ مومن ہے اور جو ان تمام باتوں میں یا ان میں سے بعض باتوں میں آپ کی تصدیق نہ کرے وہ کافر ہے۔

لہٰذا کفر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ضروری طور پر ثابت شدہ امور میں سے کسی بھی ایک امر ضروری کے انکار کا نام ہے۔ مثلاً کوئی خالق کے وجود کا انکار کرے یا اس کے قادر و مختار یا اس کے ایک ہونے یا بے عیب ہونے کا انکار کرے یا پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کی نبوت کا انکار کرے، قرآن کی صحت کا انکار کرے یا ان احکام کا انکار کرے جن کا دین محمدی سے ہونا بداہتاً ثابت ہو، مثلاً نماز، حج اور زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کرے یا سود اور شراب کی حرمت کا انکار کرے تو ایسا شخص کافر ہوگا۔ اس لیے کہ اس نے ایسی باتوں میں نبی کی تصدیق نہیں کی، جن کا دین محمدی سے ہونا ضروری طور پر معلوم ہے۔

رہے ایسے امور جن کا دین محمدی سے ہونا استدلال سے ثابت ہے، مثلاً یہ کہ اللہ عالم بالذات ہے، یا عالم بالصفات، اسی طرح یہ مسائل کہ اللہ قابل دید ہے یا قابل دید نہیں ہے، وہ بندوں کے افعال کا خالق ہے یا خالق نہیں ہے، ان میں سے کوئی بات قطعیت اور تواتر کے ساتھ منقول نہیں ہے، کیوں کہ ان میں یہ احتمال ہے کہ ان میں سے ہر ایک میں غیر متعین طور پر کوئی ایک پہلو ہی شریعت محمدی کا حصہ ہو، ان میں ایک پہلو کی صحت اور دوسرے کا بطلان استدلال کے ذریعے جانا جاتا ہے۔ چنانچہ ان میں سے کسی کا اقرار یا انکار حقیقت ایمان کا حصہ نہیں ہے۔ لہٰذا ان میں سے کوئی بات موجب کفر نہیں ہوگی اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی بات حقیقت ایمان کا جزو ہوتی تو لازمی طور پر پیغمبر علیہ الصلاۃ و السلام صرف اسی کو مومن کہتے جس کے بارے میں جانتے کہ وہ اس مسئلے میں حق سے واقف ہو چکا ہے اور اگر یہ صورت ہوتی تو اس مسئلے میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد پوری امت میں معروف و مشہور ہوتا اور تواتر کے ساتھ نقل کیا جاتا اور جب ایسا منقول نہیں ہوا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کو اس مسئلے پر موقوف نہیں رکھا۔ لہٰذا نہ اس مسئلے کا اقرار ایمان کہلائے گا اور نہ ہی اس کا انکار باعث کفر ٹھہرے گا۔

اس اصول کے پیش نظر اس امت کے کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کریں گے۔

رہی دین کی وہ بات جو خبر آحاد سے ثابت ہو تو ظاہر یہی ہے کہ ایمان و کفر کا مدار اس پر نہیں ہے۔ کفر کے بارے میں ہمارا نقطۂ نظر یہی ہے۔ (تفسیر کبیر زیر آیت: ان الذین کفروا)

✲✲✲

## ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا اسکین



میں شائع ہونے والے کتابی سلسلہ "الاحسان" میں بھی ابن تیمیہ اور ابن قیم جوزیہ کی مدح وسرائی کی گئی ہے اور ان کو "شیخ" وغیرہ معظم الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔

ذیل میں گروہ صوفیہ کے مذکورہ سرغنہ یعنی "ابومیاں" کے ان افکار ونظریات کوذکر کیا جاتا ہے جو ان کی سرپرستی میں شائع کی جانے والی کتابوں کے میں مذکور ہیں قارئین کرام بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں اور خود فیصلہ کریں کہ "ابومیاں" کا راستہ بزرگان دین، اولیائے کرام، علمائے ذوی الاحترام اور مجتہدین امت (رحمہم اللہ) کے راستے سے کتنا الگ ہے۔

**سید سراواں الہ آباد والوں کے بعض افکار ونظریات:**

(۱) "اس وقت کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کریں گے۔ (ماہنامہ خضر راہ الہ آباد مئی ۲۰۱۳ء ص:۱۳) (۲) "ان (ابومیاں) کی بارگاہ میں ہندو مسلم، مومن وکافر، سنی شیعہ، حنفی شافعی، دیوبندی بریلوی، اور امیر وفقیر، عالم وجاہل، گورے کالے ہر طرح کے پیاسے آتے ہیں"۔ (نغمات الاسرار ص:۱۱) (۳) "وہ (ابومیاں) حنفی ہیں مگر ان کی تقلید میں جمود نہیں"۔ (نغمات الاسرار ص:۱۱) (۴) "حضرت (ابومیاں) کی شخصیت ایک جہت سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی سی ہے تو دوسری طرف جب فقہ وافتا کی بات آتی ہے تو کبھی کبھی نگاہ کوتاہ بین کو تقلید کی زنجیریں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں"۔ (نغمات الاسرار ص:۲) (۵) "حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ "قرأت خلف الامام" کے قائل صرف اس لیے تھے کہ ان کے پاس حدیث تھی یہاں انہوں نے قول امام پر عمل کرنے سے زیادہ بہتر قول رسول پر عمل کرنے کو خیال کیا اور یہ معمول اس سلسلے میں آج بھی چلا آرہا ہے۔ صوفی حکیم ہوتا ہے مقاصد شریعت پر اس کی نگاہ ہوتی ہے، ضرورت وحاجت کے تحت یا روحانی کشف کی بنیاد پر بعض مسائل میں منفرد ہوتے ہیں اس کے باوجود مقلد ہی کہے جائیں گے"۔ (الاحسان، شمارہ ۱، ص:۲۵۰) (۶) "اگر تم حنفی ہو تو بتاؤ کہ ان تینوں فقہی مذاہب حنبلی، مالکی اور شافعی کے پیروکاروں میں کوئی اللہ کا ولی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو بتاؤ کسی ولی کی اقتدا میں نماز ہوگی یا نہیں؟ افسوس کہ ایک حنفی نماز تو چھوڑ سکتا ہے مگر کسی شافعی یا حنبلی کی اقتدا نہیں کر سکتا! تعجب ہے کہ تم اپنے اصول کا دوسروں کو پابند بناتے ہو جب کہ ان کے پاس بھی قرآن وسنت سے مستنبط اصول موجود ہیں، جن کو تم برحق کہتے ہو۔ بتاؤ کیا تم تضاد بیانی کے شکار نہیں ہو زبان سے برحق مانتے ہو اور دل سے باطل قرار دیتے ہو قولا حق گردانتے ہو اور فعلا اس کا بطلان کرتے ہو کیا یہ نفاق خفی نہیں ہے؟" (الاحسان کتابی سلسلہ ۴، افادات ابومیاں، ص:۲۳)

**سید سراواں الہ آباد کے "ابومیاں" اور سواد اعظم کی مخالفت:**

**پہلا اقتباس:** دیابنہ ووہابیہ، رافضی وچکڑالوی اور اہل حدیث اہل وغیرہ کون سا فرقہ ایسا ہے جو اپنے غلط افکار ونظریات کی موقع پڑنے پر تاویل نہیں کرتا؟ لیکن "ابومیاں" کے زیر سایہ شر نکلنے والے رسالے میں صاف کہہ دیا گیا:

"اس وقت کسی فرد کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ ہی ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کریں گے۔ (ماہنامہ خضر راہ الہ آباد مئی ۲۰۱۳ء ص:۱۳)

وہ فرقہائے باطلہ جو کہ بدمذہب ہیں اور ان کی بدمذہبی حد کفر کو پہنچی ہوئی ہے ان پر تو علمائے حرمین شریفین کے علاوہ ساری دنیا کے علمائے حق اہل سنت وجماعت بلکہ سواد اعظم اہل سنت وجماعت کی جانب سے ان کے عقائد کفریہ کی وجہ سے حکم کفر ہے۔ تو "ابومیاں" کی جانب سے علمائے حرمین شریفین کے علاوہ ساری دنیا کے علمائے حق اہل

☆☆☆☆☆

# آٹھواں اعتراض

## بعض اشعار کے غیر شرعی ہونے کا الزام

یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ شعر گوئی ایک الگ فن ہے اور فتویٰ نویسی الگ فن۔ دونوں کے تقاضے، لفظیات اور اصطلاحات بالکل مختلف ہیں۔ اہل نظر ان حقائق سے پوری طرح باخبر ہیں۔ بسا اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ ایک پابند شرع مفتی جب شاعری کی دنیا میں قدم رکھتا ہے تو وہاں اس کا رنگ و اسلوب بالکل الگ ہوتا ہے۔ وہ ایسے کلمات یا اصطلاحات استعمال کرتا ہے، جنھیں پڑھ کر پہلی نظر میں ذہن الجھ جاتا ہے، لیکن ذرا سی توجہ اور اہل فن سے مراجعت یا تاویل کے بعد اس شعر کا درست مفہوم جب واضح ہوتا ہے تو قاری خود بھی کیف و سرور سے سرشار ہوجاتا ہے۔ اس کی بہت ساری مثالیں خود امام اہل سنت، استاذ زمن اور مفتی اعظم ہند کے کلام میں موجود ہیں، جن کی تفہیم میں تاویل کا سہارا لیے بغیر خاصی دشواری کا سامنا ہوتا ہے۔

## چند ایسے اشعار جن کی تفہیم تاویل کے بغیر ممکن نہیں

**پہلا شعر**

اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں:

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

مذکورہ شعر میں اعلی حضرت فاضل بریلوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ممکن (مخلوق) ماننے سے انکار کر رہے ہیں اور عبدیت

محمّدی کو دیکھتے ہوئے واجب (خدا) ماننے سے بھی گریز کر رہے ہیں، آپ خود ہی بتائیں کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ماننا چاہتے ہیں؟ کیا اس کا جواب مجازات واستعارات کا سہارا لیے بغیر دیا سکتا ہے؟

**دوسرا شعر**

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: ع

حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل وفرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے!

اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں یہ کہنے کا کیا مطلب ہے کہ یہ جنم کے بچھڑے ہیں جو آپس میں گلے مل رہے ہیں؟ کیا اس کا جواب بغیر کسی تاویل کے دے سکتے ہیں آپ؟

**تیسرا شعر**

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ہی کا ایک اور شعر ہے:

زہے عزت و اعتلائے محمد
کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد

کیا کسی حاکم یا شیخ کے بارے میں یہ کہنا کہ اس کا تخت اس کے فلاں وزیر یا مرید کے پیروں تلے ہے، بظاہر اس کی توہین نہیں؟ اسی طرح عرش حق یعنی اللہ کے عرش کو حضور ﷺ کے پیروں کے نیچے بتانا کیا بظاہر اہانت کا مفہوم پیدا نہیں کرتا؟ اور کیا تاویل کا سہارا لیے بغیر اس کی تفہیم ممکن ہے؟

**معترضین کی خطا کیا ہے؟**

پھر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ تصوف کے اپنے کچھ ادبی رموز، تعبیرات و اصطلاحات ہیں جنہیں جانے بغیر صوفیہ کے شعری کلام تو دور نثری کلام بھی سمجھ میں نہیں آتے، اس لیے صوفیہ کے کلام کو سمجھنے کے لیے صوفیانہ ذوق کا عرفان، بزرگوں کی صحبت سے استفادہ اور تعبیرات واصطلاحاتِ صوفیہ سے واقفیت نہایت ضروری ہے۔ عام طور پر جو لوگ صوفیہ کے کلام پر اعتراض کرتے ہیں وہ در اصل اسی جگہ خطا کر جاتے ہیں۔ جب فقہی

اصطلاحات کو سمجھے بغیر فقہا کی باتوں کو نہیں سمجھ سکتے، علم حدیث کی اصطلاحات کے بغیر محدثین کی باتوں کو سمجھنا مشکل ہے تو صوفیہ کی اصطلاحات و تعبیرات کو سمجھے بغیر صوفیہ کے کلام کو کیوں کر سمجھا جا سکتا ہے؟

## اعتراض والے اشعار

اب آئیے ذرا اُن اشعار پر نظر ڈالتے ہیں جن کو لے کر خانقاہ عارفیہ پر الزامات و اتہامات لگائے جاتے ہیں۔

## ایک مشہور شعر اور اس کی توضیح:

حاسدین حضرت داعی اسلام کی شخصیت کو مجروح کرنے کے لیے ایک شعر کو حضرت داعی اسلام کی جانب منسوب کرتے ہیں جو کسی زمانے میں محفل سماع میں باہر سے آئے ہوئے **راجو** نامی مشہور قوال نے پڑھا تھا۔ وہ شعر یہ ہے:

عشق کی ابتدا بھی تم حسن کی انتہا بھی تم
رہنے دو راز کھل گیا، بندے بھی تم خدا بھی تم

یہ کسی صوفی شاعر کا ایک نعتیہ شعر ہے۔

شعر میں صنعت حذفِ بیان یا مجاز حذف ہے، یعنی [اللہ کے] بندے بھی تم اور [میرے] خدا بھی تم یعنی نبی کریم ﷺ اللہ کے بندے اور ہم سب کے آقا و مولا ہیں۔

گویا شاعر کہنا یہ چاہتا ہے کہ جب ارادہ الٰہی میں مخلوقات کو پیدا کرنا مقصود ہوا تو سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کی روح مقدسہ کو پیدا فرمایا اور آپ ﷺ کو ساری خوبیوں اور حسن و کمالات کا جامع بنایا۔ آپ ﷺ ساری مخلوقات کے آقا و مالک ہیں اور اللہ ربّ العزت کے بندے ہیں۔

افسوس تو یہ ہے کہ جہالت اس قدر عام ہو چکی ہے کہ اب دوسروں کے اشعار کی بنیاد پر بھی بعض مفتیان عظام فتوے صادر کرنے لگے ہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ جوش عناد میں اشعار کا غلط اور غیر شرعی مطلب نکال کر اسے حضرت داعی اسلام مدظلہ کی طرف جھوٹا منسوب کر کے استفتا کیا جاتا ہے، جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ حالاں کہ اس شعر کا حضور داعی اسلام سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے۔

## شعر مذکور کی توضیحِ مزید

مذکورہ بالا شعر میں بندے اور خدا کے ایک ساتھ استعمال سے ذہن میں یہ خلجان پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس شاعر کو ہو کیا گیا ہے کہ ذات رسالت مآب ﷺ کو بندہ اور خدا کہہ رہا ہے۔ لیکن ذرا سی توجہ دیں تو کھل جاتا ہے کہ بندہ یہاں پر اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہے، لیکن ''خدا'' چوں کہ لفظ ''اللہ'' کی طرح ذات باری کے لیے صریح نہیں ہے، نہ اس کے اسماے صفات میں سے ہے، جو اشاعرہ کے نزدیک توقیفی ہیں بلکہ ایک فارسی لفظ ہے جس کے معنی: مالک، صاحب، آقا، خود آنے والا، عجم میں اس کا اطلاق حق تعالیٰ پر کیا جاتا ہے، تاہم اضافت کے اعتبار سے اس کے معانی بدلتے رہتے ہیں جیسے خدائے سخن شاعر کو کہتے ہیں۔ اور یہاں پر ''میرے'' مضاف الیہ محذوف ہے اس لیے یہاں خدا ''آقا'' کے معنی میں ہے۔ شاعری میں چوں کہ نثر جیسی آسان اور گنجائش نہیں ہوتی، بلکہ اس میں ایجاز و حذف کی صورتیں ہوتی ہیں۔

شاعر کے مطابق حضرت رسول کریم اللہ کے سچے بندے اور ساری کائنات کے آقا و مولی ہیں۔ اسی مفہوم کو فاضل بریلوی نے اس طرح ادا کیا ہے۔

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے!

مولانا روم فرماتے ہیں:

عہد ما با لب شیریں دہناں بست خدا
ما ہمہ بندہ و ایں قوم خداوندانند

## ایک دوسری تشریح

اس کی دوسری تشریح وحدۃ الوجودی فلسفے کے مطابق یہ کی جا سکتی ہے کہ حقیقت محمدیہ ایک ایسا راز ہے جسے صوفیہ نے برزخ کبریٰ کہا ہے۔

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا

فاضل بریلوی کہتے ہیں:

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
حق یہ کہ ہیں عبدِ اِلٰہ، اور عالمِ امکاں کے شاہ
برزخ ہیں وہ سرِّ خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اعلی حضرت سے اگر یہ سوال کیا جائے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے واجب اور ممکن ہونے کو خطا کہتے ہیں تو پھر ان کے نزدیک حضور ﷺ آخر ہیں کیا؟ ظاہر ہے کہ اس کا جواب فلسفے اور منطق سے دینا ایک امر محال ہوگا، اس کے لیے لازمی طور پر وحدۃ الوجود کے صوفیانہ نظریے کا سہارا لینا پڑے گا، جس کے مطابق ممکنات کی حقیقۃ الحقائق بھی واجب تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے اور حقیقت محمدیہ اس ذاتِ مطلق کا ظہورِ اول ہے۔ ایسی صورت میں یہ تو ممکن ہے کہ نظریہ وحدت الوجود اور تمام وحدۃ الوجودی علما، صوفیہ اور شعرا کے اشعار کو رد کر دیا جائے، جیسا کہ وہابیہ کرتے ہیں، لیکن یہ انصاف نہیں کہ جس عالم، صوفی یا شاعر کو اپنا سمجھیں اس کے وحدۃ الوجودی اشعار و اقوال کی تاویل کریں اور دوسروں کی تضلیل و تفسیق اور تکفیر کے درپے ہو جائیں۔

**دوسرا معترض علیہ شعر اور اس کی توضیح:**

سعید اللہ اللہ! کس سے کہوں میں
کہ ہے میرے پردے میں تو یا الٰہی

**توضیح:**

اس شعر کے دوسرے مصرعے پر لوگ اعتراض کرتے ہیں، حالاں کہ دنیا کی ہر شے میں اللہ رب العالمین کا جلوہ ہے۔ خود قرآن پاک میں ہے:

**فأینما تولوا فثم وجه الله** (بقرہ:۱۱۵)

ترجمہ: تم جدھر رخ کرو ادھر اللہ کا جلوہ ہے۔

جب دنیا کی ہر شے میں اللہ کا جلوہ ہے تو اگر ایک شخص مناجات میں یہ کہہ رہا ہے کہ

اے میرے رب میرے پردے میں تو ہی جلوہ نما ہے تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟

یہ قرآنی فیصلہ ہے کہ خیر و شر کا خالق اللہ ہے۔ کائنات میں کوئی ذرّہ مشیت الٰہی کے بغیر نہیں ہل سکتا، یہاں تک کہ دوسروں کا ارادہ بھی مقام حقیقت کے لحاظ سے ارادہ خداوندی کا انعکاس ہے۔ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللّٰه (التکویر:۳۰) اس کے علاوہ جیسا کہ مذکور ہوا کہ وحدۃ الوجودی فلسفے کے مطابق حقیقۃ الحقائق ایک ہے اور وہ ہے ذاتِ واجب الوجود۔ پوری کائنات اور سارا عالمِ کثرت اسی حقیقت کے اظلال و عکوس ہیں۔

زیر بحث شعر میں شاعر نے اسی تناظر میں اپنی واردات رقم کی ہے۔ اس مناجات کے دو اشعار اور دیکھیں تو یہ حقیقت واضح ہوگی۔

جدھر دیکھتا ہوں جہاں دیکھتا ہوں — نظر میں ہے بس تو ہی تو یا الٰہی
کدھر جاؤں میں چھوڑ کر تیرے در کو — کہ مولیٰ ہے بس میرا تو یا الٰہی
سعید اللہ اللہ! کس سے کہوں میں — کہ ہے میرے پردے میں تو یا الٰہی

یہاں ''اللہ اللہ!'' استعجابیہ ہے۔ شاعر گویا ہے کہ میں حیران ہوں کہ جب پوری کائنات اسی حقیقۃ الحقائق کا مظہر ہے، ہر طرف اسی کے عکوس و اظلال ہیں، ہر سمت اسی کے جلوے ہیں، فأينما تولوا فثم وجه الله (بقرہ:۱۱۵) فاعل حقیقی اسی کی ذات ہے، حقیقی ارادہ محض اسی کا ہے، سب کچھ اسی کی مشیت و ارادے سے ہے، خود میری واردات اور میرے اضطرابات اسی کے ارادے کا ظہور ہیں، پھر ایسی صورت میں، میں حیران ہوں کہ آتش سوزاں اور نالۂ درد کس سے کہوں؟ اور کیوں کہوں؟ جب ہونا وہی جو رہے ہیں سائیں، پھر یہ سوچ کر حیران ہوں کہ یہاں ہمارا رول کیا ہے؟ اللہ کی ذات و صفات میں تحیر اور عاجزی کے مقام تک پہنچنا ہی تو معرفت کی انتہا ہے۔ شاعر اسی مقام سے گویا ہے۔

اس کے برخلاف بعض لوگ شعر کی یہ تشریح کرتے ہیں کہ میں اللہ کس کو کہوں؟ میں خود ہی خدا ہوں، یہ شعر کے الفاظ، سیاق، تناظر، شاعر کی فکر و شخصیت اور صوفیانہ اصطلاحات کا سرعام قتل ہے۔ جیسا کہ اگر کوئی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے مندرجہ ذیل اشعار سے حلول و

اتحاد کا معنی پیدا کرے تو اس کی عقل پر ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔ع

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے
گمان امکاں کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

**تیسرا شعر اور اس کی توضیح:**

کفر واسلام کی سرحد سے الگ دور کہیں
اک نئی دنیا محبت کی بسائے کوئی

اس شعر میں موجودہ عہد کے پُر فتن ماحول کی طرف اشارہ ہے۔آج اہلِ قبلہ کے بیچ تکفیری مشغلہ عام ہے۔عرب وعجم سے حل و حرم تک مسلمان خود ہی ایک دوسرے کو کافر اور مباح الدم سمجھتے ہیں اور ایک دوسرے کے قتل و تباہی کے درپے ہیں۔یہاں تک کہ **اہل سنت کے مختلف طبقات کے درمیان ایک دوسرے کو کافر کہنے کی روش چل پڑی ہے**، یہ علمائے سو جسے چاہتے ہیں کفر کا فتویٰ لگا کر اسلام سے باہر کر دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں، داخل کر لیتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کا کوئی عالم دین ایسا نہیں ہے جس پر کفر و گمرہی کا فتویٰ نہ ہو۔ شاعر ایسے حالات سے نالاں نظر آتا ہے اور کہتا ہے کہ علمائے سُو کے اس کفر واسلام کے کھیل سے الگ ہٹ کر ایسے اسلام کی پیروی کی جائے جس میں محبت والفت اور امن وسلامتی ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗ (المائدہ:۵۴)۔

**کفر و ایمان کے مفہوم پر چند شعری نمونے**

اشعار کی شکل میں یہ کفر واسلام کا یہ مفہوم صوفیائے کرام کے ہاں اس قدر مشہور و معروف ہے کہ حضرت میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ کے مطابق اس کی تاویل نہ کر پانے والا کوئی زاہد خشک ہی ہو سکتا ہے۔(دیکھیے: سبع سنابل، ص:۱۶۳، مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۹۸۲ء)

چند شعری نمونے ملاحظہ فرمائیں جن میں کفر وایمان کے مفہوم کو صوفی شعرا نے اپنے

اپنے رنگ میں ڈھالا ہے اور جن میں تاویل کا سہارا لیے بغیر شاعر کی تکفیر سے چارہ نہیں ہے:

## حضرت میر عبدالواحد بلگرامی

کافرم گر کفر را دارم قبیح
مشرکم گر آورم ایماں صریح (۱)

(میں کافر ہو جاؤں، اگر کفر کو برا جانوں اور مشرک ہو جاؤں، اگر صراحۃً ایمان کا دعویٰ کروں۔)

یاد رکھو کہ ہر کفر میں ایک ایمان ہے اور ہر ایمان میں ایک کفر۔

درون ہر بتے جانیست پنہاں
بزیر کفر ایمانیست پنہاں (۲)

(ہر بت میں ایک جان پوشیدہ ہے اور کفر کے اندر ایمان چھپا ہوا ہے۔)

(سبع سنابل، ص:۱۶۳، مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۹۸۲ء)

## حضرت عزیز اللہ صفی پوری

● اودھ کے ایک اور نامور صوفی شاعر منشی عزیز اللہ صفی پوری نغمہ زن ہیں:

ندانم کہ ایماں چہ و کفر چیست
گر ایں بود در آں فدائے تو شد (۳)
مومن پاک است محمد پرست

---

(۱) اس کی ایک تشریح یہ کی جا سکتی ہے کہ اس میں کفر سے مراد کفر بالطاغوت ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے: فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَیُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی (بقرہ:۲۵۶) اور ایمانِ صریح کو شرک کہنے سے مراد یہ ہے کہ ایمان کا فاعلِ حقیقی خود کو مانا جائے۔ ظاہر سی بات ہے کہ بندوں کے تمام افعال کا خالق حق تعالیٰ ہی ہے بندے نہیں۔ لہٰذا ایمان کا دعوی صریح بھی ایک طرح کا شرک ہوا۔

(۲) اس کی ایک تشریح یہ کی جا سکتی ہے کہ اس بات پر ایمان ضروری ہے کہ در حقیقت ایمان و کفر اور خیر و شر کا خالق ایک ہی ہے، اہل اسلام اہل توحید ہیں، آتش پرستوں کی طرح ثنویت پسند نہیں ہیں۔

(۳) اس کی ایک تشریح یہ کی جا سکتی ہے کہ ہم عقلی سطح پر ایمان و کفر اور خیر و شر کی تشریح کے بجائے غیر مشروط طور پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں۔ ہماری ساری عقلی اور فکری جولانیاں اور اپنی فہم و فراست ان کے قدموں پر قربان ہے۔

کفر مکن بندۂ یزداں مباش[۱]

(مجھے نہیں خبر کہ ایمان کیا ہے اور کفر کیا ہے؟ جو کچھ بھی ہو تیرے قدموں پر نثار ہو جائے۔ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا پرستار ہی صحیح معنوں میں مومن ہے، اللہ کا بندہ بن کر کافر مت ہو جاؤ۔)

## شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی

● اعلیٰ حضرت مولانا شاہ علی حسین **اشرفی میاں** کچھوچھوی کا تصور کفر و ایمان بھی دیکھیے:

مکن اے زاہد خشک اعتراضے اعتراضے ۔۔۔ چہ دانی سر توحید خدا را
اگر گوئی مرا تو بت پرستے ۔۔۔ بگویم در بُتاں دیدم خدا را[۲]

کفر و اسلامم بزلف و روئے او وابستہ شد
مذہبم گبر و مسلماں ہر دو شانم شد چہ شد[۳]

کلمۂ کفر اوّلم کرد چو تعلیم شیخ
کفر شد ایمانِ من سینہ پر انوار شد[۴]

(اے زاہدِ خشک! اعتراض مت کرو، تم اسرار توحید سے بے خبر ہو۔ اگر تم مجھے بت پرست کہتے ہو تو میں کہتا ہوں کہ مجھے بتوں کے اندر ہی خدا نظر آتا ہے۔ میرا کفر و اسلام محبوب کے زلف و رخ سے وابستہ ہے، اس لیے میں نے اسلام و بت پرستی دونوں کو ہی اختیار کر لیا ہے۔ میرے شیخ و مرشد نے جب سب سے پہلے کلمۂ کفر کی تلقین فرمائی اس وقت کفر میرا ایمان بن گیا اور میرا سینہ انوار کا گنجینہ بن گیا۔)

---

(۱) اس کی ایک تشریح یہ کی جاسکتی ہے کہ حضور ﷺ کی تصدیق کا نام ایمان ہے۔ اس کے بغیر کوئی لاکھ ایمان کا دعوی کرتا رہے وہ کافر ہی ہوگا۔ یہاں پرستش، اتباع کے مفہوم میں ہے عبادت کے مفہوم میں ہے۔

(۲) اتباعِ مرشد کو بعض متشدد شرک و کفر کہتے ہیں، جب کہ حق یہ ہے کہ مرشد کی صحبت میں ہی حق کی صحیح معرفت ملتی ہے، یہاں بتت محبوب و معشوق یعنی مرشد کے معنی ہے۔

(۳) اس کی ایک تشریح بھی نہج پر کی جاسکتی ہے جس نہج پر شاہ عزیز اللہ صفی پوری کے پہلے شعر کی تشریح کی گئی۔

(۴) یہاں کلمۂ کفر سے مراد کلمۂ لاالہ ہے جس کی تلقین و تفہیم مشائخ اپنے مریدین کو کرتے ہیں، وہ خواہش کو بھی الہ میں شامل مانتے ہیں اور لاالہ سے ان کا مدعا یہ ہوتا ہے کہ بندہ اپنی خواہشات سے اوپر اٹھ جائے، یہ وہ کلمۂ کفر ہے جس کے بعد سینہ پر انوار اور ایمان کا گنجینہ بن جاتا ہے اور اب الا اللہ پورے طور پر منکشف اور مشرح ہو جاتا ہے۔

**امیر خسرو**

کافر عشقم مسلمانی مرا درکار نیست
ہر رگ من تار گشتہ حاجت زنار نیست
خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی می کند
آرے آرے می کنم با خلق مارا کار نیست (۱)

اب مجھے یہ نہیں معلوم کہ ان مستند مشائخ و سادات کے ان اشعار پر ہمارے مفتی صاحبان کیا ارشاد فرمائیں گے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ جھوٹے جوش حق پرستی میں ان کی گمرہی کا فتوی بھی صادر کر بیٹھیں۔

صوفیانہ اشعار کو سمجھنے اور اس کی صحیح تاویل کرنے کے سلسلے میں ڈاکٹر ذیشان احمد مصباحی صاحب کا تحریر کردہ اصول خمسہ قارئین کے لیے نہایت مفید اور معلومات افزا ثابت ہو گا، اس لیے انہیں ذیل میں نقل کیا جا رہا ہے۔

☆☆☆☆☆

(۱) اس کی تشریح بھی اس نہج پر کی جا سکتی ہے جس نہج پر اشرفی میاں کی مذکورہ بالا رباعی کی گئی ہے حضرت داعی اسلام کا محولہ شعر جس پر معترضین کو کلام ہو، اس کی بھی ان اعتبارات سے سمجھا جا سکتا ہے۔ ورنہ بظاہر تو وہ ایک لغو کلام ہے، کیوں کہ کفر و اسلام کی سرحد سے نکلنا ممکن ہی نہیں، یا تو کفر ہے یا اسلام ہو گا، یا تو دن ہو گا یا رات ہو گی۔ ظاہر ہے ایک حکیم و دانا عارف، صوفی سے لغو گوئی کی توقع نہیں ہو سکتی، لازما اس کے کلام کو مجاز کی طرف پھیرنا ہو گا۔

# اصول خمسہ از ڈاکٹر ذیشان احمد مصباحی

**پہلا اصول**

علم بیان کا ابتدائی طالب علم یہ جانتا ہے کہ الفاظ کے دو معنی ہوتے ہیں؛ (۱) معنی حقیقی اور (۲) معنی مجازی۔ لفظ دونوں معنی میں بولا جاتا ہے۔ جب وہ اپنے معنی حقیقی میں استعمال ہو تو اسے حقیقت کہتے ہیں اور اگر غیر حقیقی معنی میں استعمال ہو تو اسے مجاز کہتے ہیں۔

**دوسرا اُصول**

الفاظ کے استعمال میں اصل یہ ہے کہ وہ اپنے معنی حقیقی میں مستعمل ہو، گویا حقیقت اصل ہے اور مجاز فرع ہے۔ فقہا نے اسی لیے یہ قاعدہ بنایا ہے کہ جب تک لفظ کو اس کے حقیقی معنی پر محمول کرنا متروک، مشکل یا متعذر نہ ہو جائے، اس وقت تک وہاں معنی حقیقی ہی مراد ہوگا۔ ہاں !جب معنی حقیقی مراد لینا، کسی وجہ، کسی قرینے کے سبب ممکن نہ رہے تو اس لفظ کو معنی مجازی کی طرف پھیر دیا جائے گا۔ گویا اصل یہ ہے کہ لفظ حقیقت ہو اور اپنے معنی حقیقی میں مستعمل ہو، مجاز ہونے کے لیے کوئی قرینہ چاہیے۔ جب تک کوئی ایسا قرینہ نہ ہو جس سے یہ واضح ہو کہ یہاں معنی حقیقی مراد نہیں ہے بلکہ معنی مجازی مراد ہے، اس وقت تک لفظ کو اس کے حقیقی ظاہری معنی سے مجازی معنی کی طرف نہیں پھیرا جائے گا۔ اہل بیان کا فیصلہ ہے کہ قرینہ ہی لفظ کو حقیقت سے مجاز کی طرف پھیرتا ہے، کیوں کہ قرینہ کے بغیر کوئی لفظ بالذات معنی مجازی پر دلالت نہیں کرتا۔

فالقرينة هي المانعة عن الحقيقة الى المجاز، اذ اللفظ لا يدل على المعنى المجازي بنفسه دون قرينة۔ (الکافی فی البلاغۃ، ص:۱۲۲، دار التوفیقیہ، قاہرہ، ۲۰۱۱ء)

**تیسرا اصول**

وہ قرائن جن کے سبب لفظ اپنی حقیقت سے مجاز کی طرف پھیرا جاتا ہے، ان میں ایک قرینہ متکلّم کی حالت بھی ہے۔ بسا اوقات متکلّم کے احوال یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ اس مقام پر لفظ اپنے مجازی معنی میں استعمال ہوا ہے، حقیقی معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے۔ مثلاً علم البیان کے علما نے

بالعموم یہ مثال پیش کی ہے کہ:

أنبت الربیع البقل (موسم بہار نے سبزہ اگایا)

اگر یہ جملہ کوئی منکر خدا کہے تب تو لفظ کا معنی حقیقی مراد لیا جائے گا لیکن اگر اس کا قائل کوئی موحد ہو، تو اس کا عقیدۂ توحید یہ واضح کرے گا کہ سبزہ اگانے کی نسبت بہار کی طرف حقیقی نہیں مجازی ہے؛ کیوں کہ قائل ہر فعل کا فاعل اور ہر خلق کا خالق اللہ کی ذات کو تسلیم کرنے والا ہے، البتہ موسم بہار سبزہ و شادابی کا ظاہری سبب ہے، اس لیے سبزہ اگانے کی نسبت مجازی طور پر اس نے موسم بہار کی طرف کر دی ہے۔ پہلی صورت میں وہی جملہ، جملۂ کفر تھا، کیوں کہ موسم بہار کو سبزہ اگانے والا مانا گیا ہے، جب کہ دوسری صورت میں وہی جملہ جملۂ ایمان ہے، کیوں کہ اگر چہ بظاہر سبزہ اگانے کی نسبت بہار کی طرف کی گئی ہے، لیکن قائل چوں کہ موحد و مومن ہے، اور اس فعل کا حقیقی فاعل اللہ کی ذات کو مانتا ہے، وہ صرف مجازاً سبزہ اگانے کی نسبت بہار کی طرف کر رہا ہے، لہٰذا اس کا جملہ معنی حقیقی میں مستعمل نہیں ہے، اس لیے وہ جملہ، جملۂ ایمان ہے نہ کہ جملۂ کفر۔ اور اس پر دلیل قائل کی حالت ایمان و توحید ہے۔

### چوتھا اصول

اصطلاحات کو لغت سے نہیں، مخصوص فن سے سمجھنا چاہیے جس سے ان کا تعلق ہو، یہ ایک حقیقت ہے کہ لکل عمل رجال (ہر کام کے کچھ خاص مردانِ کار ہوتے ہیں) اور لکل قوم مقال (ہر قوم اور ہر فن کی خاص اصطلاح ہوتی ہے۔) اس اصطلاح کو لغت کی کتابوں سے یا دیگر فنون کی اصطلاحات سے سمجھنے والا سخت گمراہیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

### پانچواں اصول

تصوف صرف ایک حال نہیں، ایک فن بھی ہے۔ شیخ ابو طالب مکی، ابو بکر کلاباذی، امام قشیری، امام غزالی اور مختلف علما نے اس پر فنی گفتگو کی اور فقہ و کلام کی طرح اسے بھی مدون کیا۔ اگر چہ اس کے اندر اب تک اصول فقہ اور اصول حدیث کی طرح فنیت اپنے کمال تک نہیں پہنچی ہے تاہم اس کی فنی حیثیت سے کسی ذی علم کو انکار نہیں۔ بطور خاص تصوف جب ایران و سندھ

سے ہوتا ہوا ہندوستان پہنچا، تو اس کی مخصوص اصطلاحات وضع ہوئیں۔ خصوصًا فارسی شاعری کا غالب حصہ تصوف کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ صوفیہ نے شاعری کو اپنا ذریعۂ اظہار (Medium) بنایا اور نہ صرف اپنے مافی الضمیر کو شاعری کی زبان میں پیش کیا، بلکہ قدیم لفظوں کو اپنے مخصوص احوال و مقامات اور معانی و مفاہیم کے لیے استعمال کیا۔ پھر بعد کے صوفیہ نے اس شاعری کو سمجھنے کے لیے اصطلاحات کی تفسیر و تشریح کی اور صوفیہ کی خاص لفظیات کی تحقیق و تفہیم کے لیے اصطلاحات تصوف کی مختلف کتابیں تصنیف کیں۔ اب صوفیہ کی مخصوص لفظیات کو سمجھنے کے لیے ان کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور کسی صوفی کے شعر پر کفر و ضلالت کے فتوے ٹھونکنے سے قبل یہ جاننے کی کوشش کرنی چاہیے کہ صوفیہ اس قسم کے الفاظ و تعبیرات کن معانی و مفاہیم کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

# ضمیمہ

جامعہ عارفیہ اور دارالافتا عارفیہ سے مختلف اوقات میں شائع ہونے والے دو فتاویٰ، غلط فتویٰ دینے والے مفتیوں کے مواخذات اور کچھ متعلقہ تحریریں بطور ضمیمہ شامل کیے جارہے ہیں۔

## مشمولات ضمیمہ

## فتویٰ: ایسے امام کی اقتدا کا حکم جو فروع میں مقتدی کے مخالف ہو

**سوال:** فروعی اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کی اقتدا کرنا کیسا ہے؟ یعنی شافعی کا حنفی یا حنفی کا شافعی کی اقتدا کرنا کیسا ہے؟

مستفتی: مولانا سعید اللہ سعیدی، ایم پی

**جواب:** تمام فروعی اختلافات کے باوجود خیر القرون سے صدیوں تک حرمین طیبین میں ایک ہی امام کی اقتدا میں نماز ہوتی تھی، صحابہ و تابعین اور ائمہ و مجتہدین ایک دوسرے کی اقتدا کرتے رہے لیکن دور متاخرین آتے آتے نماز جیسے اہم رکن پر بھی اور وہ بھی حرمین طیبین میں اہل سنت کے درمیان اتفاق واتحاد قائم نہ رہ پایا۔

مورخین نے حتمی طور سے اس بات پر اتفاق نہیں کیا ہے کہ کس سال حرم مکی میں ہر مذہب کے لیے الگ الگ امام مقرر کئے گئے، لیکن فارسی شاعر ناصر خسرو نے اپنے سفر نامہ (۴۴۲ھ) میں شام، حجاج اور مصر کے تمام مقامات کا بالتفصیل ذکر کیا ہے، اس میں اس نے حرم مکی میں ہر مذہب کے الگ الگ مصلی و مقام کا ذکر نہیں کیا ہے۔ ۴۹۷ھ میں ابوطاہر سلفی، صاحب کتاب ''معجم السفر'' (متوفی: ۵۷۶ھ) نے حج کیا تو انھوں نے وہاں چند مصلے دیکھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچویں صدی ہجری کے اواخر میں حرم میں چند جماعتیں ہونے لگیں تھیں۔

حرم نبوی کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ آٹھویں صدی ہجری تک ایک ہی امام کی اقتدا میں لوگ نماز ادا کرتے تھے، نویں صدی کے نصف کے بعد ایک ایک کر کے کئی جماعتیں ہوتی رہیں، اس کے باوجود تراویح کی ایک ہی جماعت ہوتی تھی۔ حرمین میں تعدد جماعت کی بدعت کو حکومت سعودیہ نے ۱۹۲۶ء میں ختم کر کے ہر مذہب کے دو دو امام مقرر کیے جو باری باری امامت کرتے ہیں اور یہی آج بھی جاری ہے۔

فروعی اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کی اقتدا سے منع کرنے کا یہ کھیل تعصب مذہبی کی وجہ سے پیدا ہوا جس کی وجہ سے یہ شرط لگائی گئی کہ امام مقتدی کے مذہب کی مکمل رعایت کرے مثلا امام شافعی ہو تو حنفی مقتدی کی نماز اس وقت درست ہوگی جب شافعی امام حنفی مذہب کے مطابق وضو وغسل کرنے والا ہو۔

حالانکہ یہ خلاف معقول بات ہے فقط اتنی ہی شرط ہے کہ امام ومقتدی اپنے اپنے مذہب کی رعایت کرنے والا ہو، اس کی بہت ساری نظیریں کتب فقہ میں موجود ہے، فقہ حنفی میں ہے کہ ایک شخص جس کا کپڑا ناپاک ہو اور وہ اس کو دھونے کے بعد اتنی طاقت سے نچوڑے کہ اب پانی ایک دو قطرا اس سے نہ ٹپکے تو یہ کپڑا اس نچوڑنے والے کے لیے پاک ہے مگر اسی کپڑے کو اس سے طاقتور انسان نچوڑے تو پانی ٹپکے تو ایسی صورت میں یہ کپڑا اس کے لیے ناپاک ہے اب ایسی صورت میں وہ شخص جس کے نزدیک کپڑا پاک ہے وہ امام ہو اور وہ شخص جس کے نزدیک کپڑا ناپاک ہے اقتدا کرے تو اس کی نماز درست ہے کیوں کہ ہر ایک نے اپنے حساب سے عمل کیا ہے۔

امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حمام سے غسل کرکے جمعے کی نماز پڑھی اور لوگوں کو پڑھائی اور سب لوگ نماز ادا کرکے چلے گئے، پھر کسی نے آپ کو بتلایا کہ حمام میں ایک مرا ہوا چوہا تھا، تو آپ نے فرمایا کہ ہم نے اپنے مدینے والے بھائی یعنی امام مالک کے قول پر عمل کرلیا پانی کے نجس ہونے کے تعلق سے امام مالک کا یہ قول ہے کہ جب پانی دو قلہ (حجازی مٹکے سے دو مٹکا پانی) ہوجائے تو ناپاک نہیں ہوتا۔

امام ابو یوسف نے تو یہاں کمال ہی کردیا کہ خود حنفی ہوتے ہوئے حنفیوں کی امامت مالکی مذہب کے مطابق فرمائی۔

اسی طرح امام شافعی نے کتاب الام میں لکھا کہ اگر باندی عورتوں کی امامت کرے اور آزاد عورت کی طرح ستر نہ چھپائے بلکہ باندی کے لیے جو فرض ہے اتنا ہی لباس استعمال کرے تو آزاد عورتوں کی نماز درست ہے باوجودیکہ امامت کرنے والی کا لباس اقتدا کرنے والیوں کے خلاف ہے اس صورت میں امام شافعی فرماتے ہیں کہ دونوں کی نماز درست ہے اس لیے کہ ہر ایک نے اپنا اپنا فرض ادا کیا۔

اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

’’صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں میں کچھ لوگ تو نماز میں بسم اللہ پڑھتے تھے، کچھ لوگ نہیں پڑھتے تھے، کچھ لوگ جہراً بسم اللہ پڑھتے تھے، کچھ لوگ سراً پڑھتے تھے، بعض حضرات فجر میں دعائے قنوت پڑھتے تھے بعض حضرات نہیں پڑھتے تھے، بعض پچھنا لگوانے، نکسیر اور قئ کو ناقضِ وضو مانتے تھے اور بعض نہیں مانتے تھے، بعض مَامَسَّتِ النَّارُ پر وضو کرتے تھے بعض نہیں کرتے تھے، بعض اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کرتے تھے، بعض نہیں کرتے تھے؛ مگر بایں ہمہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، خواہ وہ امام مالکی ہو یا اس کے علاوہ ہو؛ حالاں کہ مالکیہ نماز میں بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے، اسی طرح ہارون رشید نے پچھنے لگوائے، پھر نیا وضو کیے بغیر نماز پڑھائی، امام مالک رحمہ اللہ علیہ نے ان کو فتوی دیا تھا کہ فصد لگوانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور اس کے پیچھے امام ابو یوسف نے نماز پڑھی اور اس کا اعادہ نہیں کیا۔ [حالاں کہ ان کے نزدیک بدن سے خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔] اسی طرح امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ نکسیر آنے اور پچھنا لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؛ مگر جب ان سے مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک شخص کے بدن سے خون نکلا اور اس نے وضو کیے بغیر نماز پڑھائی تو کیا آپ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ ’’میں امام مالک اور حضرت سعید بن مسیب کے پیچھے نماز کیسے نہیں پڑھوں گا.؟‘‘ یہ بھی مروی ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد عیدین کی نماز پڑھاتے تھے تو ایک قول کے مطابق بارہ تکبیریں کہتے تھے؛ کیوں کہ خلیفہ ہارون رشید کو اپنے دادا کی تکبیریں پسند تھیں، امام شافعی نے ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ کی قبر کے قریب فجر کی نماز پڑھی تو قنوت نہ پڑھا، پوچھا گیا تو فرمایا کہ

”صاحب قبر کے ساتھ ادب کا معاملہ کرتے ہوئے میں نے ایسا کیا ہے“ اور آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ”ہم کبھی اہلِ عراق کے مذہب کی طرف اترتے ہیں۔“ (حجۃ اللہ البالغہ، ص:۲۴۵)

پھر یہ عقل سے بعید بھی ہے کہ امام مقتدی کی رعایت کرے بھلا شافعی، حنفی کی اور حنفی شافعی کی رعایت کیوں کرے گا؟ بلکہ ہر مقلد اپنے امام کی تقلید کرے گا نہ کہ دوسرے کی۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے امام احمد کے حوالے سے نقل کیا ہے:

فَأَمَّا الْمُخَالِفُونَ فِي الْفُرُوعِ كَأَصْحَابِ أَبِي حَنِيفَةَ، وَمَالِكٍ، وَالشَّافِعِيِّ، فَالصَّلَاةُ خَلْفَهُمْ صَحِيحَةٌ غَيْرُ مَكْرُوهَةٍ. نَصَّ عَلَيْهِ أَحْمَدُ؛ لِأَنَّ الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِينَ، وَمَنْ بَعْدَهُمْ لَمْ يَزَلْ بَعْضُهُمْ يَأْتَمُّ بِبَعْضٍ، مَعَ اخْتِلَافِهِمْ فِي الْفُرُوعِ، فَكَانَ ذَلِكَ إجْمَاعًا، وَلِأَنَّ الْمُخَالِفَ إمَّا أَنْ يَكُونَ مُصِيبًا فِي اجْتِهَادِهِ، فَلَهُ أَجْرَانِ أَجْرٌ لِاجْتِهَادِهِ وَأَجْرٌ لِإِصَابَتِهِ، أَوْ مُخْطِئًا فَلَهُ أَجْرٌ عَلَى اجْتِهَادِهِ، وَلَا إثْمَ عَلَيْهِ فِي الْخَطَأِ، لِأَنَّهُ مَحْطُوطٌ عَنْهُ. فَإِنْ عَلِمَ أَنَّهُ يَتْرُكُ رُكْنًا أَوْ شَرْطًا يَعْتَقِدُهُ الْمَأْمُومُ دُونَ الْإِمَامِ، فَظَاهِرُ كَلَامِ أَحْمَدَ صِحَّةُ الِائْتِمَامِ بِهِ. قَالَ الْأَثْرَمُ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ يُسْأَلُ عَنْ رَجُلٍ صَلَّى بِقَوْمٍ، وَعَلَيْهِ جُلُودُ الثَّعَالِبِ، فَقَالَ: إنْ كَانَ يَلْبَسُهُ وَهُوَ يَتَأَوَّلُ: «أَيُّمَا إهَابٍ دُبِغَ فَقَدْ طَهُرَ». يُصَلَّى خَلْفَهُ. (مغنی لابن قدامہ، 14/2)

رہے فروع میں اختلاف کرنے والے جیسے اصحاب ابو حنیفہ، ومالک، وشافعی تو ان میں سے ہر ایک کی نماز دوسرے کے پیچھے صحیح ودرست ہے مکروہ نہیں ہے جیسا کہ امام احمد نے اس کی صراحت کی ہے اور اس لیے بھی کہ صحابہ وتابعین اور ان کے بعد والے ایک دوسرے کی اقتدا کرتے چلے آرہے ہیں حالانکہ ان کے درمیان فروع میں اختلاف تھا، یہ اجماع سے ثابت ہے، نیز اس لیے بھی کہ مخالف اپنے اجتہاد میں مصیب ہوگا یا خطا کرنے والا بہر صورت وہ ثواب پانے والا ہوگا اگر مصیب ہے تو دوگنا ثواب اور خاطی ہے تو ایک اجر، نیز خطا کی صورت میں بھی اس پر کوئی گناہ نہیں اس لیے کہ وہ ساقط ہے۔ لہٰذا اگر یہ معلوم ہو جائے کہ

امام نے کوئی رکن یا شرط مقتدی کے اعتقاد کے مطابق چھوڑ دیا ہے مگر امام نے اپنے اعتقاد کے مطابق نہیں چھوڑا ہے تب بھی امام احمد کے قول کا ظاہر یہی ہے کہ اقتدا درست ہے ،اثرم نے کہا کہ میں نے ابو عبد اللہ (احمد) سے سنا ان سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو بھیڑیا کی کھال پہن کر نماز پڑھاتا ہو (جو امام احمد کے نزدیک درست نہیں) آپ فرماتے ہیں کہ اس کی اقتدا درست ہے اگر وہ تاویل کرتا ہو مثلا یہ کہ: ہر کھال جس کی دباغت ہو گئی ہو وہ پاک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

محمد رحمت علی مصباحی چشتی قادری

۴/رجب المرجب ۱۴۴۱ھ مطابق: ۲۹/فروری ۲۰۲۰ء

☆☆☆☆☆

# فتویٰ: خانقاہ عارفیہ سے متعلق ۱۴/سوالات

1. دیوبندی، وہابی کافر ہیں یا نہیں؟

2. اس شخص کا کیا حکم ہے جو دیابنہ ووہابیہ کو کافر نہ جانے؟

3. دیابنہ ووہابیہ کی اقتدا میں نماز پڑھنے کو جو صحیح بتائے اس کا کیا حکم ہے؟

4. بدعتی کے ساتھ معاملات کرنا جائز ہے یا نہیں؟

5. جس بدعتی کی گمراہی حدِ کفر کو نہ پہنچی ہو اس کا کیا حکم ہے؟

6. جس بدعتی کی گمراہی حدِ کفر کو پہنچ چکی ہو اس کا کیا حکم ہے؟

7. زید عالمِ دین مفتی نیز مسجد کا امام بھی ہے، دریافت امر یہ ہے کہ زید ایک گمراہ پیر کا گرویدہ ہے جس کو اکثر علمانے گمراہ وبددین ہونے کا فتویٰ دیا ہے جو عملی طور پر دیوبندی وہابی غیر مقلد وغیرہ وغیرہ کوئی بھی آئے اس کے پر تپاک خیر مقدم کو فرض ومحبت تصور کرتے اور اس کے یہاں ہندو مسلم مومن کافر سنی، شیعہ ہر طرح کے لوگ آتے ہیں اور سب کو بلا تفریق اپنے حلقۂ ارادت میں داخل کرتے ہیں، عند الشرع کیا حکم عائد ہوتا ہے، ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

8. مذکورہ بالا دونوں قسم کے بدعتیوں کے ساتھ معاملات سلام وکلام نکاح وشادی وغیرہ کرنا از روئے شرع کیا حکم رکھتا ہے؟

9. غلو فی التکفیر کیا ہے اور اس کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟

10. سنیوں کا شیعوں کے ساتھ اتحاد کا کیا مطلب ہے، نیز یہ بھی واضح کریں آخر سنی شیعہ سے کیوں نفرت کرتا ہے اور سنی کا شیعوں سے نفرت کرنا دینی تقاضا ہے یا نہیں؟ اگر

سنی کا شیعوں سے نفرت کرنا دینی تقاضا ہے تو پھر اس نفرت کو مٹانے کا مطلب کیا ہے؟

11. آپ کے نزدیک صرف وہی چند افراد کافر و مرتد ہیں جن کو اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے نام بنام کافر و مرتد کہا یا جو بھی ان افراد کے عقائد کی طرح عقائد رکھتا ہو وہ بھی کافر و مرتد ہے۔

12. جو شخص وہابیہ کے کفر پر مطلع ہونے کے باوجود ان کو اپنا امام یا پیشوا یا کم از کم مومن ہی مانتا ہو وہ کافر ہے یا نہیں؟ اگر ہاں تو کیوں؟ اور نہیں تو کیوں نہیں؟

13. آپ کا عارفیہ سید سراواں، الٰہ آباد اور اس کے بانی ابو میاں سے کیا تعلق ہے؟ جب کہ درجنوں دار الافتا سے ان کی گمرہی کا فتویٰ دیا گیا ہے۔

14. تصویر کس کو کہتے ہیں؟ موبائل یا کیمرے کے ذریعہ کھینچا گیا فوٹو تصویر ہے یا نہیں؟ اگر تصویر ہے تو پھر اس شخص کے متعلق شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے جو بلا حاجت ایسے فوٹوز فیس بک وغیرہ پر ڈالتا رہتا ہے اور اگر موبائل اور کیمرے کے ذریعہ کھینچا گیا فوٹو تصویر نہیں ہے تو پھر فتاویٰ رضویہ شریف، جدید جلد ۲۴، ص: ۵۶۷ کی عبارت کا کیا مطلب ہے؟

مستفتی:

محمد رفیق موبائل والے، محمد فاروق پٹیل، کے جی این الیکٹریکل

وعوام اہل سنت۔ امرت نگر، ممبرا، تھانے

# جوابات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

**دیوبندی، وہابی کافر ہیں یا نہیں؟**

**جواب:** ۱

اعلی حضرت کے نزدیک وہابیہ کا حکم وہابیہ کے تعلق سے علمائے اہل سنت کا موقف گمرہی کا ہے۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی (۱۳۴۰ھ) لکھتے ہیں:

وہابیہ کا معلّم اوّل ابن عبدالوہاب نجدی اور معلمِ ثانی اسمٰعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان دونوں سخت گمراہ بددین تھے۔ (فتاویٰ رضویہ: ۲۹/رسالہ امورِ عشرین در امتیازِ عقائد سُنّیین)

**دیوبندی کی تین قسمیں**

دیوبندی نام سے منتسب حضرات تین طرح کے ہیں، ان تینوں کا حکم الگ الگ ہے۔

**پہلی قسم**

(الف) بعض وہ ہیں جن کے بارے میں یہ مقدمہ ہے کہ یہ لوگ گستاخ رسول ہیں، علم غیب کا مطلق انکار کرتے ہیں اور اسی طرح ختم نبوت کا بھی انکار کرتے ہیں، واقعی جن لوگوں کا ایسا عقیدہ ہو وہ کافر ہیں۔ اسی طرح ان کے متبعین میں بھی جن کا یہ عقیدہ ہو ان کا بھی یہی حکم ہے۔ البتہ ان کے متبعین میں جو التزامِ کفر نہ کریں اور تاویل سے کام لیں ان کا حکم الگ ہوگا۔ چناں چہ کفریات روافض کی تاویل کرنے والے شیعہ عالم نصیر الدین طوسی کے بارے میں اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

> ”طوسی کا رفض حد کفر نہ تھا بلکہ اس نے حتی الامکان اپنے اگلوں کے کفر کی تاویلات کیں، اور نہ بن پڑی تو منکر ہو گیا اور اس کی ایسی توجیہ گناہ ضرور ہے اور منطقی فلسفی شراح و محشین معصوم نہیں، جہاں جہاں اس نے خلاف اہل سنت کیا ہے اس کا رد کر دیا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“ (فتاویٰ رضویہ: ۲۱/۲۱۹)

اسی طرح علامہ احمد سعید کاظمی (۱۴۰۶ھ) لکھتے ہیں:

مسئلۂ تکفیر میں ہمارا مسلک ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ جو شخص بھی کلمۂ کفر بول کر اپنے قول یا فعل سے التزام کفر کر لے گا تو ہم اس کی تکفیر میں تامل نہیں کریں گے۔ خواہ وہ دیوبندی ہو یا بریلوی، لیگی ہو یا کانگریسی، نیچری ہو یا ندوی۔ اس بارے میں اپنے پرائے کا امتیاز کرنا اہل حق کا شیوہ نہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایک لیگی نے کلمۂ کفر بولا تو ساری لیگ کافر ہو گئی، یا ایک ندوی نے ایک التزام کفر کیا تو معاذ اللہ سارے ندوی مرتد ہو گئے۔" (الحق المبین، ص:۵۲)

**دوسری قسم**

(ب) بعض وہ ہیں جو امکان نظیر اور امکان کذب باری کے قائل ہیں، اسی طرح بعض وہ ہیں جو قیام تعظیمی، میلاد، استغاثہ اور زیارت قبور کے منکر ہیں۔ یہ لوگ فاسق یا بدعتی ہیں کافر نہیں ہیں۔ اس کی تفصیل انوار ساطعہ اور تقدیس الوکیل میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

**تیسری قسم**

(ج) بعض وہ لوگ ہیں جو اسمی طور سے اس جماعت کی طرف منسوب ہیں، یا ان کے عقائد کے بارے کچھ علم نہیں ہے تو ایسے لوگ بلا شبہ مسلمان ہیں۔

مفتی شریف الحق (۱۴۲۱ھ) لکھتے ہیں:

"عرف مدار حکم نہیں حکم کا دارومدار حقیقی معنیٰ پر ہے، اس لیے ایسا شخص جو اپنے آپ کو دیوبندی (وہابی) کہتا ہو لوگ بھی اس کو دیوبندی (وہابی) کہتے ہوں، وہ ان چاروں علماء دیوبند کو اپنا مقتدا و پیشوا بھی مانتا ہو حتیٰ کہ اہل سنت کو بدعتی بھی کہتا ہو مگر ان چاروں کے مذکورہ بالا کفریات پر مطلع نہیں وہ حقیقت میں دیوبندی نہیں اس کا یہ حکم نہیں کہ یہ شخص کافر ہے یا اس کی نماز جنازہ پڑھنی کفر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔" (فتاویٰ شارح بخاری جلد دوم ص ۳۸۶تا۳۸۹)

معروف عالم دین مولانا یٰسین اختر مصباحی اسی نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"یہ نکتہ یہاں ذہن نشیں رہے کہ دیوبندی و غیر مقلد حضرات کو بلا التزام کفر کے محض ان کی مخصوص جماعت کا ایک جز اور فرد ہونے کی بنیاد پر تکفیر نہیں کی جا سکتی۔ ہاں! ایسی جماعتوں کے افراد کی تکفیر واجب ہے جن کے کل اور مجموعہ پر حکم تکفیر ہو، جیسے قادیانی و بہائی وغیرہ... کسی کا محض قاسمی یا مظاہری یا ندوی یا غیر مقلد ہونا سبب تکفیر نہیں، تاوقتیکہ اس سے کسی کفر کا التزام اور ثبوت شرعی متحقق نہ ہو جائے۔" (تکفیری غلط فہمی کا ازالہ، یٰسین اختر مصباحی، مشمولہ اہل قبلہ کی تکفیر، ص:۵،۶)

**دیابنہ و وہابیہ کو کافر نہ جانے تو؟**

(۲) اس شخص کا کیا حکم ہے جو دیابنہ و وہابیہ کو کافر نہ جانے؟

**جواب:**۲

جواب نمبر ا میں گزرا کہ وہابیہ پر گمرہی کا حکم ہے البتہ دیابنہ کے تعلق سے جو تفصیل گزری اس سے ان کا تفصیلی حکم بھی معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ گروپ الف کے تحت مذکور دیابنہ پر کفر کا حکم ہے اور جو بھی ان کے کفر سے مطلع ہو کر ان کی تکفیر نہیں کرے گا اس پر بھی حکم کفر عائد ہوگا البتہ اس سلسلے میں جسے ان کے کفر پر اطلاع نہ ہو وہ اس حکم سے خارج ہے۔

مفتی مطیع الرحمٰن رضوی صاحب مَن شَکَّ فِی کُفرِہ وعَذابِہ فَقَد کَفَر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مَن شَکَّ فِی کُفرِہ وعَذابِہ فَقَد کَفَر میں "ہ" ضمیر کا مرجع **مُنکِرُ ضُرُورِیاتِ الدِّین** ہے تو معنی ہوئے مَن شَکَّ فِی کُفرِ مُنکِرِ ضَرُورِیَّاتِ الدِّینِ وَعَذابِہ فَقَد کَفَرَ۔ اور جس کے نزدیک منکر ضروریات دین ہونا بداہۃً متحقق نہ ہو، وہ اگر شک کرتا ہے تو درا صل وہ مَن شَکَّ فِی کُفرِہٖ وَعَذابِہٖ کا مصداق ہی نہیں۔ (اہل قبلہ کی تکفیر، ص:۶)

رہے گروپ ب اور گروپ ج والے دیابنہ تو ان پر چوں کہ حکمِ کفر ہے ہی نہیں تو

انہیں کافر ماننے کا کیا مطلب؟ بلکہ ایسوں کو کافر کہنا خود غلو فی التکفیر اور گمراہی ہے۔

حدیث پاک میں ہے: مَنْ قَالَ لِأَخِيهِ: كَافِرٌ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا (موطا امام مالک، الکلام، ما یکرہ من الکلام)

جو اپنے بھائی کو کافر کہتا ہے، کفر ان میں سے کسی ایک کی طرف لوٹتا ہے۔

**دیابنہ و وہابیہ کی اقتدا**

(۳) دیابنہ و وہابیہ کی اقتدا میں نماز پڑھنے کو جو صحیح بتائے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ۳

حکمِ شرع ہے کہ سنی متقی عالم کو امام بنایا جائے چنانچہ قدرت ہوتے ہوئے کسی فاسق یا مبتدع کو امام بنانا درست نہیں۔ ہاں اگر کسی نے فاسق یا مبتدع کے پیچھے نماز پڑھ لی تو فرضیت ادا ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر کسی مقام پر فاسق یا گمراہ امام ہو اور وہاں اپنی قدرت و اختیار نہ ہو تو اس کے پیچھے جمعہ و جماعت ادا کی جائے گی اس کے فسق یا گمرہی کی وجہ سے ترک جماعت جائز نہیں ہو گا۔ رہا کافر تو اس کے پیچھے کسی بھی صورت میں نماز درست نہیں۔

وہابیہ و دیابنہ کے تعلق سے اوپر تفصیلی احکام گزر چکے۔ چناں چہ ان میں سے جن پر حکمِ کفر ہے ان کے پیچھے ہرگز نماز نہیں ہوگی لیکن جن پر صرف بدعتی اور گمراہ ہونے کا حکم ہے ان کے پیچھے اقتدا کے حوالے سے احکام اگلے سوال میں بیان کیے جاتے ہیں۔

**بدعتی کے ساتھ معاملات**

(۴) بدعتی کے ساتھ معاملات کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) جس بدعتی کی گمراہی حدِ کفر کو نہ پہنچی ہو اس کا کیا حکم ہے؟

(۶) جس بدعتی کی گمراہی حدِ کفر کو پہنچ چکی ہو اس کا کیا حکم ہے؟

(۸) مذکورہ بالا دونوں قسم کے بدعتیوں کے ساتھ معاملات سلام و کلام نکاح و شادی وغیرہ کرنا از روئے شرع کیا حکم رکھتا ہے؟

**بدعتی کی دو قسمیں**

جواب: ۴، ۵، ۶، ۸

بدعتی کی دو قسمیں ہیں ایک وہ بدعتی جس کی بدعت وگمراہی حد کفر تک پہنچی ہوئی ہو یعنی جو ضروریات دین کا منکر ہو یا گستاخ رسول ہو ایسا شخص کافر ہے اس کی اقتدا جائز نہیں اور نہ عام لوگوں کے لیے اس سے دینی معاملات، سلام وکلام نکاح وشادی وغیرہا کرنا درست ہے، بعض معاملات میں داعیان اور علما اور مشائخ اس حکم سے بری ہیں۔ دعوتی مصلحت کے لیے جو مناسب اقدامات ہو وہ کر سکتے ہیں۔

بدعتی کی دوسری قسم یہ ہے کہ جس شخص کی بدعت وفسق حدِ کفر تک نہ پہنچی ہو وہ گمراہ ضرور ہے لیکن ضرورت کے وقت اس کے پیچھے نماز جائز و درست ہے۔ جہاں سنی امام ہو اور جہاں جماعت عامہ خاص طور سے عیدین و جمعہ قائم کرنا ممکن ہو سنی متقی امام کی اقتدا کی جائے ایسی صورت میں بدعتی کے پیچھے نماز ادا کرنا مکروہ ہے اگرچہ نماز ادا ہو جائے گی۔

اسی طرح اس سے شادی بیاہ، ان کی نماز جنازہ اور سلام وکلام کرنا بھی جائز ہے، امام شمس الائمہ سرخسی (۴۸۳ھ) لکھتے ہیں:

تَقْدِيمُ الْفَاسِقِ لِلْإِمَامَةِ جَائِزٌ عِنْدَنَا وَيُكْرَهُ .... وَلَنَا حَدِيثُ مَكْحُولٍ أَنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: «الْجِهَادُ مَعَ كُلِّ أَمِيرٍ وَالصَّلَاةُ خَلْفَ كُلِّ إمَامٍ وَالصَّلَاةُ عَلَى كُلِّ مَيِّتٍ»، وَقَالَ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: «صَلُّوا خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ»، وَلِأَنَّ الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِينَ كَانُوا لَا يَمْنَعُونَ مِنْ الِاقْتِدَاءِ بِالْحَجَّاجِ فِي صَلَاةِ الْجُمُعَةِ وَغَيْرِهَا مَعَ أَنَّهُ كَانَ أَفْسَقَ أَهْلِ زَمَانِهِ حَتَّى قَالَ الْحَسَنُ - رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى - لَوْ جَاءَ كُلُّ أُمَّةٍ بِخَبِيثَاتِهَا وَنَحْنُ جِئْنَا بِأَبِي مُحَمَّدٍ لَغَلَبْنَاهُمْ، وَإِنَّمَا يُكْرَهُ لِأَنَّ فِي تَقْدِيمِهِ تَقْلِيلُ الْجَمَاعَةِ وَقَلَّمَا يَرْغَبُ النَّاسُ فِي الِاقْتِدَاءِ بِهِ (المبسوط، ۱/ ۴۰)

فاسق کو امامت کے لیے آگے بڑھانا ہمارے نزدیک کراہت کے ساتھ جائز ہے ... ہماری دلیل مکحول کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر امیر کے ماتحت جہاد کرو، ہر امام

کے پیچھے نماز پڑھو، ہر میت کی نماز پڑھو، نیز آپ نے فرمایا: ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھو، اور اس لیے بھی کہ صحابہ و تابعین جمعہ وغیرہ میں حجاج کی اقتدا سے نہیں روکتے تھے حالانکہ وہ اپنے زمانے میں سب سے بڑا فاسق تھا، یہاں تک کہ امام حسن بصری نے کہا کہ اگر پوری امت کی خباثت ایک جگہ جمع کی جائے تب بھی ابو محمد (حجاج) کی خباثت ان پر سبقت لے جائے گی۔ رہا فاسق کی امامت کا مکروہ ہونا تو وہ صرف اس لیے ہے کہ اس کو امامت کے لیے آگے بڑھانا تقلیل جماعت کا باعث ہوگا کیوں کہ ایسے امام کی اقتدا میں لوگ رغبت کم رکھتے ہیں۔

امام ابو جعفر طحاوی (۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

وَنَرَى الصَّلَاةَ خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ، وعَلَى مَنْ مَاتَ مِنْهُمْ. (عقیدہ طحاویہ، نمبر: 92)

ہم اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے ہر نیک و بد کی اقتدا میں نماز جائز ہے، اور اس کی نماز جنازہ بھی درست ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی (۷۹۳ھ) مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولأن علماء الأمة كانوا يصلون خلف الفسقة وأهل الأهواء والبدع من غير نكير (شرح العقائد النسفیہ: 154)

کیوں کہ امت کے علما؛ فساق، اہل ہوا اور اہل بدعت کی اقتدا میں بغیر کسی انکار کے نماز ادا کرتے تھے۔

بدعتی کی مثال دیتے ہوئے شرح عقائد کی شرح نبراس میں علامہ عبد العزیز فرہاروی (۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں:

[والبدع [ وهم المعتزلة والشيعة والخوارج والجبرية وأشباهه

بدعی جیسے معتزلہ، شیعہ، خوارج، جبری وغیرہ

علامہ صدر الدین ابن ابی العز حنفی (۷۹۲ھ) اس بات کی مزید دلیل کے ساتھ وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَمَنْ تَرَكَ الْجُمْعَةَ وَالْجَمَاعَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ الْفَاجِرِ، فَهُوَ مُبْتَدِعٌ عِنْدَ أَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ. وَالصَّحِيحُ أنه يُصَلِّيهَا وَلَا يُعِيدُهَا، فَإِنَّ الصَّحَابَةَ رضي الله عَنْهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ الْجُمْعَةَ وَالْجَمَاعَةَ خَلْفَ الْأَئِمَّةِ الْفُجَّارِ وَلَا يُعِيدُونَ، كَمَا كَانَ عَبْدُ الله بْنُ عُمَرَ يُصَلِّي خَلْفَ الْحَجَّاجِ بْنِ يُوسُفَ، وَكَذَلِكَ أَنَسٌ رضي الله عنه ، وَكَذَلِكَ عَبْدُ الله بْنُ مَسْعُودٍ رضي الله عنه وغيره... وَأَمَّا إِذَا كَانَ تَرْكُ الصلاة خَلْفَه يُفَوِّتُ الْمَأْمُومَ الْجُمْعَةَ وَالْجَمَاعَةَ، فَهُنَا لَا يَتْرُكُ الصلاة خَلْفَه إِلَّا مُبْتَدِعٌ مُخَالِفٌ لِلصَّحَابَةِ رضي الله عَنْهُمْ . (شرح الطحاویۃ فی العقیدۃ السلفیۃ، ۲/۴۰۴)

”فاسق و فاجر امام کی اقتدا میں جو جمعہ و جماعت ترک کردے وہ اکثر علما کے نزدیک بدعتی ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ نماز ادا کرنے کے بعد اعادہ واجب نہیں، کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فاسق و فاجر ائمہ کی اقتدا میں جمعہ و جماعت ادا کرتے تھے لیکن اعادہ نہیں کرتے تھے، مثلا حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت انس حجاج بن یوسف کی اقتدا میں نماز ادا کرتے تھے۔ ایسے ہی عبد اللہ ابن مسعود اور دیگر صحابہ بھی فاسق و فاجر ائمہ کے پیچھے نماز ادا کرتے تھے۔.... اور اگر فساق کی اقتدا میں نماز ترک کرنے کی وجہ سے جمعہ و جماعت فوت ہو جائے تو ایسا عمل بدعتی اور صحابہ کے مخالف شخص کا ہی ہو سکتا ہے۔“

لیکن علما و مشائخ کے علاوہ جاہل عوام کو دینی موالات و مدارات سے بچنا چاہیے خاص طور سے جو اپنی بدعت کی دعوت کا کام کرتے ہوں تاکہ عوام ان کے فسق و بدعت اور گمرہی سے متاثر نہ ہو سکیں۔

**گمراہ پیر؟**

(۷) زید عالم دین مفتی نیز مسجد کا امام بھی ہے، دریافت امر یہ ہے کہ زید ایک گمراہ پیر کا گرویدہ ہے جس کو اکثر علما نے گمراہ و بد دین ہونے کا فتویٰ دیا ہے جو عملی طور پر دیوبندی وہابی غیر مقلد وغیرہ وغیرہ کوئی بھی آئے اس کے پر تپاک خیر مقدم کو فرض و محبت تصور کرتے اور اس کے یہاں ہندو مسلم مومن کافر سنی، شیعہ ہر طرح کے لوگ آتے ہیں اور سب کو بلا تفریق اپنے حلقۂ ارادت

میں داخل کرتے ہیں، عندالشرع کیا حکم عائد ہوتا ہے، ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

**جواب: ۷**

**غیر محتاط مفتیوں کا حال**

موجودہ زمانے میں غیر محتاط مفتیوں کی کثرت ہے نفس پرست مفتیوں نے موجودہ زمانے کے کسی بھی بڑے عالم، مفتی اور شیخ طریقت کو نہیں بخشا ہے ایسے میں صرف علما کے مجہول فتووں کا حوالہ دے کر کسی شیخ طریقت کے بارے میں سوال کرنا مناسب نہیں ہے خدانہ خواستہ وہ فتوے غیر تحقیقی ہوئے اور وہ شیخ طریقت ان کے الزامات سے بری ہوا تو اس کے خلاف زبان کھول کر اور فتویٰ عام کر کے عنداللہ و عندالناس ہم بھی مجرم ٹھہریں گے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد میں گرفتار ہوں گے۔ بطور خاص اس صورت میں کہ استفتا میں مذکور عبارت سے مستفتی کی نیت درست معلوم نہیں ہوتی۔ چنانچہ مستفتی نے سوال میں لکھا ہے کہ وہ شیخ بدمذہبوں کے خیر مقدم کو فرض سمجھتے ہیں۔ بالفرض اگر اس شیخ کے یہاں بدمذہب آتے ہوں جیسا کہ اہل سنت کی عام خانقاہوں کی یہی روش ہے کہ ان کا دروازہ کسی بھی مذہب یا مسلک والے کے لیے بند نہیں ہوتا تو اب مستفتی سے سوال ہے کہ اس کو کہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ شیخ بدمذہبوں کے استقبال کو فرض سمجھتے ہیں کیا یہ بات انہوں نے کہیں لکھی یا کہی ہے یا مستفتی کو اپنے لیے علم غیب کا دعوی ہے کہ وہ لوگوں کی دلوں کے حالات سے باخبر ہو جاتا ہے۔ بہر کیف جب تک کسی کے بارے میں کامل تحقیق نہ ہو جائے اس کے خلاف فتوے بازی سے گریز لازم ہے اس روش نے اہل سنت کو ماضی میں برباد کیا ہے اب ہمیں ایسی روش سے احتراز لازم ہے۔ اور تحقیق کی صورت یہ ہے کہ اگر وہ زندہ ہے تو براہِ راست اس سے رابطہ کیا جائے اور اگر وفات یافتہ ہے تو اس کی تحریر کو سیاق و سباق سے براہِ راست دیکھا جائے اور اس کے قریبی لوگوں سے تحقیقِ حال کی جائے۔

**مشائخ طبیب روحانی ہیں**

یہاں یہ بات خصوصی طور پر سمجھنے کی ضرورت ہے کہ علما و دعاۃ اور اولیا و مشائخ کی حیثیت طبیب ایمانی اور روحانی کی ہے جس طرح طبیبِ جسمانی کے پاس ہر طرح کے لوگ جاتے ہیں،

خواہ وہ کسی بھی مکتبۂ فکر یا کسی بھی مسلک یا مذہب کا ہو، اسی طرح طبیبِ روحانی کے پاس ہر طرح کے قلبی مریض حاضر ہوتے ہیں، اور وہ مشائخ اپنی روحانیت و تصرفات سے ان کے قلبی امراض کو دور کر کے حلقۂ اسلام و احسان میں داخل کرتے ہیں، اور باطل عقائد و نظریات اور فاسد اعمال سے دور کر کے عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ بہر کیف یہ سوال اپنے آپ میں خود تحقیق طلب ہے۔ متعلقہ امام اور اس کے شیخ سے راست ملاقات اور تحقیق کیے بغیر ان کے بارے میں کوئی رائے نہیں دی جا سکتی۔

**غلو فی التکفیر کیا ہے؟**

(9) **غلو فی التکفیر** کیا ہے اور اس کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟

**جواب:۹**

**غلو فی التکفیر کا مطلب**

**غلو فی التکفیر** کا مطلب ہے کسی کے قول و فعل اور عبارت کو کفریہ قرار دینے اور قائل کی تکفیر کرنے میں عجلت سے کام لینا اور تاویل سے کام نہ لینا۔

تکفیر میں غلو کرنے والے دین کی فروعی بات کو اصولی بات قرار دیتے ہیں، اپنے فہم کو نص کا درجہ دیتے ہیں، یہ خود چاہیں تو تاویل کر لیں مگر دوسروں کو تاویل کا حق نہیں دیتے۔ تعصب اور جہالت غلو فی التکفیر کے بنیادی اسباب ہیں۔

تکفیر میں غلو سے کام لینا یہ آج کا فتنہ نہیں ہے بلکہ اس کا سرا عہد صحابہ سے ملتا ہے۔ خوارج اور معتزلہ اس میں پیش پیش رہے ہیں، ایک نے حضرت علی کی تکفیر کی تو دوسرے نے گناہ کبیرہ کے مرتکبین کو اسلام سے خارج کیا، اگرچہ واضح طور پر کافر نہیں کہا۔ بعد کے ادوار میں وہابی تحریک غلو فی التکفیر میں بہت سرگرم رہی، یہاں تک کہ جس نے توسل و زیارت، احترام اولیا و مشائخ اور استعانت لغیر اللہ کا قول کیا تو اس کی تکفیر کر دی گئی، اسی طرح بعض متشدد سنی بھی تمام دیوبندی وہابی علما کی عمومی تکفیر کرنے لگے۔ ایسے لوگوں کا زعم فاسد یہ ہے کہ صرف وہی ایک سچے سنی مسلمان ہیں باقی سب یا تو گمراہ و بدعقیدہ ہیں یا پھر کافر و مرتد۔

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ہر ایسی بات جس میں نناوے پہلو ایمان کے ہوں اور ضعیف سے ضعیف پہلو کفر کا پایا جاتا ہو تو اس کفری پہلو کو واضح کر کے فتویٰ ایشو کر دیا جاتا ہے اور قائل کی تکفیر کر کے جگہ جگہ اس کی تشہیر کی جاتی ہے جس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ تکفیر کے ضمن میں ذاتی رنجش اور شخصی عناد کی بھڑاس نکالی جارہی ہے۔ اللہ خیر فرمائے۔

جہاں تک غلو فی التکفیر کے خاتمے کی بات ہے تو یہ اسی وقت ممکن ہے جب تکفیر کے باب میں متکلّمین کے وضع کردہ اصول واحکام پر عمل کیا جائے۔ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے فتاویٰ رضویہ میں تکفیر کے جو اصول واحکام بیان کیے ہیں اس کی روشنی میں اگر کفر کے فتوے دیے جائیں تو بہت حد تک ایک دوسرے کو کافر بنانے کی ہوڑ ختم ہو سکتی ہے۔ اس حوالے سے فتاویٰ رضویہ کی چند عبارتیں ملاحظہ کر کے باب تکفیر کی حساسیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

**تکفیر اہل قبلہ اعلی حضرت کی نظر میں**

تکفیر اہل قبلہ واصحاب کلمۂ طیبہ میں جرأت و جسارت محض جہالت بلکہ سخت آفت جس میں وبال عظیم ونکال کا صریح اندیشہ، والعیاذ باللہ رب العالمین! فرض قطعی ہے کہ اہل کلمہ کے ہر قول وفعل کو اگرچہ بظاہر کیسا ہی شنیع و فضیع ہو حتی الامکان کفر سے بچائیں، اگر کوئی ضعیف سے ضعیف، نحیف سے نحیف تاویل پیدا ہو جس کی رو سے حکم اسلام نکل سکتا ہو تو اس کی طرف جائیں اور اس کے سوا اگر ہزار احتمال جانب کفر جاتے ہوں خیال میں نہ لائیں۔ حدیث میں ہے حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الإِسلَامُ يَعلُو وَلَا يُعلٰى۔أَخرَجَهُ الرُّؤيَانِي وَالدَّار قُطنِي وَالبَيهَقِي وَالضِياءُ فِي المُختَارَةِ كُلُّهُم عَن عَائِذِ بنِ عَمرو المُزَنِي رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنهُ۔

اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔ اس کو رؤیانی، دارقطنی،

بیہقی، مختارہ میں ضیاء اور خلیل نے عائذبن عمرو مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔(ت)

احتمال اسلام چھوڑ کر احتمالات کفر کی طرف جانے والے اسلام کو مغلوب اور کفر کو غالب کرتے ہیں۔العیاذباللہ رب العالمین۔(فتاویٰ رضویہ، ج، ۱۲، ص ۳۱۷)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

اہل لا الہ الا اللہ پر بدگمانی حرام ہے اور ان کے کلام کو جس کے صحیح معنی بے تکلف درست ہوں خواہی نہ خواہی معاذ اللہ معنی کفر کی طرف ڈھال لے جانا قطعاً گناہ کبیرہ ہے۔(فتاویٰ رضویہ، ج، ۱۲، ص ۳۲۹)

**سنیوں کا شیعوں کے ساتھ اتحاد؟**

(10) سنیوں کا شیعوں کے ساتھ اتحاد کا کیا مطلب ہے، نیز یہ بھی واضح کریں آخر سنی شیعہ سے کیوں نفرت کرتا ہے اور سنی کا شیعوں سے نفرت کرنا دینی تقاضا ہے یا نہیں؟ اگر سنی کا شیعوں سے نفرت کرنا دینی تقاضا ہے تو پھر اس نفرت کو مٹانے کا مطلب کیا ہے؟

**جواب:۱۰**

**مشترکہ امور میں اتحاد**

مشترکہ امور میں سنی شیعہ اتحاد کے ساتھ ہر کلمہ گو کا ایک پلیٹ فارم پر آنا وقت کا جبری تقاضا ہے جس پر توجہ نہ دینے کے سبب امت مسلمہ کا وقار آئے دن مجروح ہوتا جارہا ہے۔اعلیٰ حضرت کے نامور خلیفہ مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی نے گزشتہ صدی میں تمام مکاتبِ فکر کی مشترکہ تنظیم قائم فرمائی تھی یہی نہیں اس سے آگے بڑھ کر فروغ انسانیت اور قیامِ امنِ عالم کے لیے مختلف مذاہبِ عالم کی مشترکہ تنظیم بھی قائم فرمائی تھی، علامہ میرٹھی موجودہ مبلغین کے لیے رہنما ہیں اور جن ضرورتوں کے تحت انھوں نے بین المذاہب اور بین المسالک تنظیمیں قائم کی تھیں وہ ضرورتیں اکیسویں صدی میں کل سے زیادہ بڑھ گئی ہیں۔

اس وقت ارتداد کی لہریں زوروں پر ہیں، مسلم لڑکیوں کو دین سے منحرف کرنے کی منظم سازشیں چل رہی ہیں، اسلام دشمن عناصر مذہب کی اصل روح کو مسخ کرنے کی منصوبہ بند کوشش کر رہے ہیں، اس وقت مسلمان ہونا جرم بنتا جا رہا ہے، غیر مسلم طاقتیں کسی فرقہ یا مسلک پر حملہ آور نہیں ہیں بلکہ اسلام اور مسلمان ان کے ٹارگیٹ میں ہیں۔ گھر واپسی کا نعرہ، لو جہاد کے پھندے، N.R.C کی حکمت عملی یہ ساری سازشیں مسلمانوں کے کسی خاص طبقے کے لیے نہیں بلکہ اہل لا الہ الا اللہ کے لیے ہیں۔ سازشوں کے اس طوفان کے پیش نظر کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ تمام اہل قبلہ ذاتی نفرتوں کو مٹا کر اپنے عقیدے کے تحفظ کے ساتھ ایک ایسے پلیٹ فارم کی تشکیل کریں جس میں سنی، شیعہ کے ساتھ تمام مکاتب فکر کے افراد شامل ہوں۔ اگر اس زمانے میں بھی کوئی اس نوعیت کے اتحاد کی ضرورت محسوس نہیں کرتا تو اس کی عقل و بصیرت پر ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔

### سیرت طیبہ سے ثبوت

اس قسم کے اتحاد کا ثبوت نبی پاک ﷺ کی سیرت طیبہ سے بھی ہمیں ملتا ہے، حلف الفضول، میثاق مدینہ اور صلح حدیبیہ اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی ترقی کی عظیم شاہراہ ہیں۔

### روافض کی مجلس میں اعلی حضرت کے سفیر

اسی طرح اسلاف کرام کی زندگی میں بھی اس نوعیت کے اتحاد کے نمونے ملتے ہیں بالخصوص گزشتہ سو سال میں علما و مشائخِ اہل سنت نے بھی مشترکہ امور میں مختلف مکاتب فکر کے ساتھ مجالست و اتحاد کا عملی مظاہرہ کیا ہے۔ ملاحظہ کریں شہزادۂ اعلی حضرت مولانا حامد رضا خان قادری بریلوی کی درد انگیز تحریر، آپ لکھتے ہیں کہ:

> حضور پر نور اعلیٰ حضرت رضِی اللہ عنہ نے مجھے مولوی عبد الباری صاحب کی دعوت پر اس جلسے میں بھیجا تھا جس کے دعوت نامے میں عبد الباری صاحب وغیرہ علمائے فرنگی محل (لکھنؤ) کے ساتھ مجتہدین روافض کے بھی نام تھے۔ اور وہ یہ وقت ہے جب ''مائٹ گو'' وزیر ہندوستان آیا تھا اور سیلف گورنمنٹ کا ہندوستان میں ایک شور و غوغا مچا ہوا تھا۔ (چند سطروں کے

بعد لکھتے ہیں) توکیا تحفظ حقوق کے لیے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا ہمیں اجازت شرکت دینا عیاذا باالمولیٰ تعالی گمرہی و فسق کہا جاسکتا ہے ؟ اور کیا ہم سب شریک ہونے والے کسی گمرہی و فسق کے مرتکب ہوئے تھے؟ حاشا، الامور بمقاصدھا۔ (مظاہر الحق الاجل، جو طویل سوالات و جوابات پر مشتمل ہے اور فتاویٰ حامدیہ مطبوعہ بریلی ۱۴۲۴ھ /۲۰۰۳ء میں صفحہ نمبر ۴۲۴، تا ۴۴۶ تک میں شامل ہے۔)

روافض کے ساتھ مجالست کے سبب مولانا حامد رضا خان پر بھی نااہل لوگوں کی ایذا رسانی کس قدر ہوئی تھی آپ کی اس تحریر کی ایک ایک سطر سے جھلک رہی ہے۔

حیرت اس بات پر ہے کہ بعض لوگ فتاویٰ حامدیہ کے اس فتویٰ کو ملاحظہ کرنے کے بعد کہنے لگے کہ:

مسلک اعلیٰ حضرت کا خون ہو گیا، اس فتویٰ کو فتاویٰ حامدیہ سے نکال دینا چاہیے، اس جملے پر تبصرہ کرتے ہوئے ترجمان فرزندانِ اشرفیہ معروف عالم دین مولانا لیس اختر مصباحی لکھتے ہیں: جس فرضی مسلک کا خون اعلیٰ حضرت کے حکم سے حجۃ الاسلام و صدر الشریعہ و دیگر خلفائے اعلیٰ حضرت نے کیا اس کا خون ہونا ہی چاہیے، اور بار ہا ہونا چاہیے۔ (عرفان مذہب و مسلک، ۱۷۰، مطبع دار السلام گنج بخش روڈ لاہور)

۱۹۷۲ء میں مسلم پرسنل لا کنونشن ممبئی میں منعقد ہوئی جس کی صدارت و قیادت قاری محمد طیب مہتمم دار العلوم دیو بند، مولانا منت اللہ رحمانی مونگیری اور مولانا ابوالحسن علی ندوی کر رہے تھے ایسے پروگرام میں خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا برہان الحق جبل پوری (۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء) علامہ ارشد القادری (۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء) شریک ہوئے اور خطاب بھی کیا۔ مولانا برہان الحق صاحب مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خاں صاحب کی اجازت اور تاکیدی حکم سے شریک ہوئے تھے۔ (دیکھیں: مفتی اعظم نمبر استقامت، ڈائجسٹ کان پور، شمارہ مئی ۱۹۸۳ء اور ماہنامہ حجاز جدید دہلی ۱۹۹۰ء، بحوالہ عرفان مذہب و مسلک)

اسی طرح فقہ اکیڈمی دہلی کا فقہی سیمینار جو قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کی سربراہی میں ہوتا چلا آرہا تھا، ۱۹۸۹ء میں اس کی طرف سے آنے والی دعوت میں مفتی مطیع الرحمن مضطر رضوی، خواجہ مظفر حسین رضوی صاحبان مفتی اختر رضا قادری ازہری کی رائے سے شریک ہوئے تھے۔ اسی طرح مسئلہ بابری مسجد کو حل کرنے کے لیے مولانا منت اللہ رحمانی اور قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نے ایک میٹنگ کی جس میں سید مظفر حسین کچھوچھوی، علامہ ضیاء المصطفی قادری، مفتی نظام الدین رضوی وغیرہ شریک ہوئے۔ (عرفان مذہب و مسلک، ص ۸۸)

رہا شیعوں کے ساتھ ہمارے اختلاف یا نفرت کا مسئلہ تو یہ ہمارا داخلی اور مسلکی معاملہ ہے، بہت سے روافض حضرات شیخین اور دیگر صحابہ کی توہین کرتے ہیں جو سخت گمرہی ہے اور جس سے براءت ضروری ہے البتہ سنی شیعہ اتحاد یا مسلکی اتحاد خارجی مسائل اور ملی ضرورتوں کے سبب ہے دونوں کی الگ الگ حیثیت ہے۔ تاہم ملی ضرورتوں کے لیے مسلکی اتحاد کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ بہت سے روافض حضراتِ شیخین کی برملا اہانت سے گریز کریں گے۔

## خانقاہ عارفیہ کے نزدیک مرتد کون؟

(11) آپ کے نزدیک صرف وہی چند افراد کافر و مرتد ہیں جن کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے نام بنام کافر و مرتد کہا یا جو بھی ان افراد کے عقائد کی طرح عقائد رکھتا ہو وہ بھی کافر و مرتد ہے۔

**جواب: ۱۱**

ہمارے نزدیک وہ تمام افراد کافر و مرتد ہیں جن کے قول و فعل اور عبارت سے التزامی طور پر گستاخ رسول ہونا ختم نبوت کا منکر ہونا، علم غیب مطلق کا انکار کرنا، یا کسی بھی ضروریات دین کا انکاری ہونا ثابت ہو جائے۔ یہ ضروری نہیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے اصول کی روشنی میں جن کی تکفیر کی صرف وہی کافر ہیں بلکہ جو شخص بھی منکر ضروریات دین ہے اس کا کافر و مرتد ہونا سب کے نزدیک مسلم و محقق ہے۔ لیکن یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کسی کے نزدیک کافر و مرتد ہو لیکن وہی شخص دوسرے کے نزدیک خالص مومن ہو جیسے ایمان فرعون کا مسئلہ، شیخ ابن عربی کے نزدیک فرعون کا خاتمہ ایمان پر ہوا لیکن اجماعِ امت یہ ہے کہ

فرعون کا خاتمہ کفر پر ہوا۔ باب تکفیر میں اجماعی مسئلے سے اختلاف کرنے کے باوجود شیخ ابن عربی کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ”خاتم ولایت محمدیہ“ کے لقب سے یاد کرتے ہیں جب کہ ملا علی قاری ان کی سخت تکفیر کرتے ہیں۔ اس لیے ایسا ہو سکتا ہے کہ شخص واحد ایک محقق کے نزدیک مومن ہو جب کہ وہی دوسرے محقق کے نزدیک کافر ہو۔

یہی صورت حال تکفیر اکابر دیابنہ میں ہے کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک یہ لوگ کافر و مرتد ہیں جب کہ اعلیٰ حضرت ہی کے معاصرین اور مابعد دوسرے محققین کے نزدیک یہ لوگ کافر و مرتد نہیں ہیں۔

## حسام الحرمین کے مسئلے میں دو گروپ

در اصل حسام الحرمین کی اشاعت کے بعد اس کی تصدیق و عدم تصدیق کے حوالے سے دو گروپ سامنے آئے۔

پہلے گروپ نے حسام الحرمین کی حرف بحرف تصدیق کی۔

دوسرے گروپ نے واضح طور پر اکابر دیابنہ کی تکفیر سے انکار کیا یا سکوت فرمایا لیکن ان کی عبارتوں کو غیر مناسب اور بے محل قرار دیا جن میں مولانا عبد الباری فرنگی محلی، علماے رامپور، مشائخ پھلواری کے علاوہ دیگر اکابر بھی شامل ہیں۔

بعد میں خرابی یہ آئی کہ اس کتاب کی تصدیق کو ایمان و کفر کا معیار بنا دیا گیا، گویا جس نے تصدیق کی وہ مومن رہا جس نے انکار کیا اسے خارج اہل سنت یا پھر کافر قرار دے دیا گیا۔ جب کہ تاریخ اسلامی میں ایسی کوئی نظیر نہیں ملتی کہ کسی کے تکفیری فتوے کی تصدیق یا عدم تصدیق کو ایمان و کفر کا معیار یا اہل سنت کا مدار قرار دیا گیا ہو، اگر اسی معیار پر اہل سنت کی تشخیص کی جائے تو ہمارے بہت سے اکابر اہل سنت دین سے خارج ہوتے نظر آئیں گے۔ معاذ اللہ!

**اب اصل جواب ملاحظہ کریں:**

مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہوا کہ اعلیٰ حضرت کے فتوے کا اطلاق صرف انھیں افراد پر ہوتا ہے جن پر آپ نے فتویٰ دیا ہے۔ چوں کہ اکابر دیابنہ کی عبارتوں کا کفریہ ہونا اعلیٰ حضرت پر

اس قدر واضح ہو گیا تھا کہ ان کے نزدیک ان عبارتوں میں تاویل کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا تھا اس لیے ان پر واجب ہو گیا کہ اکابر دیابنہ کی تکفیر کریں ورنہ حکم کفر خود ان پر عائد ہو جاتا اسی طرح جس شخص پر اکابر دیابنہ کی عبارتوں کا کفریہ ہونا قطعی و یقینی طور پر معلوم ہو جائے اور ضعیف سے ضعیف پہلو بھی تاویل کا نہ نکلے تو اس کے باوجود اگر ایسا شخص تکفیر سے انکار کرے تو خود کافر ہو جائے گا۔ چاہے وہ شخص دیوبندی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا ہو یا وہابی نظریات کا حامل ہو یا پھر بریلویت کا علم بردار ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن جس شخص پر اکابر دیابنہ کا کفر قطعی و یقینی طور پر واضح نہ ہو یا تاویل کا اضعف ترین پہلو اس کے نزدیک موجود ہو اور اسی سبب سے وہ تکفیر نہ کرتا ہو تو شرعًا اسے عدم تکفیر کا حق حاصل ہے۔ اس بنیاد پر شخص مذکور کو کافر قرار دینا تشدد و تعنت اور غلو فی التکفیر ہے۔

(12) جو شخص وہابیہ کے کفر پر مطلع ہونے کے باوجود ان کو اپنا امام یا پیشوا یا کم از کم مومن ہی مانتا ہو وہ کافر ہے یا نہیں؟ اگر ہاں تو کیوں؟ اور نہیں تو کیوں نہیں؟

**جواب: ۱۲**

سوال نمبر ایک کے جواب میں یہ بات گزر چکی ہے کہ علمائے اہلِ سنت نے وہابیہ کی تضلیل کی ہے تکفیر نہیں۔

**خانقاہ عارفیہ پر شرعی حکم؟**

(13) آپ کا عارفیہ سید سراواں، الہ آباد اور اس کے بانی ابو میاں سے کیا تعلق ہے؟ جب کہ درجنوں دار الافتا سے ان کی گمرہی کا فتویٰ دیا گیا ہے۔

**جواب: ۱۳**

جامعہ عارفیہ، سید سراواں شریف اور اس کے بانی داعی اسلام شیخ ابو سعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی سے ہماری علمی، عملی اور روحانی وابستگی ہے، ان کی صحبت بابرکت سے ہمیں حلاوتِ ایمان، فکرِ آخرت اور لذتِ بندگی حاصل ہوئی۔ خانقاہ عارفیہ سے وابستگی ہماری زندگی کی معراج ہے، اس در کے گداگروں میں شامل ہونا ہمارے لیے فخر و اعزاز کی بات ہے۔ چار سالہ قیام کے دوران ہم نے یہاں کے در و دیوار کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ خانقاہ عارفیہ سے ہمارا تعلق کیسے ہوا؟ یہ ایک الگ موضوع ہے جس کو سننے کے بعد فاروقی طرز عمل کی ایک جھلک محسوس ہوتی ہے۔

خانقاہ عارفیہ کیا ہے؟ اس کو سمجھنے کے لیے ناچیز کا تفصیلی مقالہ بنام ''برصغیر کی چشتی نظامی خانقاہیں'' کا مطالعہ مفید ہوگا۔ اس خانقاہ سے متعدّد تصانیف شائع ہوکر اہل علم میں مقبول ہو چکی ہیں۔ جیسے مجمع السلوک، الاحسان کے متعدّد شمارے، مرج البحرین، تکمیل الایمان وغیرہ۔ ان کتابوں میں گمراہ کن مواد اگر کسی کی نظر سے گزرے تو ہمیں بھی مطلع کرے، اس لیے کہ ان کتب کے مطالعے کے بعد ہمیں ایسی کوئی عبارت نظر نہ آئی کہ جس بنیاد پر خانقاہ عارفیہ کو گمراہ کہا جائے۔ معاذ اللہ رب العالمین۔

## فتووں سے محفوظ کون؟

جہاں تک متعدّد دار الافتا سے گمرہی کا فتویٰ دیے جانے کی بات ہے تو یہ جان لیں کہ اس طرح کے فتوے کی نشر واشاعت عہد حاضر میں کوئی بڑا ایشو نہیں رہ گیا ہے، اس لیے کہ موجودہ وقت میں شاید ہی کوئی ایسی خانقاہ، مدرسہ، تحریک یا تنظیم ہو جو فتووں کی زد سے محفوظ ہو۔

## جامعہ اشرفیہ محفوظ نہیں

اہل سنت کا مرکزی ادارہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے خلاف آئینۂ صلح کلیت نامی کتاب لکھنے کا تعلق کسی دوسرے مکاتب فکر سے نہیں بریلوی طبقے سے ہی ہے۔ علامہ ازہری میاں اور علامہ ضیاء المصطفی قادری کی موجودگی میں مولانا غیاث الدین کا لپوی کا جرأت بھرا اعلان کہ ''اشرفیہ صلح کلیت کا اڈہ ہے۔ اشرفیہ کو چندہ دینا حرام ہے حرام ہے۔'' اشرفیہ کے خلاف یہ ساری کارستانیاں اپنوں کے ظل عاطفت میں ہوئی، حتی کہ مجبور ہوکر فرزندان اشرفیہ بالخصوص مولانا یٰس اختر مصباحی کو جوابی تحریر کے لیے آمادہ ہونا پڑا، تو کیا ان لوگوں کی ناعاقبت اندیشی کے سبب فرزندان اشرفیہ صلح کلی ہوگئے؟

## دعوت اسلامی محفوظ نہیں

دعوت اسلامی اور سنی دعوت اسلامی کو مسلک اعلیٰ حضرت کا مخالف قرار دے کر اس کی گمراہیت کا بھی فتویٰ دیا گیا تو کیا ان سے وابستہ سارے علما و عوام گمراہ ہیں؟

اب ذرا فیصلہ کن نگاہوں سے ان شخصیات و تحریکات کا بھی مطالعہ کرلیں جن کی تضلیل و تفسیق میں بڑی جرأت مندی کا مظاہرہ کیا گیا ہے جن کو پڑھنے کے بعد انصاف پسند آنکھیں خون کے آنسو رونے پر مجبور ہوجاتی ہیں۔

### ازہری میاں کے والد محفوظ نہیں

(۱) حضرت ازہری میاں کے والد مفسر اعظم پر مفتی محمد اعظم اور قاضی عبدالرحیم نے کفر کا فتویٰ لگایا جس کی تاویل میں مفتی غلام محمد نے مثنوی مولانا روم کا شعر پیش کیا، جو تلاش بسیار کے باوجود آج تک نہ مل سکا۔

### مثنی میاں و ہاشمی میاں محفوظ نہیں

(۲) مفتی غلام محمد صاحب نے ''احکام شرع مصطفوی بر گردن برادران کچھوچھوی'' نامی کتاب میں مثنی میاں، ہاشمی میاں پر تفسیق و تضلیل کا حکم صادر کیا، تو ذرا انصاف سے کام لیں آل رسول کی اس جماعت کو کس جرم کی پاداش میں گمراہ قرار دیا گیا؟ کیا کسی مفتی کے کہنے سے واقعی یہ حضرات گمراہ قرار پائے؟ ہرگز نہیں یہی عین انصاف ہے۔

### ثقلین میاں اور خانقاہ سمرقندیہ محفوظ نہیں

(۳) شیخ طریقت حضرت ثقلیں میاں اور خانقاہ سمرقندیہ دربھنگہ کے شیخ طریقت سید شاہ نور علی بڑے حضور اور ان کے معتقدین سے نام نہاد پیروں اور مفتیوں کا توبہ و تجدید کا مطالبہ۔ انصاف پسندوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی نہیں ہیں؟

### جام نور محفوظ نہیں

(۴) جام نور اور اس کی ٹیم کی گمرہی کا اعلان ہوا۔ جس کے نمائندہ افراد شہید بغداد علامہ اسید الحق قادری، ڈاکٹر خوشتر نورانی، اور ڈاکٹر ذیشان احمد مصباحی تھے کیا یہ حضرات گمراہ ہیں؟

### محدث کبیر محفوظ نہیں

(۵) محدث کبیر سے حشمتی برادران نے تجدید ایمان کا مطالبہ کیا اور محدث کبیر نے زرتاب رضا اور سنابل رضا کی تضلیل کی اور ازہری میاں سمیت کئی علما نے تجدید و رجوع کا مطالبہ کیا۔

### ازہری میاں محفوظ نہیں

خود ازہری میاں کے خلاف پیلی بھیت میں تقریریں ہوئیں، انھیں گمراہوں کا شاگرد، مسلک اعلیٰ حضرت سے منحرف اور غیر مستند اور غیر معتبر قرار دیا گیا۔ بلکہ بعض مداری برادران نے ان کی تکفیر بھی کی۔

**یہ لوگ بھی محفوظ نہیں**

(٦) سالم میاں بدایوں، اشرف العلما سید حامد اشرف اشرفی، مفتی ظہیر الدین، مولانا عبید اللہ خان اعظمی، مولانا الیس اختر مصباحی وغیرہ کے خلاف گمراہیت کے فتوے دیے گئے کیا یہ حضرات گمراہ ہیں؟

اتنے پر ہی بس نہیں بلکہ شاید ہی کوئی بڑا عالم و پیر بچا ہو جو مولویوں کے فتوے کی زد سے محفوظ ہو اس لیے اگر کوئی دارالافتا خانقاہ عارفیہ کے خلاف گمراہیت کا فتویٰ دیتا ہے تو میں ان فتوؤں کو ایسے ہی کالعدم قرار دیتا ہوں جیسے مذکورہ معزز شخصیات کے خلاف لگائے گئے فتوؤں کو ناقابل التفات سمجھتا ہوں۔ میں نے خانقاہِ عارفیہ کے خلاف بعض فتاوے دیکھے ہیں جو سراسر غیر تحقیقی الزامات واتہامات اور تحریفات پر مبنی ہیں۔

اس کے برخلاف فقیہ النفس مفتی مطیع الرحمن مضطر رضوی جو کئی بار خانقاہ جا بھی چکے ہیں ان کا تاثر یہ ہے:

”الغرض میں نے یہاں بعض فروعی مسائل جن پر سنیت کا مدار نہیں ہے، جیسے اقامت کے شروع ہی میں سارے لوگوں کا کھڑا ہو جانا، سماع بالمزامیر وغیرہ کو چھوڑ کر کوئی ایسی بات نہیں پائی جس کی بنیاد پر یہ کہا جاسکے یہ خانقاہ سنیت بلفظ دیگر مسلک اعلیٰ حضرت کی پابند نہیں ہے۔“ (معائنہ رجسٹر، خانقاہ عارفیہ)

**خانقاہ عارفیہ اور تصویر کا مسئلہ**

(14) تصویر کس کو کہتے ہیں؟ موبائل یا کیمرے کے ذریعہ کھینچا گیا فوٹو تصویر ہے یا نہیں؟ اگر تصویر ہے تو پھر اس شخص کے متعلق شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے جو بلا حاجت ایسے فوٹوز فیس بک وغیرہ پر ڈالتا رہتا ہے اور اگر موبائل اور کیمرے کے ذریعہ کھینچا گیا فوٹو تصویر نہیں ہے تو پھر فتاویٰ رضویہ شریف، جدید جلد ۲۴، ص: ۵٦۷ کی عبارت کا کیا مطلب ہے؟

**تصویر کا شرعی حکم**

**جواب: ۱۴**

اس مسئلہ کا تعلق فروعات سے ہے جس میں علما کا باہم اختلاف ہے اور یہ اختلاف

رحمت و برکت کے دروازے کھولتا ہے اس مسئلہ میں چند علما کی رائے ہے کہ تصویر خواہ ڈیجیٹل ہو یا نان ڈیجیٹل اس کا بنانا چھاپنا ناجائز و حرام ہے جب کہ دوسرے علما ڈیجیٹل تصاویر کے جواز کا قول کرتے ہیں۔ دوسری طرف علمائے ازہر اور عالمِ اسلام کے بہت سارے سنی صوفی علما و مشائخ کا موقف یہ ہے کہ وہی تصاویر یا مجسمے حرام ہیں جو عبادت کے لیے ہوں یا منجر الی العبادۃ ہوں۔

اس طرح کے مختلف فیہ مسائل میں ضابطہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے معتمد علیہ کے موقف پر عمل کرے یا از خود تحقیق کر کے کسی نتیجے تک پہنچے تاہم اس قسم کے اجتہادی اور مختلف فیہ مسائل میں کسی فریق کے لیے جائز نہیں کہ مخالف فریق کی تفسیق کرے۔ تفسیق صرف منصوص متفق علیہ مسائل کی خلاف ورزی پر کی جاتی ہے۔

فقہ اسلامی کا متفقہ قاعدہ ہے: "لا ینکر المختلف فیہ و انما ینکر المجمع علیہ" (الاشباہ والنظائر للسیوطی، ص: 158) مختلف فیہ پر عمل کرنے پر کوئی مواخذہ نہیں ہے، مواخذہ تو صرف اجماعی مسائل کے خلاف کرنے والے پر ہو سکتا ہے.

علامہ عبد الغنی نابلسی (۱۱۴۳ھ) کے حوالے سے فتاوی رضویہ میں ہے:

"متی امکن تخریجھا علی قول من اقوال فی مذھبنا او مذھب غیرنا فلیست بمنکر یجب انکارہ و النھی عنہ، و انما المنکر ما وقع الاجماع علی حرمتہ و النھی عنہ خصوصا".

(فتاوی رضویہ، 532/9-الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ الندیۃ، 204/2)

جب کسی مسئلے کے جواز کی تخریج ہمارے مذہب یا ہمارے غیر کے مذہب کے اقوال میں سے کسی قول پر ممکن ہو تو یہ وہ منکر نہیں ہوگا جس پر نکیر کرنا یا جس سے روکنا واجب ہو، بلکہ منکر تو صرف وہی ہے جس کی حرمت پر اور اس سے نہی پر اجماع واقع ہو۔

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں:

إِذَا رَأَيْتَ الرَّجُلَ يَعْمَلُ الْعَمَلَ الَّذِي قَدِ اخْتُلِفَ فِيهِ وَأَنْتَ تَرَى غَيْرَهُ فَلَا تَنْهَهُ (حلیۃ الاولیا لابی نعیم ۶/۳۳۸)

اگر تم کسی کو ایسا عمل کرتے دیکھو جس میں علما کا اختلاف ہو اور تمہاری رائے اس کے برعکس ہو تو تم اس عمل سے اس کو منع نہ کرو۔

اس مسئلے میں جن لوگوں کے معتمد علیہ وہ علماو محققین ہیں جو ڈیجیٹل تصویر کے جواز کا قول کرتے ہیں- خود ہماری تحقیق بھی یہی ہے- ان کے لیے ڈیجیٹل تصویر کھینچنا یا کھینچوانا جائز و درست ہے۔ اور جن لوگوں کے معتمد علیہ وہ حضرات ہیں جن کے نزدیک ہر طرح کی تصاویر کھینچنا یا کھینچوانا ناجائز و حرام ہے تو ان کے متبعین کے لیے موبائل میں تصویر کھینچنا، یا کسی بھی طرح کی ویڈیو بنانا، دیکھنا، سننا، سنانا، یا بلا ضرورت شرعی ایسی جگہ جانا جہاں CCTV کیمرے لگے ہوں ناجائز و حرام ہے، ایسے لوگوں کے لیے فیس بک، ٹوئٹر و دیگر سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کے استعمال سے گریز کرنا بھی نہایت ضروری ہے اس لیے کہ یہ سارے پلیٹ فارم ویڈیوز، اور فوٹوز سے خالی نہیں ہوتے بلکہ انھیں ملٹی میڈیا موبائل، انٹرنیٹ کے ساتھ کمپیوٹر وغیرہ کے استعمال سے بھی گریز کرنا چاہیے۔

اگر ایسے لوگ بالقصد ڈیجیٹل تصاویر یا ویڈیو وغیرہ سوشل سائٹس پر اپلوڈ کرتے ہیں تو وہ اپنے معتمد علیہ عالم دین کے فتوے کے مطابق فاسق معلن ہیں لیکن بحمد اللہ اس فسق سے وہ لوگ محفوظ ہیں جن کے معتمد علیہ کے نزدیک ڈیجیٹل تصاویر کے ساتھ حکمِ حرمت متعلق نہیں ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب۔**

کتبہ: **ساجد الرحمن شبر مصباحی**، خطیب و امام طیبہ مسجد، امرت نگر، ممبرا

۲۸/ صفر المظفر ۱۴۴۳ھ = ۶/ اکتوبر ۲۰۲۱ء رکن۔ دار الافتا العارفیہ

**الجواب صحیح**

**محمد رحمت علی مصباحی چشتی قادری**، جامعہ عارفیہ۔ سید سراواں

۷/ ربیع الاول ۱۴۴۳ھ = ۱۴/ اکتوبر ۲۰۲۱ء

☆☆☆☆☆

# مفتیِ امجدیہ سے چند شرعی مواخذات!

از قلم: اظہار احمد مصباحی ازہری ثقافی (مئو، یوپی)

بخدمت مولانا ابوالحسن قادری مفتی امجدیہ، گھوسی، یوپی!

بعد ماھوالمسنون!

ابھی آپ کے قلم سے لکھا ہوا ایک فتویٰ (محررہ: ۱۹ محرم الحرام ۱۴۴۳ھ) میری نظر سے گزرا جس میں آپ نے بلا ثبوت شرعی فقط اتہامات، اخبارات اور سنی سنائی باتوں کو بنیاد بنا کر مرشد العلما داعی اسلام عارف باللہ شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی، زیب سجادہ آستانہ عالیہ عارفیہ، سید سراواں پر گمراہ و گمراہ گر ہونے کا حکم لگا کر فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا (متفق علیہ) کے سزاوار ٹھہرے ہیں۔

اس سے قبل آپ کے شر انگیز قلم سے بارہا ملت و جماعت کا خون ہو چکا ہے جس سے ہم واقف ہیں، خصوصاً آپ کی وہ تحریر جو مادرِ علمی الجامعۃ الاشرفیہ کے خلاف فتنہ و شر کا سبب بنی جس کے نتیجے میں محدثِ کبیر کو اشرفیہ چھوڑنا پڑا، اس بار آپ کا خامۂ شر نگار مادرِ روحی خانقاہِ عارفیہ و جامعہ عارفیہ کے خلاف شعلے اگلتا ہوا نظر آ رہا ہے، جب کہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ کی تحریر میں حضرت داعی اسلام کے خلاف لگائے گئے آپ کے سارے مقدمات جھوٹے اور اتہامات ہیں۔ اس لیے آپ پر لازم ہے کہ ہماری اس تحریر کے ملتے ہی بلا تاخیر اپنا تحریری توبہ نامہ شائع کر کے الدِّينُ النَّصِيحَةُ: لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ کا ثبوت دیں اور بلا ثبوت شرعی کسی مرد مومن بلکہ شیخ صالح کی تضلیل و توہین و دل آزاری کے گناہ سے خود کو بچائیں، بصورت دیگر آپ پر عدالتی کاروائی کی جائے گی۔

آپ کے خلاف حسبِ ذیل شرعی مواخذات ہیں:

۱- آپ نے نہایت گستاخانہ لہجے میں اپنی بدگمانی اور خیال کو شریعت اور برہان سمجھتے ہوئے لکھا ہے کہ ابو میاں: **"تقلید ائمہ کو غلط سمجھتا ہے۔"** یہ اور اس طرح کے دوسرے آپ کے تمام الزامات سے داعی اسلام بری ہیں اور ہمارے سیکڑوں احباب اس بات کے سامع و شاہد ہیں کہ حضرت کا موقف آپ کے اس بات کے بر خلاف اہل سنت و جماعت اور مشرب صوفیہ کے عین موافق ہے، پھر بھی آپ سے مطالبہ ہے کہ اپنے اس جھوٹے اور باطل دعویٰ پر شرعی ثبوت پیش کریں اور یہ بتائیں کہ حضرت داعی اسلام دامت برکاتہم کی یہ بات مسموع ہے یا مطبوع؟ بر تقدیرِ اول، دو شرعی گواہ مطلوب ہیں جن کو جرح و قدح سے گزارا جا چکا ہو؟ اس کے ساتھ کیا آپ نے ان کی گواہی کو قبول کرنے سے پہلے صاحب معاملہ سے رابطہ کر کے تفتیش و تحقیق کر لی ہے؟ کیوں کہ حضور داعی اسلام بقید حیات ہیں اور ان کی خانقاہ تک رسائی آسان بھی ہے۔ اور بر تقدیرِ ثانی کتاب و صفحہ نمبر اور اگر مجلد ہے تو جلد نمبر کی نشان دہی کے ساتھ، کس سنہ اور کس مکتبہ سے چھپی ہے اس کی بھی وضاحت کر دیں۔ اِس التماس کے ساتھ کہ حضرت داعی اسلام دامت برکاتہم کی عبارت میں خود ساختہ صغری کبری فٹ کر کے اپنی طرف سے نتیجہ نہیں لکھیں گے بلکہ مِن وّعن اُن کی عبارت سیاق و سباق کے ساتھ نقل کریں گے۔

۲- آپ نے لکھا کہ: **"وہابی کی اقتدا کو جائز ٹھہراتا ہے۔"** اس پر بھی وہی سوال ہے کہ حضرت داعی اسلام دامت برکاتہم سے یہ جملہ مسموع ہے یا مطبوع ہے، بر تقدیرِ اول دو شرعی گواہ مطلوب ہیں اور پھر ان گواہوں ہی تفتیش کی جائے گی کہ کہیں انھیں بھی صحابی رسول ولید بن عقبہ بن ابی معیط کی طرح شیطان نے وسوسہ ڈال تو نہیں دیا ہے جن کے حق میں سورۂ حجرات: ۶، اتری تھی: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ اور بر تقدیرِ ثانی تفصیلی حوالہ عبارت کے سیاق و سباق کے ساتھ مطلوب ہے۔

اس پر دوسرا سوال یہ ہے کہ علمائے اہل سنت کے نزدیک وہابی کا حکم کفر کا ہے یا ضلالت کا، اگر کفر کا ہے تو جو علما وہابیہ کو صرف گمراہ مانتے ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟ وہ سنی ہیں یا گمراہ؟ اور اگر وہابیہ کا حکم گمراہ کا ہے تو کیا گمراہ کی اقتدا مطلقاً ناجائز ہے یا مشروط طور پر ناجائز ہے؟ اگر مطلقاً ناجائز ہے تو جن

علما نے گمراہ کی اقتدا کو جائز کہا ہے وہ سنی ہیں یا گمراہ؟ اور اگر مطلقاً ناجائز نہیں ہے تو بالفرض یہی بات کہیں حضرت داعی اسلام نے کہہ دی ہو تو ان پر ضلالت کا حکم کیوں؟ آپ کے نزدیک شریعت کا پیمانہ ایک ہے یا دو؟ امید ہے کہ آئیں بائیں شائیں کرنے اور بلا وجہ بات کو گھمانے کی بجائے سوالات کا سیدھا جواب دینے کی زحمت کریں گے۔

۳- آپ نے لکھا کہ: **"ابن تیمیہ کو صالح الفکر مسلمان مانتا ہے۔"** اس پر بھی آپ سے وہی مواخذات ہیں جو نمبر ایک کے ذیل میں مذکور ہوئے، اس وضاحت کے ساتھ کہ:

الف- یہ بات صحیح ہے کہ تصوف پر نکلنے والا رسالہ "الاحسان" کے دوسرے شمارے میں فاضل علوم شرقیہ علامہ ضیاء الرحمٰن علیمی کے قلم سے ابن تیمیہ سے متعلق ایک مبسوط تحقیقی مقالہ شائع ہوا تھا جس کا مقصد وہابیت کے خلاف حجت قائم کرنا تھا کیونکہ تصوف کا انکار وہابی سب سے زیادہ کرتے ہیں، اس لیے مقالہ نگار نے یہ ثابت کیا کہ شیخ ابن تیمیہ بھی اصل تصوف کے مقر ہیں اور انھوں نے بھی بہت سے حقیقی صوفیہ مثلاً حضرت جنید بغدادی اور غوث پاک کی تعریف و توصیف کی ہے۔ اس سے مقالہ نگار نے موجودہ وہابیوں کے خلاف حجت قائم کی کہ تم اپنے آپ کو ابن تیمیہ کا متبع مانتے ہو اور تصوف کا کلی انکار بھی کرتے ہو، یہ کیسے؟ "الاحسان" میں منشور مقالہ کا مقصد اصلی یہی تھا، جس کے بعد کئی ایک منکرین تصوف کا مثبت تاثر آیا۔

ب- یہ بھی صحیح ہے کہ مقالے کے شروع میں مختلف مسلمہ تاریخی حوالوں سے شیخ ابن تیمیہ کا سوانحی خاکہ، علمی مقام و مرتبہ، زہد و صلاح اور ابتداے حال میں شیخ ابن تیمیہ کی مرجعیت کے احوال لکھے گئے ہیں اور پھر بعد میں ان کے انحرافات اور علماے اسلام کی طرف سے ان کے تعاقبات کا بھی مکمل احوال لکھا گیا ہے۔ ایسے میں مقالے کے ایک حصے کی بات کوئی نقل کرتا ہے تو وہ شر انگیز، فتنہ پرست، مکار و پاجی اور علمی و تحقیقی اور تاریخی مقالات کے منہج و اسلوب سے جاہل ہے اور اس کی بنیاد پر مقالہ نگار پر ہی نہیں، بلکہ سرپرست مجلہ پر ضلالت کا حکم لگاتا ہے تو وہ دراصل اپنی جہالت اور ضلالت کا اعلان کرتا ہے۔ پھر اس کو بنیاد بنا کر حضرت داعی اسلام کی طرف یہ جملہ منسوب کرنا کہ **"ابن تیمیہ کو صالح الفکر مسلمان مانتا ہے۔"** پرلے درجے کی جہالت، سفاہت،

بہتان طرازی، توہین مسلم اور تضلیل مومن ہے۔ ایسے سرکش اور بدباطن لوگ در اصل ناقص اقتباس (misquoting) کے مجرم ہیں۔ یہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ پڑھتے ہیں اور وَأَنْتُمْ سُكَارٰى نہیں پڑھتے۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ (الشعراء:۲۲۷)

بھولے بھالے سنی مسلمانوں سے گزارش ہے کہ اللہ کے اس حکم پر عمل کریں کہ جو شخص کسی کے خلاف جھوٹی بات لے کر آتا ہے وہ فاسق ہے۔ جب تک وہ ثبوت شرعی پیش نہ کرے ایسے جھوٹے شخص سے احتراز واجتناب واجب ہے۔ قرآن پاک میں ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ (الحجرات:٦) اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو۔ (کنزالایمان)

اب نیچے علمائے متقدمین کی عبارتیں لکھتے ہیں جن میں انھوں نے شیخ ابن تیمیہ کی خوبیوں کا ذکر کیا ہے۔ مفتی صاحب! علم وتحقیق اور عدل وانصاف کا ذرا برابر پاس ولحاظ ہے تو لگے ہاتھوں ان علمائے متقدمین کے بارے میں اپنے بے مہار قلم سے حکم شریعت یا حکم طبیعت لکھتے جائیے۔ یہ وہ علما ہیں جنھوں نے ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام، امام الزہاد، بحرالعلوم جیسے بڑے بڑے القابات سے نوازا ہے۔ اُن کی عبارتیں آپ کے باصرہ نواز کرتا ہوں، توفیق ملے تو کتابیں کھول کر بھی اصل حوالے ملالیں، اگر کتابیں آپ کے یہاں موجود ہوں تو، بصورت دیگر کتابوں کا انتظام بھی آپ کے لیے کردیا جائے گا۔ عبارات کا ترجمہ چھوڑ دیا گیا ہے امید ہے کہ آپ ضرور سمجھ لیں گے۔

الف- محدث، فقیہ، مؤرخ اور مشہور سیرت نگار ابن سید الناس (۷۳۴ھ) فرماتے ہیں:

أَلْفَيتُه ممن أدرك عن العلوم حظا. وكاد يستوعب السنن والآثار حفظا، إِن تكلم فِي التفسير فَهُوَ حامل رايته. وإِن أفتى فِي الفقه فَهُوَ مدرك غايته، أَوْ ذاكر بالحَدِيث فَهُوَ صاحب علمه، ذو روايته، أَوْ حاضر بالنحل والملل لَمْ يرَ أوسع من نحلته، ولا أرفع من درايته. برز فِي كُل فن عَلَى أبناء جنسه، وَلَمْ تر عين من رآه مثله،

ولا رأت عينه مثل نَفْسه{۱}.

ب- عظیم محدث،، امام کبیر ابوالحجاج جمال الدین یوسف قضاعی (۷۴۴ھ) فرماتے ہیں:

**مَا رَأَيْت مثله وَلَا رأى هُوَ مثل نَفسه وَمَا رَأَيْت أحدا أعلم بِكِتَاب الله وَسنة رَسُوله وَلَا أتبع لَهما مِنْهُ۲**

ج- علامہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ (متوفی: ۷۹۵ھ) نے اپنی کتاب ”طبقات حنابلہ“ میں امام ذہبی (متوفی: ۷۴۸ھ) کے قول کو نقل فرمایا اور کوئی نکیر نہیں فرمائی بلکہ مزید تعریف کی ملاحظہ فرمائیں:

قَالَ الذهبي فِي معجم شيوخه: أَحْمَد بْن عَبْد الحليم الحراني، ثُمَّ الدمشقي، الحنبلي أَبُو الْعَبَّاس، تقي الدين، شيخنا وشيخ الإِسلام، وفريد لعصر علما ومعرفة، وشجاعة وذكاء، وتنويرا إلهيا، وكرما ونصحا للأمة، وأمرا بالمعروف ونهياً عَنِ المنكر. سمع الْحَدِيث، وأكثر بنفسه من طلبه، وكتب وخرج، ونظر فِي الرجال والطبقات، وحصل مَا لَمْ يحصله غيره. برع فِي تفسير الْقُرْآن، وغاص فِي دقيق معانيه بطبع سيال، وخاطر إِلَى مواقع الإِشكال ميال، واستنبط منه أشياء لَمْ يسبق إِلَيْهَا. وبرع فِي الْحَدِيث وحفظه، فقلّ من يحفظ مَا يحفظه من الْحَدِيث، معزوا إِلَى أصوله وصحابته، مَعَ شدة استحضاره له وقت إقامة لدليل. وفاق النَّاس فِي معرفة الفقه، واخْتِلاف المذاهب، وفتاوى الصَّحَابَة والتابعين، بحيث إنه إِذَا أفتى لَمْ يلتزم بمذهب، بَل يقوم بِمَا دليله عنده. وأتقن العربية أصولاً وفروعا، وتعليلًا واخْتِلافًا. ونظر فِي العقليات، وعرف أقوال المتكلمين، وَرَدَّ عَلَيْهِم، وَنبّه عَلَى خطئهم، وحذر مِنْهُم ونصر السنة بأوضح حجج وأبهر براهين. وأُوذي فِي ذَات اللَّه من المخالفين، وأُخيف فِي نصر السنة المحضة، حَتَّى أعلى اللَّه مناره، وجمع قلوب أهل التقوى عَلَى محبته والدعاء لَهُ، وَكَبَتَ أعداءه، وهدى بِهِ رجالًا من أهل الملل والنحل، وجبل

---

۱ ذيل طبقات الحنابلة، المؤلف: زين الدين عبد الرحمن بن أحمد بن رجب بن الحسن، السَلامي، البغدادي، ثم الدمشقي، الحنبلي (المتوفى: ۷۹۵هـ)، المحقق: د عبد الرحمن بن سليمان العثيمين، ٤ / ٥٠٠، الناشر: مكتبة العبيكان – الرياض الطبعة: الأولى، ١٤٢٥ هـ - ٢٠٠٥ م

۲ العقود الدرية من مناقب شيخ الإسلام أحمد بن تيمية، المؤلف: شمس الدين محمد بن أحمد بن عبد الهادي بن يوسف الدمشقي الحنبلي (المتوفى: ٧٤٤هـ) المحقق: محمد حامد الفقي، ص: ٢٣، الناشر: دار الكاتب العربي – بيروت

قلوب الملوك والأمراء عَلَى الانقياد له غالباً، وعلى طاعته، أحيى بِهِ الشام، بَل والإسلام، بَعْد أَن كاد ينثلم بتثبيت أولى الأمر لما أقبل حزب التتر والبغي فِي خيلائهم، فظُنت بالله الظنون، وزلزل المؤمنون، واشْرَأَب النفاق وأبدى صفحته. ومحاسنه كثيرة، وَهُوَ أكبر من أَن ينبه عَلَى سيرته مثلي، فلو حلفت بَيْنَ الركن والمقام، لحلفت: إني مَا رأيت بعيني مثله، وأنه مَا رأى مثل نَفْسه.۱))۔

د-حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (متوفی: ۸۵۲ھ) اپنی کتاب "الدرر الکامنہ" میں ابن تیمیہ کے تعلق سے فرماتے ہیں:

أَحْمد بن عبد الْحَلِيم بن عبد السَّلَام بن عبد الله بن أبي الْقَاسِم بن تَيْمِية الْحَرَّانِي ثمَّ الدِّمَشْقِي الْحَنْبَلِيّ تَقِيّ الدّين أَبُو الْعَبَّاس بن شهَاب الدّين ابْن مجد الدّين ولد فِي عَاشر ربيع الأول سنة ٦٦١ وتحول بِهِ أَبوهُ من حران سنة ٦٧ فَسمع من ابْن عبد الدَّائِم وَالقَاسِم الأربلي وَالْمُسلم ابْن عَلان وَابْن أبي عمر وَالْفَخر فِي آخَرين وَقَرَأَ بِنَفسِهِ وَنسخ سنَن أبي دَاوُد وَحصل الْأَجْزَاء وَنظر فِي الرِّجَال والعلل وتفقه وتمهر وتميز وَتقدم وصنف ودرس وَأفْتى وفَاق الأقران وَصَارَ عجبا فِي سرعَة الاستحضار وَقُوَّة الْجنان والتوسع فِي الْمَنْقُول والمعقول والإطالة على مَذَاهِب السّلف وَالْخلف۲

ھ-حافظ عبد الرحمن سخاوی رحمہ اللہ (متوفی: ۹۰۲ھ) اپنی کتاب "الجواھر والدرر" میں فرماتے ہیں:

وشهرة إمامه الشيخ تقي الدين ابن تيمية أشهرُ مِنَ الشَّمس، وتلقيبُه بشيخ الإسلام في عصرِه باقٍ إلى الآن على الألسنة الزكيَّة، ويستمر غدًا كما كان بالأمس، ولا يُنكِرُ ذلك إلَّا من جهل مقداره، أو تجنَّب الإنصاف، ممّا أكثر غلط مَنْ تعاطى ذلك وأكثر عثاره، فاللهَّ تعالى هو المسؤول أن يقينا شُرورَ أنفسنا وحصائد ألسنتا

۱ ذيل طبقات الحنابلة، المؤلف: زين الدين عبد الرحمن بن أحمد بن رجب بن الحسن، السَلامي، البغدادي، ثم الدمشقي، الحنبلي (المتوفى: ٧٩٥هـ) المحقق: د عبد الرحمن بن سليمان العثيمين، ٤ / ٤٩٦ — ٤٩٧، الناشر: مكتبة العبيكان — الرياض الطبعة: الأولى، ١٤٢٥ هـ - ٢٠٠٥م

٢ الدرر الكامنة في أعيان المائة الثامنة ، المؤلف: أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: ٨٥٢هـ) المحقق: مراقبة / محمد عبد المعيد ضان ، ١ / ١٦٨ ، الناشر: مجلس دائرة المعارف العثمانية – صيدر اباد/ الهند ، الطبعة: الثانية، ١٣٩٢هـ/ ١٩٧٢م

**بمنِّه و فضله.**[1]

و-امام سیوطی رحمہ اللہ (متوفی:۹۱۱ھ) اپنی کتاب "طبقات الحفاظ" میں ابن تیمیہ کے تعلق سے فرماتے ہیں:

**ابْن تَيْمِية الشَّيْخ الإِمَام الْعَلامَة الْحَافِظ النَّاقِد الْفَقِيه الْمُجْتَهد الْمُفَسّر البارع شيخ الْإِسْلَام علم الزهاد نادرة الْعَصْر تَقِيّ الدّين أَبُو الْعَبَّاس أَحْمد بن الْمُفْتِي شهَاب الدّين عبد الْحَلِيم ابْن الإِمَام الْمُجْتَهد شيخ الْإِسْلَام مجد الدّين عبد السَّلَام بن عبد الله بن أبي الْقَاسِم الْحَرَّانِي أحد الْأَعْلَام ولد فِي ربيع الأول سنة إِحْدَى وَسِتِّينَ وستمِائَة، وَسمع ابْن أبي الْيُسْر وَابْن عبد الدَّائِم وعدة، وعني بِالْحَدِيثِ وَخرج وانتقى وبرع فِي الرِّجَال وَعلل الحَدِيث وفقهه وَفِي عُلُوم الْإِسْلَام وَعلم الْكَلَام وَغير ذَلِك وَكَانَ من بحور الْعلم وَمن الأذكياء الْمَعْدُودين والزهاد والأفراد ألف ثَلَاثمِائَة مجلدة وامتحن وأوذي مرَارًا مَاتَ فِي الْعشْرين من ذِي الْقعدَة سنة ثَمَان وَعشْرين وَسَبْعمائة**[2]۔

ز- امام ملا علی قاری علیہ الرحمہ (متوفی:۱۰۱۴ھ) اپنی کتاب مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح میں ابن تیمیہ اور ابن قیم کے تعلق سے فرماتے ہیں:

**أَقُولُ: صَانَهُمَا اللَّهُ عَنْ هَذِهِ السِّمَةِ الشَّنِيعَةِ وَالنِّسْبَةِ الْفَظِيعَةِ، وَمَنْ طَالَعَ شَرْحَ مَنَازِلِ السَّائِرِينَ لِنَدِيمِ الْبَارِيِّ الشَّيْخِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ الْحَنْبَلِيِّ - قَدَّسَ اللَّهُ تَعَالَى سِرَّهُ الْجَلِيَّ - وَهُوَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ عِنْدَ الصُّوفِيَّةِ حَالَ الْإِطْلَاقِ بِالِاتِّفَاقِ، تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُمَا كَانَا مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، بَلْ وَمِنْ أَوْلِيَاءِ هَذِهِ الْأُمَّةِ، وَمِمَّا ذُكِرَ فِي الشَّرْحِ الْمَذْكُورِ مَا نَصُّهُ عَلَى وَفْقِ**

---

[1] الجواهر والدرر في ترجمة شيخ الإسلام ابن حجر، المؤلف: شمس الدين أبو الخير محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن أبي بكر بن عثمان بن محمد السخاوي (المتوفى: ٩٠٢هـ)، المحقق: إبراهيم باجس عبد المجيد، ٢ / ٧٣٥ – ٧٣٦، الناشر: دار ابن حزم للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، ١٤١٩ هـ - ١٩٩٩ م

[2] طبقات الحفاظ، المؤلف: عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى: ٩١١هـ)، ص: ٥٢١، الناشر: دار الكتب العلمية – بيروت

الطبعة: الأولى، ١٤٠٣.

الْمَسْطُورِ هُوَ قَوْلُهُ عَلَى بَعْضِ صُبَاةِ الْمَنَازِلِ، وَهَذَا الْكَلَامُ مِنْ شَيْخِ الْإِسْلَامِ يُبَيِّنُ مَرْتَبَتَهُ مِنَ السُّنَّةِ، وَمِقْدَارَهُ فِي الْعِلْمِ، وَأَنَّهُ بَرِيءٌ مِمَّا رَمَاهُ أَعْدَاؤُهُ الْجَهْمِيَّةُ مِنَ التَّشْبِيهِ وَالتَّمْثِيلِ عَلَى عَادَاتِهِمْ فِي رَمْيِ أَهْلِ الْحَدِيثِ وَالسُّنَّةِ بِذَلِكَ، كَرَمْيِ الرَّافِضَةِ لَهُمْ بِأَنَّهُمْ نَوَاصِبُ، وَالنَّوَاصِبِ بِأَنَّهُمْ رَوَافِضُ، وَالْمُعْتَزِلَةِ بِأَنَّهُمْ نَوَائِبُ حَشْوِيَّةٌ، وَذَلِكَ مِيرَاثٌ مِنْ أَعْدَاءِ رَسُولِ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي رَمْيِهِ وَرَمْيِ أَصْحَابِهِ، بِأَنَّهُمْ صُرَاةٌ قَدِ ابْتَدَعُوا دِينًا مُحْدَثًا، وَهَذَا مِيرَاثٌ لِأَهْلِ الْحَدِيثِ وَالْمَيْمَنَةِ مِنْ نَبِيِّهِمْ بِتَلْقِيبِ أَهْلِ الْبَاطِلِ لَهُمْ بِالْأَلْقَابِ الْمَذْمُومَةِ[۱]

ح-علامہ مرتضی زبیدی (متوفی:۱۲۰۵ھ) ابن تیمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

والعَلاّمة أَبُو العَبّاس أحمدُ بنُ عبد الحَلِيم الحَنْبَلِيّ المعروف بابْنِ} تَيْمِيَة وذَوُوه، مُحَدِّثون مَشْهُورُون.[۲]

ط-علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ (متوفی:۱۲۵۲ھ) ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام سے یاد کرتے ہیں:

وَرَأَيْت فِي كِتَابِ الصَّارِمِ الْمَسْلُولِ لِشَيْخِ الْإِسْلَامِ ابْنِ تَيْمِيَّةَ الْحَنْبَلِيِّ مَا نَصُّهُ: وَأَمَّا أَبُو حَنِيفَةَ وَأَصْحَابُهُ فَقَالُوا: لَا يُنْتَقَضُ الْعَهْدُ بِالسَّبِّ، وَلَا يُقْتَلُ الذِّمِّيُّ بِذَلِكَ لَكِنْ يُعَزَّرُ عَلَى إظْهَارِ ذَلِكَ كَمَا يُعَزَّرُ عَلَى إظْهَارِ الْمُنْكَرَاتِ الَّتِي لَيْسَ لَهُمْ فِعْلُهَا مِنْ إظْهَارِ[۳].

ان کے علاوہ علماء اہل سنت کی ایک لمبی تعداد ہے جنھوں نے ابن تیمیہ کو بڑے بڑے القابات سے نوازا ہے، اب آپ سے سوال ہے کہ اوپر مذکور شدہ علماء اہل سنت کے تعلق سے آپ کی کیا رائے ہے؟ یہ سب بد عقیدہ ہیں یا نہیں؟ مفتی صاحب! اللہ کے عذاب سے ڈریے۔

۱ مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، المؤلف: علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري (المتوفى: ١٠١٤هـ)، ٧ / ٢٧٧٨ ، الناشر: دار الفكر، بيروت – لبنان ، الطبعة: الأولى، ١٤٢٢هـ - ٢٠٠٢م

2 تاج العروس من جواهر القاموس، المؤلف: محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق الحسيني، أبو الفيض، الملقّب بمرتضى، الزَّبيدي (المتوفى: ١٢٠٥هـ) ، المحقق: مجموعة من المحققين، ٣١ / ٣٥١، فوق " الثاء مع الميم " مباشرة . الناشر: دار الهداية.

٣ رد المحتار على الدر المختار، المؤلف: ابن عابدين، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي (المتوفى: ١٢٥٢هـ)، ٤ / ٢١٤ ، الناشر: دار الفكر-بيروت ، الطبعة: الثانية، ١٤١٢هـ - ١٩٩٢م

آپ ان وعیدوں سے ضرور واقف ہوں گے جو ضمیر فروش اور نفس پرست قاضیوں اور مفتیوں کے حق میں وارد ہیں۔

واضح رہے کہ ابن تیمیہ کے تعلق سے اکابر علماے اہل سنت کے یہ اقوال اس لیے نقل کیے گئے ہیں تاکہ آپ کی دوسری آنکھ بھی کھل جائے ورنہ ابن تیمیہ کے تعلق سے جمہور علماے اہل سنت کا ضلالت کا جو موقف ہے ہم اسی کے پابند ہیں۔

۴- آپ نے یہ بھی لکھا کہ: **"علماء وفقہائے حق کو خفیف و حقیر گردانتا ہے۔"** آپ سے گزارش ہے کہ وہ کون سے علماءِ حق ہیں جن کو حضرت داعی اسلام نے حقیر و خفیف گردانا ہے۔ اُن کی نشاندہی فرمادیں، نیز ان کا حقیر و خفیف گردانا مسموع ہے یا مطبوع، بر تقدیرِ اول دو شرعی گواہ مطلوب ہیں، اور بر تقدیرِ ثانی تفصیلی حوالہ عبارت کے سیاق و سباق کے ساتھ مطلوب ہے۔ جہاں تک ہماری بات ہے تو ہم نے اور ہمارے علما و فضلا احباب نے بچشم سر دیکھا ہے کہ علما کا جتنا احترام حضرت کرتے ہیں، شاید ہی کوئی شیخ زمانہ کرتا ہوگا۔

۵- آپ نے ایک خود ساختہ تہمت یہ بھی لگائی کہ: **"خود ساختہ تصوف کو لازم کہتا ہے۔"** آپ سے شرعی مطالبہ ہے کہ تصوف کے وہ کون سے اصول ہیں جن کو حضرت عارف باللہ شیخ ابوسعید حفظہ اللہ نے گڑھا ہے، اور اُن کے گڑھے ہوئے اصول کہیں لکھے ہیں یا مسموع ہیں؟ بر تقدیر اول تفصیلی حوالہ عبارت کے سیاق و سباق کے ساتھ مطلوب ہے، اور بر تقدیرِ ثانی دو شرعی گواہ مطلوب ہیں۔

۶- آپ نے یہ بھی خوب بہتان طرازی کی کہ: **"وہ سنی صحیح العقیدہ نہیں ہے۔"** اس پر سوال ہے کہ اگر اہل سنت کے آپ کے خانہ زاد اصول نہ ہوں تو میرے ناقص علم کے مطابق عقائد کے دو مشہور امام ہیں: (۱) امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ (متوفی: ۳۲۴ھ) اور (۲) امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ (متوفی: ۳۳۳ھ)۔ تیسری صدی کے بعد بالعموم اہل سنت انھیں کے مسلک پر رہے ہیں، بشمول ہندوستان پوری دنیا کے سنی اسی پر عمل کرتے ہیں، اور انھیں کے بیان کردہ اصولوں سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ حضرت داعی اسلام عقیدتاً ماتریدی ہیں۔ اب آپ سے شرعی مطالبہ ہے کہ حضرت نے امام ابو منصور ماتریدی کے مرتب کردہ کن کن اصولوں

سے انحراف کیا ہے جس کی وجہ سے وہ سنی نہیں رہے، اُن منحرف شدہ اصولوں کی نشاندہی فرمادیں۔ ہم یہ بات یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت نے ضروریات، معمولات اور رسوماتِ اہل سنت، میں سے کس سے انحراف کیا ہے؟ اور ان کے انحراف کو کس نے لکھا ہے یا مسموع ہے؟ بر تقدیر اول اصلی حوالہ عبارت کے سیاق و سباق کے ساتھ مطلوب ہے، اور بر تقدیر ثانی دو شرعی گواہ مطلوب ہیں۔

۷- آپ نے حضرت داعی اسلام کی گمراہی کے لیے ماہنامہ خضرِ راہ کا بھی مبہم حوالہ دیا ہے، عبارت، شمارہ نمبر اور صفحہ کی قید کے بغیر، آپ سے مطالبہ ہے کہ خضرِ راہ میں کون سی بات کس شمارے میں اہل سنت کے خلاف چھپی ہے؟ سیاق و سباق کے ساتھ عبارت نقل کریں اور تفصیلی حوالے سے آگاہ کریں۔ اس سے پہلے بھی بعض شر پسند علمائے سوء نے خضرِ راہ کی ایک عبارت لفظی و معنوی تحریف کے ساتھ نقل کر کے خانقاہِ عارفیہ کے خلاف فتنہ انگیزی کی کوشش کی ہے جس کی وضاحت بارہا کی جا چکی ہے۔ کیا آپ بھی اسی فتنے کا شکار ہیں یا کوئی نیا فتنہ جگا رہے ہیں؟ اب آپ کے لیے صرف تین راستے ہیں:

۱- ان سوالوں کے جوابات دے کر سطور بالا میں مذکور شرعی مواخذات و مطالبات کے مطابق اپنی شرعی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کریں گے۔

۲- یا پھر دوسرا آپشن محض یہی ہو گا کہ ذرہ برابر بھی خوف خدا، شرم نبی اور پاس شریعت ہوگی تو اعلانیہ تحریری توبہ کریں گے۔

۳- ورنہ آپ کا ناحق حکم تضلیل خود آپ پر اور آپ کے حواریوں پر لوٹ جائے گا۔

تحریر- ۷/ نومبر، ۲۰۲۱ء/ یکم ربیع الثانی ۱۴۴۳ھ

☆☆☆☆☆

# اہل بدعت کے ساتھ تعلقات ایک حقیقت پسندانہ تجزیہ

ڈاکٹر انوار احمد بغدادی صاحب، پرنسپل دارالعلوم جمداشاہی

آج کے سلگتے ہوئے مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ اہل بدعت کے ساتھ تعلقات، رسم ورواداری بات چیت اور سلام وکلام ہے، اس سلسلے میں بھی اگر بغور دیکھا جائے تو لوگ افراط وتفریط کے شکار ہیں کچھ لوگ اہل بدعت اور بدمذہبوں کے ساتھ اتنے گہرے تعلقات رکھتے ہیں کہ مداہنت اور بدمذہبیت سے رضامندی کی بوآنے لگتی ہے اور کچھ لوگ اس قدر سختی برتتے ہیں کہ ان کو بدمذہبوں اور اہل بدعت کے ساتھ نرمی سے بات چیت اور خوش اسلوبی کے ساتھ دعوت وتبلیغ میں بھی صلح کلیت نظر آتی ہے، اور وہ یہ بات یکسر بھول جاتے ہیں کہ اسلام خوش اسلوبی کے ساتھ بات چیت کے ذریعہ مسائل کے حل میں یقین رکھتا ہے۔

ہمارے معاشرے کی یہ دونوں صورتیں اہل نظر پر پوشیدہ نہیں ہیں بلکہ اگر جماعتی سطح پر دیکھا جائے تو ہمارے بہت سے اختلافات کی بنیاد اسی قسم کی غلط فہمیوں پر ہے، حالاں کہ مذکورہ بالا دونوں صورتیں قابل رد ہیں، ایک جگہ افراط ہے تو دوسری جگہ تفریط ہے، ہمیں اس افراط وتفریط کے دلدل سے نکل کر قرآنی اسلوب پر عمل کرنا چاہیے، ذرا ملاحظہ کریں کہ اللہ تعالی کا مقدس کلام کس طرف رہنمائی کرتا ہے:

ارشادرب جلیل ہے:

اذھبا الی فرعونَ انہ طغی فَقُولا لَہُ قَوْلاً لَّيِّناً لعلہ یتذ کر أو یخشی (طہ:۴۳-۴۴).

ترجمہ: ’’دونوں فرعون کے پاس جاو، بے شک اس نے سر اٹھایا، تو اس سے نرم بات کہنا اس امید پر کہ وہ دھیان کرے یا کچھ ڈرے‘‘ (کنزالایمان)

**قابل غور باتیں**

اس آیت کریمہ کے تعلق سے چند باتیں قابل غور ہیں:

**پہلی بات:**

اللہ رب العزت علیم و خبیر ہے وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ فرعون پر حضرت موسی اور ہارون کی نرم باتوں کا بھی کوئی اثر نہیں ہوگا مگر اس کے باوجود اس کے پاس جانے اور نرمی سے بات کرنے کا حکم صادر فرمایا تاکہ جہاں اس کے لیے اتمام حجت ہو جائے وہیں دوسروں کے لیے عبرت اور دعوت کا یہ اسلوب تاقیامت علما مبلغین کے لیے مشعل راہ رہے کہ نرمی سے ہی دلوں کو جھکایا جاسکتا ہے۔

لہذا آج کسی دعوتی مزاج رکھنے والے نرم خو عالم دین سے یہ مطالبہ کرنا کہ آپ نے اپنے نرم انداز گفتگو سے کتنے بدمذہبوں کو توبہ کرایا تو یہ مطالبہ عبث ہے اور مذکورہ بالا آیت کریمہ کی روشنی میں ایک غیر معقول مطالبہ ہے، کیوں کہ کسی بھی داعی یا مبلغ کا کام ہدایت دینا نہیں ہے یہ تو بذمہ رب کریم ہے بندے کا کام تو صرف رہنمائی اور دعوت و تبلیغ کی کوشش کرنا ہے۔

**دوسری بات:**

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے حضرت موسی اور ہارون کو فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا ،اس لیے اس آیت کی روشنی میں ایک عالم کو جو نائب نبی کہلاتا ہے بدمذہب، اہل بدعت یا کافر کے پاس بغرض دعوت جانے کی اجازت ہے، لہذا کسی عالم کے بارے میں صرف یہ خبر سن کر کہ اس نے فلاں بدعتی سے ملاقات کی ہے بغیر تفصیل جانے ہوئے اس پر صلح کلیت کا حکم لگانا بددیانتی ہے۔

**تیسری بات:**

اللہ تعالی نے اس آیت کریمہ میں حضرت موسی اور ہارون علیہم السلام کو حکم دیا کہ وہ فرعون کے پاس جائیں اور نرمی سے بات کریں، جس سے اس بات کا بین ثبوت ملتا ہے کہ کسی کافر یا بدمذہب، یا اہل بدعت کے ساتھ نرمی سے بات کی جائے تاکہ اہل حق سے قریب ہو جائے، لہذا اہل بدعت کے ساتھ خوش اسلوبی سے گفتگو کرنا نرم لب و لہجے کے ساتھ پیش آنا صلح کلیت ہر گز نہیں ہے۔

**چوتھی بات:**

یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرعون کے پاس جانے کے لیے ایک عام آدمی کو حکم نہیں دیا بلکہ یہ حکم اس وقت کے نبی کے ساتھ خاص ہے، لہٰذا ایک عام آدمی کو بدمذہبوں سے ملنے جلنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے کیوں کہ یہ اندیشہ ہمیشہ باقی رہے گا کہ کہیں بدمذہب سے متاثر ہوکر اس کا مذہب نہ قبول کرلے۔ اسی طرح ایک عالم کو روکا بھی نہیں جائے گا کیوں کہ اس اقدام سے دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود ہوجائیں گی۔

لہٰذا مطلقاً روک دینا یا مطلقاً اجازت دے دینا افراط وتفریط سے خالی نہیں ہے، دونوں صورتوں میں نزاع اور فساد کا قوی امکان ہے، اور اسلام افراط وتفریط سے پاک ایک معتدل مذہب ہے، جیسا کہ اسلاف کے طریقہ کار سے ظاہر ہے۔

**حضرت عطا کی نصیحت**

چنانچہ طلحہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطا سے کہا: آپ ایسے شخص ہیں جس کے پاس مختلف مسلک کے لوگ آتے رہتے ہیں، جب کہ میں ایک الگ آدمی ہوں، میں تو ان سے سختی کے ساتھ بات کرتا ہوں۔ تو انھوں نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْناً ۔۔۔ لہٰذا اس آیت میں تو یہود ونصاریٰ داخل ہیں تو بھلا دین حنیف والے کیسے خارج ہوں گے؟ (دیکھئے تفسیر قرطبی: الجامع لاحکام القرآن، ج:۲/ص:۱۶)۔

ذرا سوچیے! کہ کتنی معقولیت اور میانہ روی ہے اس فکر میں کہ عوام کو بدمذہبوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے روکا جائے، کیوں کہ ان کے بارے میں یہ اندیشہ قوی ہے کہ کہیں وہ بدمذہبوں کا ظاہر دیکھ کر متاثر نہ ہوجائیں، جب کہ مذکورہ بالا قرآنی اسلوب دعوت وتبلیغ کے مطابق اہل علم ومعرفت کو اصلاح فکر واعتقاد کے لیے بھرپور کوششیں کرنی چاہئے، تاکہ بدمذہبیت پر قدغن لگایا جاسکے۔ اگر مطلقاً اہل بدعت اور بدمذہبوں سے ملنے پر پابندی عائد کردی جائے گی تو بھلا ان کی اصلاح کیسے ہوگی؟ ان کو حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت حق کون دے گا؟ کیا دعوتی اسلوب کا یہی تقاضا ہے؟ کیا یہی اسوہ نبی ﷺ ہے؟ کیا ہمارے اسلاف اسی روش پر قائم

تھے؟ کیا صوفیائے کرام کا یہی منہج ہے؟

نہیں! ہر گز نہیں! اہل خرد اچھی طرح جانتے ہیں کہ علمائے حق پر استطاعت کے مطابق کافر، گمراہ، بد مذہب اور اہل بدعت کی اصلاح بھی ضروری ہے اور اصلاح کے لیے حکمت اور موعظہ حسنہ کا اسلوب بھی اپنانا ضروری ہے، کیوں کہ یہی قرآن کے دعوتی اسلوب کا تقاضا ہے، یہی اسوہ مصطفی ﷺ بھی ہے، یہی اسلاف کی روش ہے اور یہی صوفیائے کرام کا منہج ہے۔

## ممانعت کی علت احتیاط ہے

واضح رہے کہ کسی کافر، بدمذہب یا اہل بدعت کے ساتھ صرف اٹھنے بیٹھنے، یا کھانے پینے سے کوئی مسلمان کافر یا بدمذہب نہیں ہو جائیگا جب تک کہ کافر کے کفر اور بدمذہب کی بدمذہبیت سے متاثر ہو کر اپنا عقیدہ یا اپنی فکر نہ بدل ڈالے، اور رہی بات اہل بدعت کے ساتھ میل جول پر پابندی کی تو اس کی علت وہی احتیاط ہے کہ کہیں عقائد وافکار متاثر نہ ہو جائیں، اب اگر کوئی ایسا صاحب عزیمت شخص ہے جو متاثر ہونے کی بجائے متاثر کر دینے کا جوہر رکھتا ہو، تو بلاشبہ اس کا ملنا جلنا ایک محمود عمل ہی نہیں بلکہ کار ثواب بھی ہے۔

## عوام و خواص میں فرق ضروری

بہر حال یہاں عوام و خواص کے درمیان فرق کرنا ضروری ہے، عوام کو بدمذہبوں کے ساتھ ملنے جلنے سے ضرور روکا جائے گا، مگر ایسے علما جو متاثر ہوتے نہیں بلکہ متاثر کر دیتے ہیں تو وہ اس حکم میں شامل نہیں ہوں گے، بلکہ ان کے لیے تو یہ ضروری ہے کہ اپنے اخلاق حسنہ سے کافروں بدمذہبوں اور اہل بدعت پر اثر انداز ہو کر ان کو اپنا ہم فکر اور ہم عقیدہ بنائیں۔

اس کو ایک مثال سے یوں سمجھیں کہ ایک ایسی جگہ جہاں پر وبائی مرض پھیل چکا ہو، لوگ بیماریوں کے شکار ہو رہے ہوں تو ایسی جگہوں پر عوام کو جانے سے روک دیا جائے گا مگر ایک ڈاکٹر کو نہ یہ کہ صرف وہاں جانے کی اجازت ہوگی بلکہ اسے بھیجا جائے گا تاکہ بیماروں کا علاج کیا جا سکے، اب کیا یہ عقل مندی ہے کہ اس جگہ جہاں عام لوگوں کو جانے پر پابندی لگائی جائے وہیں ڈاکٹروں اور باعزیمت لوگوں پر بھی پابندی عائد کر دی جائے؟

نہیں! ہر گز نہیں! عوام اور ڈاکٹر دونوں پر پابندی عائد کرنا یا دونوں کو جانے کی اجازت دے

دینا افراط و تفریط سے خالی نہیں ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ جہاں احتیاط کے طور عوام کو ایسی جگہوں پر جانے سے روکا جائے گا، وہیں علاج و معالجہ کے لیے ڈاکٹروں کو ضرور بھیجا جائے گا۔

## سیرت مصطفی کے درخشندہ پہلو

یہ وہ معتدل اور صائب الرای فکر ہے جو "انما الاعمال بالنیات" اور "الامور بمقاصدھا" کے عین مطابق ہے، اس فکر پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں نہ تو گھٹن محسوس کی جاسکتی ہے اور نہ ہی کسی کا عرصہ حیات تنگ ہو سکتا ہے، نہ بے جا تاویلوں کی ضرورت پڑے گی اور نہ ہی کبھی شرمندگی کا احساس ہوگا، اور نہ ہی کبھی فکر و عمل میں تضاد کی نوبت آئے گی، ایک ایسی صاف ستھری فکر کہ جس کی تائید درج ذیل سیرت مصطفی ﷺ کے درخشندہ پہلو سے ہوتی ہے:

امام بخاری کتاب المغازی میں اور امام مسلم نے کتاب فضائل الصحابہ میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالی عنہ کا مشہور واقعہ بسند صحیح روایت فرمایا ہے جس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

حضرت حاطب رضی اللہ تعالی عنہ نے فتح مکہ سے پہلے مشرکین مکہ کو ایک خط لکھا جس میں اس بات کا انکشاف کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے لیے ایک فوج تیار کرلی ہے، یہ خط آپ نے ایک عورت کے ذریعہ کفار مکہ کو بھجوادیا، مگر اللہ کی عطا سے غیب داں نبی کون و مکاں ﷺ نے جان لیا کہ حاطب نے کفار مکہ کو خط بھیجا ہے چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علی، ابو مرثد اور زبیر بن العوام رضی اللہ تعالی عنہم کو اس عورت کے تعاقب میں بھیجا اور فرمایا کہ جاو مقام روضہ خاخ پر تمھیں مشرکین میں سے ایک عورت ملے گی جس کے پاس مشرکین کے نام حاطب کا ایک خط ہوگا، چنانچہ مذکورہ بالا حضرات نے حکم نبوی کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے گھوڑے دوڑادئے اور جیسا کہ مصطفی جان رحمت نے فرمایا تھا کہ مقام روضہ خاخ میں ایک عورت ملے گی وہیں اس عورت کو پالیا، عورت نے پہلے تو انکار کیا مگر جب ان حضرات نے سختی کی تو زار بند کے پٹکے سے خط نکال کر ان حضرات کے حوالے کر دیا۔

مقام عبرت ہے کہ حضرت حاطب رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ اقدام بہت ہی خطرناک تھا، اس جرم کی سزا قتل کے سوا کیا ہو سکتی تھی، ان کی غلطی نہایت سنگین اور بہت واضح تھی جس پر ان سے باز پرس کی بھی ضرورت نہیں تھی، مگر حکمت نبوی پر قربان جائیں کہ حضرت حاطب پر کوئی

حکم لگانے سے پہلے انھیں طلب کیا گیا، انھیں اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع دیا گیا، اور ان سے خط بھیجنے کی وجہ دریافت کی گئی، چنانچہ نبی رحمت ﷺ نے نہایت سنجیدہ اور پر سکون انداز میں پوچھتے ہوئے فرمایا: يَا حَاطِبُ، مَا هَذَا؟ اے حاطب یہ کیا ہے؟

حضرت حاطب رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: ''يَا رَسُولَ اللهِ؛ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ، إِنِّي كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ، وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا، وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ بِمَكَّةَ يَحْمُونَ بِهَا أَهْلِيهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ؛ فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي ذَلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا يَحْمُونَ بِهَا قَرَابَتِي، وَمَا فَعَلْتُ كُفْرًا وَلَا ارْتِدَادًا وَلَا رِضًا بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ''

ترجمہ: یارسول اللہ! میرے اوپر حکم لگانے میں جلد بازی نہ فرمائیں، میں قریش میں ایک اجنبی آدمی ہوں، قریش کے ساتھ میرا کوئی نسبی تعلق نہیں ہے، جب کہ آپ کے ساتھ جتنے مہاجرین ہیں مکہ میں ان کی رشتہ داریاں ہیں جن کی وجہ سے ان کے اہل وعیال اور مال واسباب کی حفاظت ہوجاتی ہے، میں نے چاہا کہ اگر قریش کے ساتھ میرا نسبی تعلق نہیں ہے تو ان پر کچھ احسان ہی کردوں تاکہ مکہ میں پھنسے ہوئے میرے اہل قرابت کی حفاظت ہو سکے، میں نے یہ قدم کفر، ارتداد یا بعد اسلام رضا بالکفر کی وجہ سے نہیں اٹھایا ہے۔

حضرت حاطب کا یہ عذر سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَقَدْ صَدَقَكُمْ، ''انھوں نے تم سے سچ بات کہی ہے''۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: صدق ولا تقولوا له الا خيرا، ''انھوں نے سچ کہا ہے، ان کو اچھا ہی کہو''۔

حضرت عمر فرماتے ہیں: یارسول اللہ مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن مار دوں۔ ایک روایت میں ہے: کہ حضرت عمر نے فرمایا: انھوں نے اللہ رسول اور مومنوں سے خیانت کی ہے لہذا مجھے اجازت دیں کہ ان کی گردن مار دوں۔ مگر آقائے رحمت ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو قتل کرنے سے منع فرمادیا اور فرمایا: کہ یہ بدری صحابی ہیں، اللہ نے اہل بدر کے گناہوں کو معاف کردیا ہے اور ان کے لیے جنت واجب کردی ہے۔ (دیکھئے صحیح بخاری، کتاب المغازی، والسیر، اور صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ)۔

ذرا سوچئے! اس مقام پر حضرت حاطب کا عذر کیوں قبول کرلیا گیا؟ یہی نہ کہ ان کا مقصد مسلمانوں کو ایذا پہچانا نہیں تھا اگر چہ ان کا یہ اقدام غلط تھا، وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اب کفار کی کمر ٹوٹ چکی ہے، فتح مکہ کی انھیں خبر بھی ہوجائے تب بھی وہ کچھ نہ کرسکیں گے، البتہ ان کے اس اقدام سے کم از کم ان کے اہل قرابت کفار کی ایذا رسانی سے بچ سکتے ہیں، انھیں کفار کی تھوڑی بہت ہمدردی حاصل ہوسکتی ہے۔

لہٰذا اس واقعے سے جہاں ''الامور بمقاصدھا'' کا ضابطہ مستفاد ہو رہا ہے، وہیں یہ بات بھی آشکار ہو جارہی ہے کہ شخصیتوں کے سابقہ کارنامے بھی ملحوظ نظر رہنا چاہئے، کسی صاحب علم و فضل کے تعلق سے کوئی بات سن کر فیصلہ لینے میں جلد بازی نہیں کرنی چاہئے، جب تک باز پرس نہ ہوجائے، اور صحیح صورت حال کی وضاحت نہ ہوجائے، کیوں کہ بسا اوقات غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کی بنیاد پر جو مفروضہ قائم کیا جاتا ہے وہ عندالتحقیق سراب اور جھوٹ کا پلندہ ثابت ہوتا ہے۔ مگر فی زمانناتحقیق اور تصفیہ کی کسے فکر ہے، قائل یا عامل کی نیت اور اس کی مراد جاننے کی اب ضرورت کون محسوس کرتا ہے، اب تو ایک طالب علم بھی کفر وارتداد کا فتوی لیے بیٹھا ہے، صرف اس بات کا منتظر ہے کہ نفس کا کوئی جھونکا آئے اور وہ کفر وارتداد کا فتوی لگا کر من گھڑت ''حمایت اہل سنت'' کا تمغہ حاصل کرلے، بس ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا کفر وارتداد کا فتوی بچوں کے ہاتھ کا کھلونا بن چکا ہے۔

کاش! لوگ مذکورہ بالا حدیث کو پڑھتے اور سمجھتے، پھر رحمت و کرم کے اس اعلی اخلاقی نمونے پر عمل پیرا ہوتے تو جماعت اہل سنت کا اس طرح شیرازہ بکھرتا ہوا نظر نہیں آتا۔

اب ذیل میں پیش خدمت ہے اہل بدعت کے ساتھ جدید و قدیم اکابر علمائے اہل سنت کے تعامل و برتاو کی ایک جھلک، جسے ہم نہایت اختصار کے ساتھ یہاں قلم بند کررہے ہیں۔

### امام ابوالحسن اشعری علیہ الرحمہ کا مثالی موقف:

امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ایک بدعت شکن کی حیثیت سے جانی اور پہچانی جاتی ہے، آپ نے بدمذہبوں کا قلع قمع کرکے اہل سنت و جماعت کو تقویت بخشی ہے، جب تک باحیات رہے اہل بدعت کی نیدیں حرام تھیں اور جب یہ مرد مجاہد اس دنیائے فانی سے چل

بسا تو اہل بدعت کی عید ہو گئی، ابن سبکی اپنی کتاب ''طبقات'' میں علامہ قابسی مالکی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لقد مات الأشعريُّ يومَ مات وأهلُ السنة باكون عليه، وأهلُ البدع مستريحون منه. (دیکھئے ابن سبکی کی کتاب « طبقات » ۳/۳۶۷)

یعنی: ''جس دن اشعری کا انتقال ہوا اہل سنت رو رہے تھے اور اہل بدعت آرام محسوس کر رہے تھے''۔

مگر اہل بدعت سے مورچہ لینے والی یہ متصلب ذات اہل بدعت کو کس خوش اسلوبی کے ساتھ اپنا ہم فکر اور ہم خیال بناتی ہے وہ ہم داعیان حق کے لیے مشعل راہ ہے۔

**امام ابو الحسن اشعری کا طریقہ کار**

قاضی عیاض اپنی کتاب ''ترتیب المدارک'' میں امام ابو الحسن اشعری کے تعلق سے لکھتے ہیں:

وناظر المعتزلة، وكان يقصدهم بنفسه للمناظرة، وكلم في ذلك، فقيل لـه: كيف تخالط أهل البدع وقد أُمرتَ بهجرهم -وكان أمرهم في ذلك الوقت شائعاً وكلمتهم غالبة- فقال: هُمْ أهل الرياسة، وفيهم الوالي والقاضي، فهم لرياستهم لا ينزلون إليّ، فإن لم نَسِرْ إليهم فكيف يظهر الحقُّ ويعلم أن لأهلـه ناصراً بالحجة؟

(ترتیب المدارک في أعلام مذهب الإمام مالك للقاضي عياض (۵/۲۴-۲۵)

یعنی: ''آپ نے معتزلیوں سے مناظرہ فرمایا، اور بنفس نفیس مناظرہ کے لیے ان کے پاس جاتے تھے اور ان سے گفتگو فرماتے تھے، آپ سے کہا گیا کہ آپ اہل بدعت کے درمیان کیسے آتے جاتے ہیں جب کہ آپ کو انھیں چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے، یہ وہ وقت تھا جب معتزلیوں کا معاملہ چھایا ہوا تھا اور ان کی آواز غالب تھی۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ لوگ اہل ریاست ہیں، انھیں میں حاکم ہیں اور انھیں میں قاضی ہیں، یہ اپنی ریاست کی وجہ سے ہمارے پاس نہیں آئیں

گے، پس اگر ہم چل کر ان کے پاس نہیں جائیں گے تو حق کیسے غالب ہوگا اور یہ کیسے معلوم ہوگا حجت و براہین سے حق کی نصرت کرنے والے موجود ہیں؟“

امام اشعری کے اس اسلوب کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلوب اور چیز ہے، کسی کے موقف کا تصلب اور چیز ہے، ظاہر ہے امام اشعری کے بدمذہبوں کے پاس دعوت و تبلیغ کے لیے جانے سے ان کے تصلب اور بدمذہبوں کے تعلق سے ان کے موقف پر حرف نہیں آتا ہے۔ علما اور مبلغین کے لیے امام اہل سنت کا یہ اسلوب بہترین مشعل راہ ہے، کاش اصحاب عقل و خرد امام اہل سنت ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ کے اس موقف میں غور کرتے تو اس زمانے کے بہت سے مسائل کا حل نکل آتا۔

**امام قرطبی کا موقف:**

اپنے وقت کے ایک جلیل القدر مفسر حضرت علامہ امام قرطبی فرماتے ہیں:

فينبغي للإنسان أن يكون قوله للناس لينا ووجهه منبسطا طلقا مع البر والفاجر، والسني والمبتدع، من غير مداهنة، ومن غير أن يتكلم معه بكلام يظن أنه يرضى مذهبه لأن الله تعالى قال لموسى وهارون: ﴿فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا﴾ [طه: ٤٤]. فالقائل ليس بأفضل من موسى وهارون، والفاجر ليس بأخبث من فرعون، وقد أمرهما الله تعالى باللين معه. (دیکھیے: تفسیر قرطبی: الجامع لاحکام القرآن، ج:۲/ ص:۱۶)

ترجمہ: ”چنانچہ انسان کے لیے ضروری ہے کہ لوگوں کے ساتھ نرم خوئی بشاشت اور کشادہ روئی سے بات کرے، ہر کسی کے ساتھ خواہ نیک ہو یا فاجر، سنی ہو یا بدعتی، ہاں یہ خیال رہے کہ مداہنت نہ ہو اور نہ ہی ایسی بات کرے جس سے یہ گمان ہو کہ وہ بدعتی کے مذہب سے راضی ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور ہارون سے فرمایا کہ: اس سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرو۔ چنانچہ نہ کوئی قائل حضرت موسیٰ وہارون سے افضل ہے

اور نہ ہی کوئی فاجر فرعون سے بڑا خبیث ہے اس کے باوجود اللہ تعالی نے ان دونوں کو اس کے ساتھ نرم لب ولہجے میں بات کرنے کا حکم دیا ہے۔''

**حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا مثالی اقدام:**

جبل پور کے ایک علمی گھرانے کی ایک باصلاحیت اور متقی وپرہیز گار شخصیت، برہان ملت، حضرت علامہ مفتی محمد برہان الحق صاحب قبلہ رضوی علیہ الرحمہ، شہزادہ اعلی حضرت، تاجدار اہل سنت، مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفی رضا خان علیہ الرحمہ کے ایک مثالی اور معتدل موقف کی ترجمانی کرتے ہوئے کچھ یوں گویا ہیں کہ:

''اندرا گاندھی کے سابقہ دور حکومت میں مسلم پرسنل لا میں ترمیم وتحریف اور تبدیلی کا بل پیش ہوا، فقیر نے اس کے خلاف فوری طور پر احتجاجا ایک مراسلہ حکومت ہند کو بھیجا جس میں مسلم پرسنل لا میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی ترمیم یا تحریف کو مسلمانوں کی جانب سے ناقابل قبول قرار دیا اور اس کے لیے قانونی شرعی پہلوؤں کو اس مراسلے میں تحریر کیا گیا، اس کے بعد ہندوستان کے ارباب فکر ودانش نے علمائے کرام کی زیر قیادت بمبئی میں ایک احتجاجی جلسے کا اعلان کیا جس میں ملک کے ہر عقیدہ اور مکتب فکر کے علما کو دعوت شرکت دی گئی، فقیر کے نام بھی دعوت نامہ آیا مگر فقیر نے اس مخلوط جلسے میں شرکت سے معذرت نامہ بھیج دیا، حضور مفتی اعظم ہند انھیں دنوں بالا گھاٹ تشریف لائے ہوئے تھے اور فقیر زادہ محمد محمود احمد حضور کی خدمت اقدس میں شرف زیارت وفیوض وبرکات کے حصول کے لیے حاضر ہوا، حضرت والا سے محمود میاں نے پرسنل لا اور اس کے اجتماع میں میری شرکت کے بارے میں دریافت کیا، اور فقیر زادہ نے میری شرکت سے معذرت اور اس کے اسباب حضور کے سامنے عرض کئے اور اپنے طور پر جو کچھ بھی کاروائی کی جارہی تھی اس کا بھی تذکرہ کردیا حضور نے سارے معروضات سننے کے بعد ارشاد فرمایا کہ برہان میاں سے جاکر کہو کہ ہرگز اس جلسے میں شرکت سے انکار نہ کریں، اور چوں کہ اس سلسلے میں سب سے پہلے انھیں کا احتجاج اور اقدام ہے، اور

احتجاج بھی ایک باقوت احتجاج ہے اس لیے انھیں اپنا کام جاری رکھنا اور اسے آگے بڑھانا ہے، مخلوط احتجاج اور غیروں کے زیر اہتمام وصدارت یہ جلسہ ہونے کے باعث انھوں نے جو معذرت کی ہے اور شرکت سے احتراز فرمایا ہے اسے ترک فرمادیں اور ضرور ضرور شرکت فرمائیں ،اور ادھر بمبئی سے مدعوین برابر مراسلت وفون سے مجھ سے رابطہ قائم کئے ہوئے تھے کہ میں ضرور ضرور ہر حالت میں جلسے میں شرکت کروں، جب فقیر زادہ محمود میاں صاحب نے بالا گھاٹ سے آکر مجھے حضرت کا پیغام حکم سنایا تو میں نے حضرت اقدس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ان کے اشارات وہدایات پر شرکت کا ارادہ کرلیا۔" (دیکھئے تاجدار اہل سنت، مطبوعہ، رضا اکیڈمی ممبئی، ص:۱۷و۱۸)

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے حکم کے مطابق حضرت برہان ملت علیہ الرحمہ نے مذکورہ بالا مخلوط اجلاس میں شرکت بھی فرمائی اور احقاق حق اور ابطال باطل کرتے ہوئے اہل سنت وجماعت کی زبردست نمائندگی بھی کی۔ اور جب آپ کی کامیاب ترین نمائندگی کی رپورٹ خبروں میں شائع ہوئی تو حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان نے آپ کو مبارک بادی کا مکتوب بھی ارسال فرمایا، جیسا کہ برہان ملت خود رقم فرماتے ہیں:

"اس جلسے میں علمائے اہل سنت میں سے کسی نے بھی میرا ساتھ نہ دیا جب کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے ارشاد اور حکم کے مطابق ہی شریک جلسہ ہوا تھا، صبح جب جلسے کی کاروائی میری تقریر کے ساتھ اخبارات میں جلی حرفوں میں شائع ہوئی تو علمائے اہل سنت نے میرے لیے دعائیں کیں اور کامیابی پر مبارک بادی ـــــ۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو جب جلسے کی مکمل رپورٹ ملی تو انھوں نے میری کامیابی پر دعائیہ کلمات کے ساتھ مبارک باد تحریر فرما کر والا نامہ سے نوازا، جب میں بریلی شریف حاضر ہوا تو حضور نے مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر تم شریک جلسہ نہ ہوتے اور اظہار حق اور اعلان حق نہ کیا ہوتا تو بڑی کمی رہ جاتی

، تم نے اس سلسلے میں جو احتجاجی کاروائی میں پہل کی تھی اس کی تائید میں یہ جلسہ بڑا کامیاب رہا اور یہ جلسہ تمھاری شرکت سے تمھارا جلسہ ہو گیا''۔

(دیکھئے تاجدار اہل سنت، مطبوعہ، رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۲۰ اور ۲۱)

علاوہ ازیں ''فتاوی مفتی اعظم'' میں اسی موقف کی صراحت بھی موجود ہے چنانچہ جب آپ سے مخلوط جلسوں میں شرکت کے تعلق سے پوچھا گیا تو آپ نے اہل سنت کے حقوق کی حفاظت کے لیے فرق باطلہ کے ساتھ مجالست کے جواز کا حکم صادر فرمایا، ملاحظہ فرمائیں فتاوی کی درج ذیل عبارتیں:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ریاست بڑودہ کے اندر مسلمانان بڑودہ راج کانفرنس نامی ایک انجمن واسطے حقوق طلبی و تحفظ اسلام قائم کی ہوئی ہے، یہ انجمن ہیچ کوئی مذہبی امور کے دخل کرنے کے واسطے نہیں ہے صرف یہاں کے ہنود راجہ و ہندو رعایا کے سامنے مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کا کام کرنے والی ہے، اس لیے اس میں بلا قید ہر فرقے کے کلمہ گو شامل ہو سکتے ہیں، کیا اس انجمن میں سنی حنفی مسلمانوں کو شریک ہونا جائز ہے؟ بینوا و توجروا۔

**الجواب:** اس کانفرنس میں شرکت برائے تحفظ حقوق اہل سنت با مقابلہ فرق باطلہ و تحفظ حقوق اسلام با مقابلہ اعدائے اسلام ضروری ہے، فرق باطلہ کے ساتھ وہ مجالست ناجائز و حرام ہے جو بر بنائے محبت و موالات ہو، نیز وہ جو بے ضرورت و حاجت و مصلحت شرعیہ ہو، نہ وہ جو برائے تبلیغ ورد ہو۔ واللہ اعلم۔ (فتاوی مفتی اعظم، تقدیم و ترتیب جدید: مولانا محمد حنیف خان رضوی، بریلی، مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف، انڈیا، ج/۵ ص/۲۵۵)

یہ ہے تاجدار اہل سنت، شہزادہ اعلی حضرت سیدی سرکار حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان کا معتدل موقف کہ جس میں نہ مطلقا منع ہے اور نہ ہی مطلقا اجازت، بلکہ مقاصد کے تعیین کے بعد ہی حکم لگایا جائے گا، چنانچہ جہاں آپ نے موالات کی بنا پر بد مذہبوں کے ساتھ

مجالست کو نا جائز و حرام فرمایا، وہیں دعوت و تبلیغ اور حقوق اہل سنت کی حفاظت کے لیے مخلوط جلسوں میں شرکت کو ضروری بھی قرار دیا۔

لہٰذا ان لوگوں کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیے جو بلا تحقیق، بغیر سوچے سمجھے، کبھی ٹوپی دیکھ کر، کبھی کرتا دیکھ کر، کبھی پائجامہ دیکھ کر، تو کبھی سنکر، محض ظن و تخمین اور بدگمانیوں کی بنا پر دوسروں پر صلح کلی یا بدمذہب ہونے کا حکم لگانے میں جلد بازی سے کام لیتے ہیں، اسی طرح بلاشبہ وہ لوگ بھی قابل مواخذہ ہیں جو بلا ضرورت شرعی بدمذہبوں سے مل جل کر اپنی صاف ستھری شبیہ کو بگاڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری فکر میں اعتدال پیدا فرمائے (آمین)

**حضور مبلغ اسلام علیہ الرحمہ کا آفاقی شعور:**

خلیفہ اعلیٰ حضرت، مبلغ اعظم حضرت علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی مہاجر مدنی علیہ الرحمہ جو تا حیات مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رہے، جنھوں نے بڑے ہی اخلاص کے ساتھ اعلیٰ حضرت کے مشن کو پوری دنیا میں پھیلانے کی سعادت حاصل کی ہے، ہزاروں لوگوں کو مشرف با اسلام کیا ہے، ہزاروں گم گشتہ کو راہ ہدایت دی، جو ایک ولی صفت بزرگ اور ڈاکٹر اقبال کے مرد مومن تھے۔

آپ نے اسلام کی دعوت و تبلیغ میں قرآنی اسلوب حکمت کو ہمیشہ اپنے لیے مشعل راہ بنایا، حقوق اہل سنت کے تحفظ کے لیے جرات مندانہ اقدامات کئے، تقسیم ہند کے وقت جب شدت پسند ہندوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا قتل عام ہوا تو آپ نے ہندوستان کا سفر کیا اور پنڈت جواہر لال نہرو سے ملاقات کر کے اس مسئلے پر بات چیت کی، پچاس کی دہائی میں جب سعودی حکومت نے حجاج پر ٹیکس لگایا تو آپ نے دنیا بھر کے مختلف مسالک کے علما کے ساتھ ایک وفد کی شکل میں ملک عبد العزیز بن سعود سے ملاقات کی اور انھیں اپنا فیصلہ واپس لینے پر مجبور کر دیا۔ اسی طرح جب الحاد کا زور بڑھا تو مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے خدا پرستوں کے ساتھ مل کر منکرین خدا کے خلاف ایک مضبوط محاذ قائم فرمایا

(تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں فقیر کی کتاب ''سفیر الامن والسلام ۔۔۔ محمد عبد العلیم الصدیقی المیرتی، حیاتہ، وجھودہ العلمیہ والدعویۃ''، ص: ۱۷۸-۱۸۷)

یہ ہے ہمارے بزرگوں کا محتاط اور معتدل موقف جس کی افادیت ہر زمانے میں مسلم ہے ، ورنہ تو افراط و تفریط کی وجہ سے آج ہماری جماعت جس نازک موڑ پر کھڑی ہے ، اہل دل پر مخفی نہیں ہے۔ اللہ حفاظت فرمائے آمین۔

ذرا ٹھنڈے دل سے سوچئے ! کیا حضرت عطا بن ابی رباح ، امام ابوالحسن اشعری ، امام قرطبی ، حضور مفتی اعظم ، اور مبلغ اسلام علیہم الرحمہ جیسی عظیم المرتبت شخصیتیں ایمان و عقیدہ میں کمزور تھیں ؟ کیا ان سب کے تصلب پر انگلی اٹھانا صحیح ہے ؟ کیا یہ سب صلح کلی تھے ؟ نہیں ، ہرگز نہیں ، قطعاً نہیں ! بلکہ اگر کوئی ان حضرات کے تصلب پر کیچڑ اچھالنے کی جرات کرتا ہے تو اسے اپنے ہی ایمان و عقیدہ کی خبر لینی چاہیئے۔

## حکمت ، نرمی ، خوش اسلوبی اور حسن سلوک

ہاں اگر کوئی یہ دعوی کرتا ہے کہ آج کا زمانہ بدل گیا ہے ، تو صرف اتنا عرض ہے کہ کیا اس زمانے میں حکمت ، نرمی ، خوش اسلوبی اور حسن سلوک کے مثبت اثرات نہیں پائے جاتے ہیں ؟ یا پھر اس زمانے میں اہل سنت کے حقوق کی حفاظت کے لیے اجتماعی کوششوں کی نوبت نہیں آتی ہے ؟ میں سمجھتا ہوں کہ سماج میں رہنے بسنے والا ہر فرد اچھی طرح جانتا ہے کہ آج بھی حسن سلوک کا وہی اثر ہے جو کل تھا ، آج بھی بسا اوقات وہی حالات پیدا ہوجاتے ہیں جو کل تھے ، تو پھر حسن سلوک سے گریز کیوں ؟ حالات کو صحیح طور پر سمجھ کر عصری چیلنجز کا مقابلہ کرنے سے راہ فرار کیوں ؟

آخر ہم تصویر کے اس رخ کو سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے کہ ملی مسائل میں اگر ہم پیش قدمی نہ کریں گے ، ضرورت پڑنے پر ملی مسائل کے حل کے لیے اپنی نمائندگی کو یقینی نہیں بنائیں گے ، پولیٹیکل گیلری ، میڈیا اور انٹیلیجنس بیورو تک رسائی حاصل نہ کریں گے تو اس کا خسارہ کیا ہوگا ؟

اگر ہم میں ذرہ برابر احساس ذمہ داری ہے تو ہم بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہم من گھڑت پابندیوں کی وجہ آج کہاں سے کہاں جا پہونچے ہیں ، جب کہ ہمارا حریف جس کی پیدائش کو جمعہ جمعہ آٹھ دن بھی نہیں ہوئے ہیں ، ہر سطح پر اپنی نمائندگی یقینی بناتا ہوا نظر آرہا ہے ، جس کی وجہ سے اس کی تعداد بڑھتی ہی جارہی ہے جب کہ ہم گھٹتے ہی جارہے ہیں ، آج سے بیس پچیس سال جن

علاقوں میں ان کا نام ونشان نہ تھا اب وہاں وہی نظر آرہے ہیں؟

اس لیے یہ بات تسلیم کرنی چاہیے کہ صرف اسٹیجوں سے مسائل حل ہونے والے نہیں ہیں جب تک ہم اپنی اسلوب کارکردگی پر نظر ثانی نہیں کرتے، ہر میدان میں اپنی حیثیت تسلیم نہیں کرواتے، دفاع اور اقدام دونوں محاذوں کو مضبوط نہیں کرتے اس وقت تک مسائل سے نمٹنا آسان نہیں ہوگا۔

### حسن اخلاق ہی اصل ہے

چلتے چلتے یہ وضاحت ضروری ہے کہ اسلام میں سب کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آنا ہی اصل ہے، البتہ "لکل قاعدۃ شواذ" کے تحت بعض حالات میں سختی بھی محمود ہوتی ہے، قرآن ،حدیث اور بزرگوں سے منقول سختیوں کی مثالیں خاص حالات، اور استثنائی صورت پر محمول ہیں ،ان کی حیثیت محض استثنا اور اضطراری کیفیت ہی کی رہے گی، اب کوئی سختی اور غلظت ہی کو اسلام کی اصل اور نا قابل تبدیل ضابطہ مان لے تو یہ اس کی کج فکری کے سوا کچھ نہ کہلائے گی۔ اس لیے حالات سمجھنا ضروری ہے نہ کہ صرف ایک ہی پہلو کو لیکر اچھلنا کودنا عقل مندی ہے۔ اللہ ہمیں مسائل سمجھنے اور حالات کے تدارک کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ [1]

☆☆☆☆☆

(1) یہ مضمون حضرت ڈاکٹر انوار احمد بغدادی صاحب قبلہ کے فیس بک پروفائل سے لیا گیا ہے۔

# توضیحات واستفسارات

از: ڈاکٹر ذیشان احمد مصباحی

بخدمت!

فقیہ النفس علامہ مفتی مطیع الرحمٰن مضطر رضوی حفظکم اللہ وایانا من کل الشر والکفر والنفاق

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید کہ مزاج عالی بخیر ہو گا! خدمت عالیہ میں عرض ہے کہ:

۱۳/ دسمبر ۲۰۲۱ء کو مجھے معلوم ہوا کہ کشن گنج میں ایک جلسہ ہو رہا ہے جس میں نام زد طور پر خانقاہ سید سراواں کا ذکر ہے اور اس کی دجالیت کو واضح کرنے کی بات کی گئی ہے اور اس میں مقرر خصوصی کے طور پر آپ کا نام ہے۔ میں نے فوراً آپ سے فون پر رابطہ کیا۔ آپ نے بتایا کہ مجھے تفصیلات کا علم نہیں۔ میں نے گزارش کی کہ آپ تفصیلات معلوم کریں۔ ایسے اجلاس میں آپ جیسے ذمہ دار شخص کی شرکت مناسب نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر کسی جلسے کے پوسٹر میں یہ لکھا ہو کہ "اس میں مفتی مطیع الرحمٰن مضطر کی منافقت کا پردہ چاک کیا جائے گا"، تو اس سے اتفاق یا عدم اتفاق سے قطع نظر، اس میں ذیشان مصباحی کی شرکت ہرگز مناسب نہیں ہوگی۔

کشن گنج کے احباب میں اس کی وجہ سے کافی بے چینی تھی۔ وہ قانونی چارہ جوئی اور اس میں آپ کا نام بھی شامل کرنے کی بات کر رہے تھے۔ اس لیے میں نے ۱۵/ دسمبر کو آپ کو دوبارہ فون کیا اور آپ سے پوچھا کہ آپ نے اہل جلسہ سے رابطہ کیا یا نہیں؟ آپ نے فون نہ لگنے کا عذر کیا۔ میں نے کشن گنج کے تازہ اضطرابی حالات سے آپ کو مطلع کیا اور میں نے بتایا کہ اہل جلسہ لوگوں کو یہ کہ کر گم راہ کر رہے ہیں کہ مفتی صاحب اب خانقاہ عارفیہ کے خلاف ہو گئے ہیں۔ کیا

واقعی ایسا ہے؟ اس پر آپ نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا میں نے کہا کہ آپ نے گمرہی کی ہے یا آپ کی خانقاہ سے گمرہی کا صدور ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ نے تو نہیں کہا لیکن وہ لوگ ایسا کہہ رہے ہیں کہ مفتی صاحب کی رائے بدل گئی ہے اور اب وہ خانقاہ کے خلاف کھڑے ہیں۔ تو کیا واقعی آپ کی رائے بدل گئی ہے یا اب بھی پرانی رائے پر باقی ہیں؟ اس پر آپ نے فرمایا: ”نہیں بھئی! جو میری رائے ہے، پہلے سے ہے۔“(۱)

اسی دوران اہل کشن گنج نے آپ سے رابطہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ میری بات ذیشان صاحب سے ہو چکی ہے۔ ان حضرات نے مجھ سے تفصیل پوچھی تو میں نے آپ کی گفتگو کی آڈیو انہیں بھیج دی۔ آڈیو میں چوں کہ آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ لوگ آئیں میں اپنا بیان دے دوں گا۔ اس کے مطابق ۱۷/ دسمبر کو ہمارے احباب آپ سے ملنے گئے۔ رات میں نو بجے سے پہلے یہ حضرات آپ کے ادارے میں پہنچ گئے تھے۔ پہنچتے ہی آپ کے صاحبزادۂ گرامی قدر دخل در معقولات فرماتے ہوئے ان حضرات کا احتساب کرنے لگے۔ ان لوگوں نے ان سے اعراض سے کام لیا۔ پھر آپ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے خلاف توقع ممبئی کے ایک فتوے کا حوالہ دیتے ہوئے خانقاہ سے تصدیق جدید کا مطالبہ کر دیا اور یہ کہا کہ چند روز پہلے یہ فتویٰ آیا ہے۔ دو راتوں میں آپ کی باتوں اور لہجے میں اتنا فرق آجائے گا، کم از کم آپ کی اس عمر میں ان حضرات کو اس کی توقع نہیں تھی۔ ان حضرات نے مجھ سے بتایا کہ پتہ ہی نہیں چل رہا تھا کہ یہ وہی مفتی صاحب ہیں جنہوں نے فون پر آپ سے گفتگو کی تھی۔

-۱۹/ اور ۲۰/ دسمبر کو میں بار بار فون کرتا رہا کہ آپ کی وجہِ شک کو سمجھ سکوں اور خانقاہ کی تصدیقِ اول، خانقاہ کے کس بیان یا تحریر سے آپ کے حضور ناقابل قبول بن چکی ہے، اس کی وضاحت لے سکوں، لیکن پہلی بار ایسا ہوا کہ آپ نے مسلسل دو دن تک میرے فون کی طرف التفات نہیں فرمایا۔

(1) خانقاہ کے تعلق سے مفتی صاحب کی سابقہ رائے یہ ہے: ”میں نے یہاں بعض فروعی مسائل، جن پر سنیت کا مدار نہیں ہے، جیسے اقامت کے شروع ہی میں سارے لوگوں کا کھڑا ہو جانا اور سماع بالمزامیر وغیرہ کو چھوڑ کر کوئی ایسی بات نہیں پائی جس کی بنیاد پر یہ کہا جا سکے یہ خانقاہ ”سنیت“ بلفظ دیگر ”مسلک اعلیٰ حضرت“ کی پابند نہیں ہے“ (معائنہ رجسٹر، خانقاہ)

-۲۰/ دسمبر کو میں نے احباب کشن گنج کو یہ تفصیل بتادی اور کہا کہ خانقاہ کی طرف سے جو پہلی تصدیق ہے، وہ ہمارے کس بیان سے اور کیسے کالعدم ہوئی ہے، مفتی صاحب پر لازم ہے کہ اس کی وضاحت کریں، ورنہ ہم ہر دن تصدیق جدید ہی کرتے رہیں گے۔ آپ حضرات مفتی صاحب کو میرا یہ پیغام پہنچادیں۔اس کے بعد مولانا ناظم اشرف مصباحی صاحب نے آپ سے رابطہ کیا۔ آپ نے فون نہیں اٹھایا۔ پھر انہوں نے اسی تاریخ کو ایک مکتوب لکھ کر آپ کے واٹس ایپ پر بھیجا جس میں یہ تفصیلات موجود تھیں۔ توثیق مزید کے لیے وہ مکتوب آپ کے صاحب زادے کے واٹس ایپ پر بھی بھیجا اور انہیں فون کرکے کہا کہ یہ مکتوب مفتی صاحب کو دکھادیں۔ لیکن حسب معمول اس بار بھی وہ بلاوجہ مولانا ناظم اشرف صاحب سے بحث اور کٹ حجتی کرنے لگے۔ مجھے یاد آیا کہ جس زمانے میں ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی سنیت اور حمایت کے حوالے سے آپ کی تصدیق سوشل میڈیا پر گردش کررہی تھی اسی زمانے میں آپ کے یہ سپوت، طاہر القادری صاحب کی ضلالت کا پرچم اٹھائے ہوئے تھے۔ لوگ حیران تھے کہ کہیں بیٹے اور باپ کے بیچ اتنا طویل فاصلہ ہوتا ہے!

-۲۷/ دسمبر کو دیوانہ ٹولہ بہادر گنج میں پہلا اجلاس ہوا جس میں آپ نے ممبئی والے فتوے کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ہم نے ان سے تصدیق جدید مانگی تھی، گیارہ دن ہوگئے، مگر ادھر سے کوئی جواب نہیں آیا۔ اور پھر اس پر اپنا یہ فتویٰ سنایا:

”اگر وہ فتویٰ وہاں کا ہے تب تو لکھنے والا مفتی بھی کافر، مگر چوں کہ کافر کہنے کے لیے جو شرائط لکھے ہیں ہمارے ائمہ کرام نے وہ شرائط ابھی نہیں پائے گئے۔ اس لیے کافر تو ہم نہیں کہتے ہیں مگر گمراہ ضرور ہیں۔ اس مفتی پر توبہ اور ظاہر کے مطابق تجدید ایمان اور تجدید نکاح ضروری ہے۔“

-۲۸/ دسمبر کو دوسرا اجلاس گانگی ہاٹ کے پاس ہونا تھا۔ اجلاس سے پہلے مولانا ناظم اشرف مصباحی نے اپنے بعض دوستوں کے ساتھ آپ سے ملاقات کی اور ساری تفصیلات سے آگاہ کیا۔ براہ راست آپ کے ہاتھ میں اپنا مکتوب، آپ کے صاحبزادے کے نام اپنا مکتوب، ان کے ساتھ گفتگو اور جواب وجواب الجواب کی تفصیل اور میں نے ۱۹/ اور ۲۰/ دسمبر کو جو آپ کو

مسلسل کال کی تھی، اس کی کال ہسٹری کی فوٹو، یہ تمام چیزیں آپ کی خدمت میں پیش کیں اور زبانی طور پر بھی بتایا اور کہا کہ اگر احمر صاحب ایک جملہ کہہ دیتے کہ میں ابو کو نہیں دکھاؤں گا تو میں خود ہی سو کیلو میٹر سفر کر کے آپ کو لا کر دے دیتا۔ بہر حال! یہ آپ کا اور آپ کے صاحبزادے کا مسئلہ ہے، اس لیے میں بالمشافہ وہ جواب آپ کو دینے آگیا ہوں، یہ لیجیے۔ آپ نے لیا اور کہا کہ ”یہی ہے نا؟“ انھوں نے کہا: ”جی بالکل یہی ہے۔ ہماری یہ ذمہ داری تھی، جو ہم نے ادا کر دی۔“

اس کے بعد آپ جلسہ گاہ تشریف لے گئے اور پھر اس پوری تفصیل کو نہایت جراءت و بے باکی [اگر یہ دو الفاظ یہاں برمحل نہ ہوں تو برمحل الفاظ آپ خود شامل کرلیں] کے ساتھ پورے طور پر ہضم کر کے پھر سے ایک تازہ حکم جاری فرمادیا:

”جب میں [خانقاہ عارفیہ] گیا تھا تو وہ لوگ حسام الحرمین کی تصدیق کیے ہوئے تھے اور آج اس راستے سے ہٹ گئے۔۔۔ آج انھوں نے ممبئی کے ایک استفتا کے جواب میں فتویٰ دیا ہے، اس کے مطابق سنی تو سنی مسلمان بھی نہیں۔“

مفتی صاحب! آپ نے اپنے پہلے دن کے بیان میں یہ کہا تھا کہ میں ایک ذمہ دار شخص ہوں۔ مگر زندگی کے ان ایام و احوال میں بھی کسی مسلمان کے دین و ایمان کے مسئلے میں آپ اس قدر غیر ذمہ دار اور جری ہو سکتے ہیں، کسی نے سوچا تک نہیں ہوگا۔

اب آپ کی خدمت میں چند استفسارات حاضر ہیں۔ امید کہ آپ ان کے جواب باصواب سے ہمیں سرفراز فرمائیں گے۔

۱- حدیث پاک: أَیُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِأَخِیهِ یَا کَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا (جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہہ کر مخاطب کرتا ہے تو کفر، ان میں سے کسی ایک کی طرف ضرور لوٹتا ہے۔ صحیح بخاری) کا صحیح مفہوم کیا ہے؟ کیا اس کا اطلاق ان لوگوں پر کیا جا سکتا ہے جو ایمان و کفر کے مسئلے کو معمولی جانتے ہیں اور تحقیق تام اور اتمام حجت کے بغیر کسی عالم دین اور مفتی شرع پر غیر مسلم کا اطلاق کرتے ہیں یا کسی خانقاہ اور اس کے متعلقین کو کافر و غیر مسلم کہتے ہیں۔

۲-کیا غیر مسلم کا اطلاق کفر لزومی پر بھی درست ہے؟ یہ سوال اس لیے بھی اہم ہے کہ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ مفتی مطیع الرحمٰن صاحب پر علی الاقل کفر لزومی ثابت ہے اور ایسے میں انہیں غیر مسلم کہا جاسکتا ہے اور ان پر اعلان توبہ اور تجدید ایمان و نکاح و بیعت و حج کا حکم بھی لگایا جاسکتا ہے۔

۳-آپ جب دوسری بار خانقاہ تشریف لائے تھے تو اس وقت آپ دو تحریریں لے کر آئے تھے۔ ان میں ایک استفتا تھا جو ایک عبارت سے متعلق تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ عبارت اعلیٰ حضرت کی ہے۔ اسے موجودہ بریلوی علما کی خدمت میں پیش کیجیے، وہ یقیناً اعلیٰ حضرت پر کفر کا فتویٰ صادر کریں گے۔ جب فتویٰ آجائے گا تب آپ نام بتائیے گا کہ یہ عبارت کس کی ہے؟ اس طرح موجودہ بریلوی متشددین اور اپنے مخالفین کا زبردست علاج کیجیے گا۔ لیکن ہم نے اور ہمارے احباب نے یہ کہہ کر آپ کی پلاننگ رد کردی تھی کہ مفتی صاحب! اس کی حاجت نہیں۔ ہمیں کام کرنے دیں۔ ایسی فتویٰ بازی کا کوئی حاصل نہیں۔ حضور! ہمارا وہ جواب آپ کو ناگوار تو نہیں لگا تھا؟ اور جو کھیل آپ ہم سے کھلوانا چاہتے تھے، شریعت کی اصطلاح میں اسے کیا کہا جاتا ہے؟ نیز یہ بھی عوام و خواص اہل سنت پر واضح کریں کہ آپ کی نظر میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی وہ کون سی خطرناک کفری عبارت ہے جس پر علمائے بریلوی کو بھی ان کی تکفیر کرنا پڑے گی۔

۴-دوسری تحریر آپ نے حضرت مرشد گرامی کی طرف سے از خود لکھ رکھی تھی، جو دراصل حسام الحرمین کی تصدیق جدید کے لیے تھی۔ غالباً آپ اپنے ناقدین کو (جن کو آپ کے کمال فن نے اس وقت آپ کا مداح بنالیا ہے یا ان کے کمال فن نے آپ کو ان کی طرف جھکنے پر مجبور کردیا ہے) اسے دکھاتے کہ دیکھو میں نے حضرت سے پھر تصدیق کرالی ہے۔ آپ نے مجھ پر دباؤ ڈالا کہ اس کا ادارے کے لیٹر ہیڈ پر پرنٹ نکال کرلاؤں، میں لایا، تاہم خانقاہ سے چلتے وقت آپ نے حضرت کے سامنے اسے دستخط کے لیے پیش کیا تو حضرت نے اپنے تبسم اور غالب کے اس شعر کے ساتھ آپ کو رخصت فرمادیا:

جام جہاں نما ہے شہنشاہ کا ضمیر
سوگند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے

مفتی صاحب! آپ بھی مسکرا کر چل دیے، لیکن کیا اس وقت اپنی بات کو بظاہر رد ہوتا دیکھ کر آپ کو اتنی شدید تکلیف ہوئی کہ اس کے انتقام کی آگ آپ کے سینے میں مسلسل سلگتی رہی، جو لاوا بن کر آج پھوٹی ہے؟

۵- مفتی صاحب! جو خانقاہ ۱۵/ دسمبر تک سنی صحیح العقیدہ تھی، وہ اچانک ۱۷/ دسمبر کو مشکوک کیوں کر ہوگئی؟ ۱۷/ دسمبر کو آپ نے کہا کہ چند روز قبل ممبئی سے ایک فتویٰ آیا ہے، اس سے خانقاہ مشکوک ہوگئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ۱۵/ اور ۱۷/ کے بیچ ایک دن گزرا، اس ایک دن میں چند دن کیسے پیدا ہو گئے اور اتنی جلدی موقف کیسے مشکوک ہو گیا؟ اور اگر موقف مشکوک ہوا تو ۱۵/ کو جس ذیشان مصباحی سے آپ نے اعتراف کیا تھا کہ میرا موقف پہلے والا ہی ہے تو شک ہونے کے بعد آپ نے اسے بتایا کیوں نہیں؟ اس سے پوچھا کیوں نہیں؟ اور وہ خود ۱۹/ اور ۲۰/ دسمبر کو آپ کو فون کرتا رہا تو آپ نے اس کا فون کیوں نہیں اٹھایا؟ مفتی صاحب! کیا آپ واقعی اتنے بھولے ہیں یا پوری دنیا کو آپ بھولے بابا سمجھتے ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ذیشان مصباحی سے آپ کی ہوئی گفتگو وائرل ہونے کے سبب آپ کو غصہ آگیا؟ جس کا انتقام ضروری ہو گیا تھا۔ پھر یہ غصہ آیا کیوں؟ کیا ۱۵/ دسمبر کو آپ نے دل سے خانقاہ کی تصدیق نہیں کی تھی؟ کیا وہ کوئی کھیل تھا یا مخصوص حکمت عملی تھی؟

۶- آپ نے ۲۷/ کے بیان میں کہا کہ کفر لازم آتا ہے، لیکن ہمارے ائمہ نے کافر کہنے کی جو شرطیں لکھی ہیں، وہ نہیں پائی جاتیں، اس لیے ہم گمراہ کہیں گے، کافر نہیں کہیں گے۔ لیکن دوسرے دن کے خطاب میں آپ نے سنیت ہی سے نہیں، اسلام سے بھی خارج کر دیا۔ مفتی صاحب! وہ کون سی وجوہات ہیں جن سے ہم سنیت سے نکل گئے، وہ وجوہات ہم سے تو بتائیں تاکہ ہم بھی غور کر لیں، پھر تکفیر کی جو شرطیں ہیں وہ کیا ہیں اور ایک رات میں وہ شرطیں کیسے پوری ہوگئیں؟ جب کہ اس تقریر سے پہلے ہماری طرف سے وضاحت کا مطالبہ آپ کی خدمت میں براہ راست پہنچ چکا تھا۔ اب تو شرعاً آپ پر ذمہ داری تھی کہ آپ اب تصدیق اول کی تردید کی وضاحت کرتے اور تصدیق جدید کا مطالبہ مضبوطی کے ساتھ کرتے، مگر اس کے بجائے آپ تکفیر پر آمادہ ہو گئے۔ مفتی صاحب! یہ دین و شریعت ہے یا غیض و غضب کا تماشہ ہے؟ یہ فقاہت ہے یا نفسانیت؟ کیا فقیہ النفس کے یہی معنی ہیں؟

۷-۲۷ دسمبر کی تقریر میں آپ نے کہا کہ جو چور کا ساتھی ہو وہ بھی چور ہے۔ اس کے لیے سب سے پہلے آپ نے شاہ اسماعیل دہلوی کی عبارت پیش کی اور کہا کہ جو ان گستاخوں کا ساتھ دے وہ بھی گستاخ ہے۔ مفتی صاحب! اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بھی شاہ اسماعیل دہلوی کی تکفیر نہیں کرتے، خود آپ بھی شاہ اسماعیل کی تکفیر نہیں کرتے تو کیا آپ کے اصول کے مطابق اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور آپ بھی چور کے ساتھی اور کافر و گستاخ ہوئے؟

۸- مفتی صاحب قبلہ! ممبئی والے استفتا کے جواب میں یہ واضح طور پر موجود ہے کہ: ''بعض (دیوبندی) وہ ہیں جن کے بارے میں یہ مقدمہ ہے کہ یہ لوگ گستاخ رسول ہیں، علم غیب کا مطلق انکار کرتے ہیں اور اسی طرح ختم نبوت کا بھی انکار کرتے ہیں، واقعی جن لوگوں کا ایسا عقیدہ ہو وہ کافر ہیں۔ اسی طرح ان کے متبعین میں بھی جن کا یہ عقیدہ ہو ان کا بھی یہی حکم ہے۔ البتہ ان کے متبعین میں جو التزامِ کفر نہ کریں اور تاویل سے کام لیں ان کا حکم الگ ہوگا۔'' (اشاعت عام ۱۴/ اکتوبر ۲۰۲۱ء)

پھر آپ اسے کیوں ہضم کر گئے؟ کیا اس کے بعد بھی ہمیں گستاخان رسالت اور منکرین ختم نبوت کا موید کہنا درست ہے؟

۹- اسی فتوے میں علامہ احمد سعید کاظمی اور علامہ یٰسین اختر مصباحی کا حوالہ موجود ہے، جس کے مطابق عام دیوبندیوں پر حکم کفر عائد نہیں ہوتا۔ تو کیا یہ حضرات بھی گستاخان رسول اور منکرین ختم نبوت کے ساتھی اور کافر ہوئے؟ اور دور کیوں جائیے، مفتی صاحب! اللہ و رسول کو گواہ بنا کر کہیے کہ کیا آپ کا موقف اس سے مختلف ہے؟ بلکہ آپ نے تو اس سے بھی آگے بڑھ کر میرے اور میرے احباب کے سامنے کہا تھا کہ میں چار کے علاوہ کسی پانچویں دیوبندی کی تکفیر نہیں کرتا، یہاں تک کہ مولانا انور شاہ کشمیری اور مولانا ابوالحسن علی ندوی کو بھی کافر نہیں کہتا۔ ہمارے پاس گواہ موجود ہیں اور پھر بھی انکار کی ضد ہو تو مباہلے کی دعوت قبول کیجیے اور اللہ و رسول کو یاد کر کے ایک بار دل میں ہی سہی، پڑھیے تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ مفتی صاحب! اب آپ اپنے بارے میں کیا فتویٰ صادر فرمائیں گے؟

۱۰- مفتی صاحب! آپ کو یاد ہوگا، چند سال قبل میں نے ایک دن آپ کو فون کیا تھا؟ اس

وقت میں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے ایم اے اسلامیات کے طلبہ کے سامنے ''بریلوی تحریک'' پر لیکچر دینے جارہا تھا۔ میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے برجستہ یہ ''دل چسپ اور سنگین تبصرہ'' فرمایا کہ آپ اپنی گفتگو میں اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم ہند سے نیچے مت اتریے گا، کیوں کہ ادھر بریلویت میں جو جہالت اور تشدد پیدا ہو گیا ہے، اس کے سبب موجودہ بریلوی گمراہ ہو چکے ہیں۔

حافظہ پر زور ڈالیے اور یہ بتائیے کہ آپ کی یہ رائے ابھی بھی باقی ہے یا یہ بھی بدل گئی ہے، یا اس پر قائم ہوتے ہوئے بعض مصالح کے پیش نظر جدید بریلویت کی کمان بظاہر سنبھال لی ہے؟

۱۱- مفتی صاحب! کیا واقعی حسام الحرمین کی تصدیق ضروریات دین میں شامل ہے؟ جیسا کہ کچھ دنوں قبل ایک نئے محافظ مسلک اعلیٰ حضرت نے اس کا دعویٰ کیا تھا اور آپ کے گلے پر بھی کفر کی چھری رکھی تھی؟ اگر ہاں! تو مولانا عبد الباری فرنگی محلی، مولانا ظفر ادیبی، علماے فرقانیہ ،رام پور، مشائخ پھلواری جیسے علما و مشائخ- جن کا حسام الحرمین کی تصدیق سے انکار ثابت ہے- آپ کے نزدیک کافر ہیں یا مسلمان؟ اور جو لوگ ان حضرات سے راہ ورسم رکھتے ہیں، انہیں مسلمان کہتے ہیں، ان کی عیادت اور تعزیت کو جاتے ہیں، صحت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں، ان کو آپ کافر کہتے ہیں یا مسلمان؟

آپ کی کہانیاں تو ہمارے پاس بہت ہیں، لیکن فی الوقت آپ سے یہی چند شرعی استفسارات ہیں۔ آپ کا اخلاقی و دینی فرض ہے کہ واضح طور پر ان سوالات کے جوابات دیں، اگرچہ اس کی امید نہیں ہے۔ اس لیے نہیں کہ قلابازی آپ کی فطرت ہے، بلکہ اس لیے کہ ان سوالات کا واضح جواب آپ کے پاس ہے ہی نہیں۔ آپ اگر ان سوالات کا جواب دے کر مزید ہم سے کچھ سوالات کرنا چاہیں تو ہم اس کے لیے حاضر ہیں۔ لیکن یاد رکھیے کہ ہم نے سوالات پہلے کیے ہیں، اس لیے آپ کو اخلاقی طور پر پہلے ان کا سیدھا جواب دینا چاہیے۔ یا ایک بار پھر تحقیق حال کے لیے خانقاہ میں تشریف لائیں، جیسا کہ پہلی بار آپ تشریف لائے تھے۔ فقط والسلام

ذیشان احمد مصباحی

یکے از جاروب کشان خانقاہ عارفیہ، سید سراواں شریف

۳۰/ دسمبر ۲۰۲۱ء

# مصادر و مراجع

## قرآن و تفاسیر


القرآن

کنزالایمان ترجمہ قرآن، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی

تفسیر القرطبی: الجامع لاحکام القرآن، شمس الدین قرطبی، دار الکتب مصریۃ، قاہرۃ، ۱۳۸۴ھ


## حدیث و شروحات حدیث


صحیح البخاری، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ

صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت

سنن نسائی، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی (۳۰۳ھ)

سنن الترمذی، مصطفی البابی حلبی، مصر، ۱۳۳۵ھ-/۱۹۷۵ء

مسند احمد، احمد بن حنبل، مواسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء

موطا امالک، مالک بن انس، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۵ء

صحیح ابن حبان، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۴ھ

مصنف ابن ابی شیبۃ، مکتبۃ الرشد، الریاض، ۱۴۰۹ھ

مسند الشہاب القضاعی، مؤسسۃ الرسالۃ -بیروت، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء

السنن الکبری، بیہقی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۰۳ء

المنتخب من المسند = مسند عبد بن حمید، مکتبۃ السنۃ -القاھرۃ، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء

معجم الکبیر، سلیمان بن احمد ابو القاسم طبرانی، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاہرۃ

حلیۃ الاولیاء، ابو نعیم، دار السعادۃ، القاہرۃ، ۱۳۹۴ھ-/۱۹۷۴ء

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، امام ملا علی قاری، دار الفکر، بیروت—لبنان
تحفۃ الاحوذي بشرح جامع الترمذي میں عبد الرحمن مبارک پوری

## تاریخ وسیر

بستان المحدثین، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی
البدایہ والنہایہ، ابن کثیر
الکامل فی الضعفاء، ابن عدی، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۸ء
الکفایۃ، خطیب بغدادی، المکتبۃ العلمیۃ، المدینۃ المنورۃ
الابانۃ الکبری، ابن بطۃ
الشریعۃ للآجري، محمد بن الحسین الآجري بغدادی
تہذیب التہذیب، شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی
الاستیعاب فی معرفۃ الصحابہ، ابن عبد البر
اسد الغابہ فی معرفت الصحابہ، ابن اثیر، طبعہ دار العلمیہ بیروت لبنان
الثقات، محمد بن حبان بن أحمد بن حبان أبو حاتم التمیمي
الجرح والتعدیل، ابن ابو حاتم رازی
التاریخ الکبیر، امام بخاری
اسد الغابہ، ابن ی الاثیر
مختصر تاریخ دمشق، ابن منظور
معجم السفر، ابو طاہر سلفی
سفر نامہ ناصر خسرو، انجمن ترقی اردو دہلی (ہند)
کتاب المغنی، علامہ ابن قدامہ حنبلی
ذیل طبقات الحنابلۃ، زین الدین عبد الرحمن سَلامی بغدادی، مکتبۃ العبیکان الریاض
طبقات حنابلہ، علامہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ
العقود الدریہ من مناقب شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ، شمس الدین محمد بن أحمد دمشقی حنبلی،

دار الکاتب العربي -بیروت
حافظ عبد الرحمن سخاوی رحمہ اللہ، الجواہر والدرر
الدرر الکامنہ ،حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ - حیدر آباد ھند
الجواہر والدرر، حافظ عبد الرحمن سخاوی رحمہ اللہ
طبقات الحفاظ، امام سیوطی رحمہ اللہ، دار الکتب العلمیۃ-بیروت
تاج العروس من جواہر القاموس، علامہ مرتضی زبیدي دار الھدایۃ.
طبقات الشافعیہ، تاج الدین ابن سبکی
ترتیب المدارک فی أعلام مذھب الإمام مالک للقاضي عیاض
المدخل الی السنن الکبری، امام ابوبکر احمد بن الحسین بیہقی
شرح سفر السعادۃ، مجد الدین فیروز آبادی
تاریخ دعوت وعزیمت، سید سلیمان ندوی
تاجدار اہل سنت، مطبوعہ، رضا اکیڈمی ممبئی،
سفیر الامن والسلام محمد عبد العلیم الصدیقی المیرتی ، حیاتہ ، وجھودہ العلمیہ والدعویۃ، ڈاکٹر انوار احمد بغدادی

**عقیدہ وکلام**

عقیدہ طحاویہ، امام ابو جعفر طحاوی
شرح الفقہ الاکبر، ملا علی قاری
شرح العقائد النسفیہ، علامہ سعد الدین تفتازانی
شرح عقائد کی شرح نبراس میں علامہ عبد العزیز فرہاروی
شرح الطحاویۃ فی العقیدۃ السلفیۃ، علامہ صدر الدین ابن ابی العز حنفی
شواہد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق، قاضی شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی
میزان الشریعۃ الکبریٰ، امام شعرانی

حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
عقائد العزیز، منشی عزیز اللہ شاہ
مسئلہ تکفیر و متکلّمین، مولانا ذیشان احمد مصباحی، شاہ صفی اکیڈمی

**فقہ و فتاویٰ**

المبسوط، امام شمس الائمہ سرخسی
الاشباہ والنظائر، دار الکتب العلمیہ، بیروت
رسالہ لطیفہ فی حکم الاقتداء بالمخالف، امام ابن ابوالعز حنفی (۷۹۲ھ)
مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر، عبد الرحمن بن محمد بن سلیمان کلی بولی متوفی ۱۰۷۸ھ
رد المحتار علی الدر المختار، المؤلف: ابن عابدین دار الفکر-بیروت، الطبعۃ: الثانیۃ، ۱۴۱۲ھ
رسم المفتی، علامہ ابن عابدین شامی
الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ الندیۃ
فتاویٰ، رضویہ جدید، امام احمد رضا خان فاضل بریلوی، جلد: ۱، برکات رضا پور بندر گجرات
فتاویٰ، رضویہ جدید، جلد: ۶، مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات
فتاویٰ، رضویہ جدید، جلد: ۹، مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات
فتاویٰ، رضویہ جدید، جلد: ۱۲، مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات
فتاویٰ، رضویہ جدید، جلد: ۲۱، مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات
فتاویٰ، رضویہ جدید، جلد: ۲۴، مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات
فتاویٰ، رضویہ جدید، جلد: ۲۸، مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات
فتاویٰ، رضویہ جدید، جلد: ۲۹، مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات
فتاویٰ حامدیہ مطبوعہ بریلی ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء
فتاوی مفتی اعظم، مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف
فتاویٰ شارح بخاری جلد دوم، مفتی شریف الحق امجدی

## تصوف

سبع سنابل، میر عبدالواحد بلگرامی، مکتبہ قادریہ، لاہور، پاکستان، ۱۹۸۲ء
فوائد الفواد (ملفوظ سلطان المشائخ)، حسن سجزی (۷۳۷ھ)
نغمات الاسرار، داعی اسلام شیخ ابوسعید شاہ احسان اللہ چشتی محمدی صفوی ادام اللہ تعالیٰ ظلہ علینا

## مجلات و ماہنامے

مفتی اعظم نمبر استقامت، ڈائجسٹ کان پور، شمارہ مئی ۱۹۸۳ءا
ماہنامہ جام نور دہلی، خوشتر نورانی، شمارہ اگست، ستمبر ۲۰۱۲
سالنامہ مجلہ الاحسان اردو، شمارہ: ۲، شاہ صفی اکیڈمی، خانقاہ سید سراواں، کوشامبی الہ آباد
سالنامہ مجلہ الاحسان اردو، شمارہ: ۴،
ماہنامہ حجاز جدید، دہلی ۱۹۹۰ء
ماہنامہ خضر راہ الہ آباد، مئی ۲۰۱۳
ماہنامہ اعلی حضرت بریلی، نومبر ۲۰۱۶

## متفرقات

الکافی فی البلاغۃ، ص: ۱۲۲، دار التوفیقیہ، قاہرہ، ۲۰۱۱ء
الحق المبین، علامہ احمد سعید کاظمی،
تکفیری غلط فہمی کا ازالہ، یٰسین اختر مصباحی
مظاہر الحق الاجل، مولانا حامد رضا خان قادری بریلوی،
احکام شرع مصطفوی بر گردن برادران کچھوچھوی، مفتی غلام محمد صاحب
عرفان مذہب و مسلک، مطبع دار السلام گنج بخش روڈ لاہور

☆☆☆☆☆

# کتاب ملنے کے پتے

**سنی دار العلوم**:ہمت شاہ،لوکر گنج، پریاگ راج (**الہ آباد**)،۸۳۱۷۰۲۵۵۳۲

**مسجد امام اعظم**:نیارسول پور،کرامت چوکی،کریلی، پریاگ راج (**الہ آباد**)۹۶۲۱۴۴۸۸۹۵

**القدس لائبریری**:داراپٹی، پوسٹ : مرون، تھانہ : کرجا،پتاہی،**مظفرپور**، بہار ۸۲۱۰۵۸۶۲۳۵

**تیغی دار الاشاعت**:خواجہ غریب نواز ایجوکیشن سنٹر، رتوارہ چندن، پارو،**مظفرپور**،9369642185

**خانقاہ چشتیہ**:اسلام گنج، گڑھنی،**آرا**،**بھوج پور**، بہار،انڈیا،۸۰۲۲۰۳،۶۲۰۷۲۰۶۲۴۴

**درویش ایجوکیشن سینٹر**:نعمت ٹولہ،بنیاپور،**چھپرہ**۸۴۱۴۰۳،۹۶۹۲۹۷۳۱۲۱

**مدرسہ رئیس العلوم**: سرنڈا، بہادر گنج،**کشن گنج**، بہار، ۸۵۵۱۰۱:۹۱۲۹۳۸۱۶۸۴

**جامعہ اختریہ**:کمہار ٹولی، پوسٹ مہر گنج، بہادر گنج،**کشن گنج**، بہار،۸۵۵۰۲۸:۸۸۰۹۸۸۷۲۴۴

**خانقاہ نعمتیہ**:برجونالہ،مٹیابرج،**کولکاتا**۷۰۰۰۴۴:۹۸۳۱۷۴۶۳۸۰

**حافظ ملت میموریل ٹرسٹ**:M.I.G.M-1 B-33،ایکتاویہار،**مرادآباد**،۹۰۲۶۰۸۷۸۷۳

**مرکز تحریک اہل سنت ندائے اسلام**:پی بی روڈ،رانی بنور،**کرناٹک**،۵۰۱۱۱۵:۸۶۰۰۹۹۹۲۳۱

**شاہی مسجد**: مڑھیاؤں گاؤں، قاضی ٹولہ، جانکی پورم،**لکھنؤ**۲۲۶۰۲۱،۸۷۸۷۲۵۰۴۳۹

**فیضان نسیم اکیڈمی**:جھاڈیسور پور، جالیسور،**اڑیسہ**،۸۰۹۳۹۰۹۰۹۲

**چشتیہ ایجوکیشنل پبلک اسکول**: عمری مادھو، ریوا،**ایم پی**،۸۹۲۸۱۸۳۴۲۴

**انجمن وابستگان سلاسل تصوف**:گنجریا،اسلام پور،**مغربی بنگال**،۹۶۷۹۰۰۱۴۲۰

# Khanqah-e-Arifia Par Aitrazaat

## Ek ilmi Jayezah

"پیشِ نظر کتاب اہل سنت کے بعض کرم فرماؤں کی طرف سے خانقاہِ عارفیہ پر کیے جانے والے اعتراضات کی حقیقت سے پردہ کشائی کے لیے لکھی گئی ہے۔ خانقاہ پر یوں تو بہت سارے اعتراضات کیے جاتے ہیں، بعض تو سراسر اتہام ہیں شاید خود قائل کا دل بھی ایسے اعتراض سے مطمئن نہ ہو۔ بعض اعتراضات تو ایسے ہیں جو غلط روایات یا عبارتوں میں خرد برد، کتر بیونت اور سیاق سے ہٹا کر خود ساختہ معانی پیدا کرنے پر مبنی ہیں، جب کہ بعض گالی وگلوج سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتے۔ مثبت اور تعمیری کام کرنے والوں کے لیے اُن پر کان دھرنے کی چنداں حاجت نہیں تھی۔ لیکن محبین اور مخلص احباب کی طرف سے ہمیشہ یہ مطالبہ رہا کہ خانقاہ کی طرف سے یا ان کے پروردہ علما کی طرف سے اپنے دفاع اور صفائی میں کوئی معروضی تحریر لکھی جائے۔

احباب کے مسلسل اصرار پر ہی پیشِ نظر کتاب لکھی گئی ہے جو صرف انہی اعتراضات پر مبنی ہے جو کسی حد تک قابل التفات اور عام لوگوں کے لیے خلجان کا سبب بنے ہوئے تھے، تاکہ جن کے سینوں میں قلب سلیم ہو اور جو حق کے متلاشی ہوں، حقیقت کے واشگاف ہوجانے کے بعد انھیں حق تسلیم کرنے میں کوئی تردد نہ ہو۔ اس کے علاوہ یہ کتاب ان سادہ لوح مسلمانوں کے لیے بھی حیات بخش ہوگی جو طلب مولیٰ میں سرگرداں اور پریشاں ہیں، اپنے درد کا درماں کہیں نہیں پاتے اور خانقاہ عارفیہ پر ان بے جا اعتراض کے سبب یہاں آنے کی ہمت نہیں کر پاتے ہیں حالاں کہ خانقاہ سے جڑے سالکین و طالبین کو دیکھ کر ان کا دل اس میکدہ کی جام نوشی کے لیے بے قرار ہے۔"

حضرت انعام صفی عرف غلام مصطفیٰ ازہری زید مجدہ

**ANJUMAN FALAHUL MUSLEMIN**
Gangi, Bahadurganj, Kishanganj
Bihar,India, 855107

₹ 160